سلسلۂ کلیاتِ خسروی بہ سرپرستی اعلیٰ حضرت حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہ

مَن عشق وعفّ فمات فهو شهيد

نامش کہ زغیب شد مسجّل

مجنوں لیلیٰ بعکس اول

مثنوی

مجنوں لیلیٰ

حضرت امیر خسرو دہلوی

بہ تصحیح و تنقید جناب مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ میں طبع ہوئی

سنہ ۱۳۳۵ھ
۱۹۱۷ء

23-6-28

انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب اجازت

اعلیحضرت بندگان عالی متعالی ہز ہائنس آصف جاہ

مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ

نواب میر سر عثمان علی خاں بہادر

فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ

ملکہ و سلطانہ و ادام اقبالہ کے نام نامی و اسم

گرامی کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے۔

فہرستِ مضامین

صفحہ	مضمون

مُقدّمہ

صفحہ	مضمون
	امیر خسرو ... مکتبی شیرازی ... ہاتفی ہروی
	... حمد ... نعت ... لیلی ...
۵	ختم کلام

متن

بچپن میں دونوں اپنے اپنے گھر کے مویشی چرایا کرتے تھے۔ اسی عالم میں عشق نشوونما ہوا۔ جب سن بڑھا اور چرچا ہوا تو لیلیٰ کا پردہ ہو گیا۔ فراق سے مجنوں کی شورش بڑھی۔ شورش کے ساتھ شہرت و رسوائی۔ والدین نے فرطِ رحم سے شادی کا پیام دیا۔ خانہ رسوائی تباہ۔ لیلیٰ کے ماں باپ کو داغِ بدنامی گوارا نہ ہوا۔ خانہ آبادی سے انکار کر دیا۔ برقِ انکار نے قیس کا خرمنِ ضبط و صبر پھونک دیا۔ گھر سے چھپ کر جنگل کو نکل گیا۔ بادیہ نوردی میں عشق کے جوہر چمکے۔ مجنوں سوزِ عشق کے ساتھ عربی فصاحت سے بھی بہرہ یاب تھا۔ ہر موقع کے متعلق اُس کے پُر درد اشعار ہیں جو عشق و محبت کے آئین و آئینہ ہیں۔ میں یہاں کچھ نمونے دکھاتا لیکن ایک عبرت خیز واقعہ سے ڈرا ہوا ہوں۔

علامہ شبلی کی کتاب شعر العجم پڑھ کر اہلِ ذوق نے یہ داد دی کہ اگر اس میں اشعار فارسی کے بجائے اُردو ترجمہ ہوتا تو خوب ہوتا۔ اشعار فارسی سے بے لطفی ہو جاتی ہے۔ فارسی کا یہ حال ہے تو عربی کا کیا حشر ہوگا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

بادیہ پیمائی میں مجنوں کے ہمدمِ خاص آہوانِ صحرا تھے۔ یوں رشتۂ ہمدمی سب دد و دام کے ساتھ مستحکم تھا۔ بیٹے کی تباہی سے ماں باپ کا دل کڑھتا تھا۔ ایک دفعہ حرمِ محترم میں لائے اور کہا کہ خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر عشقِ لیلیٰ سے نجات پانے کی دعا کرو۔

مجنوں نے پردہ پکڑا اور کہا ؎

	ترجمہ
یَا رَبِّ لَا تَسْلُبَنِّی حُبَّهَا اَبَداً	اے میرے رب لیلیٰ کی محبت میرے دل سے کبھی نہ چھین
وَیَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْداً قَالَ آمِیْنَا	اور خدا اُس بندے پر رحمت کرے جو میری دعا پر آمین کہے

ستم پر ستم یہ ہوا کہ بے درد والدین نے لیلیٰ کی شادی دوسری جگہ کر دی
مجنوں پر جو مصیبت گذری ہوگی وہ ظاہر ہے۔ لیلیٰ کی بیتابی و بیقراری نے شوہر کی
زندگی وبال جان کر دی اور تنگ آکر بے تعلق ہو گیا۔ مجنوں کبھی کبھی جوش وحشت میں
[illegible] جنون میں آتا اور دردناک اشعار سے لیلیٰ اور اُس کے اہل قبیلہ کو بیقرار کر جاتا
تھا۔ لیلیٰ اسی حسرت و یاس میں جان سے گذر گئی۔ مجنوں وفاتِ جاناں کی خبر سنکر
[illegible] سکتا تھا۔ [illegible] گیا۔ یہ ہے عربی قصہ کا خلاصہ۔

مثنوی مومن [illegible] کے عنوان مفصلۂ ذیل ہیں:-

حمد، مناجات، نعت، منقبتِ چار یار، معراج، نصیحت، ترتیب کتاب،
مدحِ ممدوح، دعائے دولت، حسبِ حال، یادِ گذشتگان، آغاز داستان عشق مجنوں لیلیٰ،
[illegible] مجنوں فراق لیلیٰ میں، لیلیٰ کے نظارہ کو مجنوں آتا ہے، سید عامری لیلیٰ کے گھر مجنوں کا
پیامِ شادی لے گیا اور ناکام رہا، زاری مجنوں، سید عامری مجنوں کو زیارت کعبہ
کے واسطے لے گیا، مجنوں کی دعا، قبیلۂ لیلیٰ مجنوں کی ہلاکت پر آمادہ ہوا، باپ کی
نصیحت مجنوں کو، مجنوں کا جواب، سراپائے لیلیٰ اور اُس کی شورش، لیلیٰ کا باغ میں
جانا، ابن سلام لیلیٰ پر عاشق ہو کر خواستگاریِ نکاح کرتا ہے، نوفل کی مجنوں سے
ملاقات اور پرسشِ حال، نوفل کی لڑائی قبیلۂ لیلیٰ سے، مجنوں کی شکایت نوفل کی،
نوفل کی قبیلۂ لیلیٰ سے دوبارہ لڑائی، مجنوں کا مکالمہ کوّے سے، لیلیٰ اپنے باپ سے
مجنوں کی مخالفت پر ناخوش ہوتی ہے، لیلیٰ کا نکاح ابن سلام سے، دونوں میں ناموافقت

مجنوں نے لیلیٰ کے نکاح کا حال سنا، سید عامری دوبارہ مجنوں کے پاس گیا، پدرِ مجنوں
کی وفات، لیلیٰ کا مجنوں کے نام خط، مجنوں کا جواب، مجنوں کی لیلیٰ سے ملاقات باغ
میں، ابن سلام کی بیماری اور وفات، لیلیٰ نے زید کو بھیجا، مجنوں کو بلایا، دونوں کی
ملاقات، لیلیٰ کی بیماری اور ماں کو وصیت، دلداری مجنوں کی، زید نے وفاتِ لیلیٰ
کی خبر مجنوں کو پہنچائی، مجنوں لیلیٰ کی قبر پر جان دیتا اور اسی قبر میں دفن ہوتا ہے۔

امیر خسرو نے اپنی مثنوی کے حسبِ ذیل عنوان قائم کیے ہیں: حمد، مناجات،
نعت، معراج، مدح بادشاہ، خطاب بہ بادشاہ، حکایت دیوان، نصیحت فرزند،
حکایتِ شباب، سببِ تالیف، مجنوں کی پیدائش، مکتب نشینی، مکتب میں لیلیٰ بھی ہے،
درسِ عشق کی تکرار، افشائے راز، ماں کی فہمائش لیلیٰ کو، پردہ نشینی، مجنوں کی وحشت و
بادیہ نوردی، مجنوں کے باپ کا جنگل سے سمجھا کر مجنوں کو ماں کے پاس لانا، ماں کی نصیحت
مجنوں کا باپ لیلیٰ کے یہاں شادی کا پیام دیتا ہے، نفرت کے ساتھ جواب انکار،
سردارِ قبیلہ نوفل کا لیلیٰ کے خاندان سے لڑنا، اسی معرکہ میں مجنوں کی جانب سے
کوّوں کی ضیافت، مجنوں کی شورش کی ترقی، نوفل نے خود اپنی لڑکی کا نکاح قیس سے
کر دیا، مجنوں کا جوشِ وحشت اور قطعِ تعلق، لیلیٰ کا نکاح کی خبر سن کر مجنوں کو خط لکھنا، قیس کا
جواب، احباب دھوکہ دے کر مجنوں کو باغ میں لے آئے، دیوانہ کہہ کر بھاگ نکلا، بلبل
سے مکالمہ، سگِ لیلیٰ سے ملاقات، لیلیٰ بیمار پڑتی ہے، خواب میں مجنوں کو دیکھ کر شدتِ
بیقراری میں ناقہ پر سوار ہوتی اور مجنوں کے پاس جا پہنچتی ہے، لیلیٰ کی مصاحبت مجنوں

[illegible] لیلیٰ کی زنانی لیلیٰ سہیلیوں کے ساتھ باغ میں جاتی ہو وہاں مجنوں کا
ایک رفیق اس کو پہچان کر مجنوں کی ایک غزل پردرد و سوزناک آواز سے گاتا
ہو لیلیٰ اس کو سنکر بیتابانہ مجنوں کا حال پوچھتی ہو وہ رفیق امتحاناً مجنوں کی وفات
کی خبر سناتا ہو لیلیٰ بیقرار ہوکر گھر آتی اور مبتلائے مرضِ موت ہوتی ہو بہارِ حسن کی
خزاں لیلیٰ کی وفات مجنوں خبر مرض سنکر عیادت کو آتا اور جنازہ دیکھتا ہو مستانہ
تربت دفن کے وقت جان دیتا اور ساتھ دفن ہوتا ہو امیر خسرو اپنی والدہ اور
بھائی کا نوحہ کرتے ہیں خاتمۂ کتاب ۔

داستان لیلیٰ مجنوں کا جو خاکہ ہم نے اوپر دکھایا اُس سے عیاں ہوتا ہو کہ قصۂ
مذکور میں نہ بزم آرائی ہو اور نہ قصر و ایوان کی آراستگی تکلف سے مبرّا سوز و گدازِ عشق
و مصائب فراق کا جانسوز افسانہ ہو اور دشت پیمائی و بادیہ نوردی کی حکایت
اس کے لیے جس ساز و سامان کی ضرورت تھی وہ سرکارِ خسروی میں وافر مہیّا تھا مبدأ
فیاض نے دلِ پردرد اور سینہ سراپا سوز عطا فرمایا تھا۔ حضرت نظام المشایخ
قدس سرہٗ دعا میں اُن کے سوزِ سینہ کا واسطہ دیتے تھے۔ چشتی نسبت جوش و خروش
کی ضامن تھی۔ غزل اُن کا خاص میدان تھی۔ قصۂ مجنوں کی جان تغزل ہو۔ فسانہ کا
کمال یہ ہو کہ واقعہ معلوم ہو۔ واقعہ نگاری امیر خسرو کا حصّہ تھی۔ اُن کے دواوین
کے مقدمات قیمتی تاریخی معلومات سے مالا مال ہیں جن سے مورخوں نے مدد لی ہو۔
مثنوی مجنوں لیلیٰ میں جو شخصیت (کیرکٹر) ہو بولتی چالتی تصویر ہو۔ ہر قصّہ واقعہ سے

ہمسری کرتا ہی۔ شاعر مصور فطرت ہی۔ امیر خسرو کے قلم نے جو تصویریں الفاظ میں کھینچی ہیں وہ مرقع مانی و بہزاد کی یادگاریں ہیں۔ امیر خسرو کا عہد ۶۵۱ھ سے ۷۲۵ھ تک ہی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مولانا نظامی مثنوی کی، سلمان ساوجی قصیدہ کی، اور شیخ سعدی غزل کی زبان مانجھ کر روکش آئینہ کرچکے تھے۔

امیر خسرو ان تینوں اقلیموں کے بادشاہ تھے۔ خود اُن کی شہادت ہی اور اس سے بڑھکر شہادت کیا ہوسکتی ہی، کہ اُس عہد میں ہندوستان کی فارسی خراسان و ایران کی فارسی سے زیادہ فصیح و صحیح تھی۔ خلاصہ یہ کہ جس پاکیزہ اور پُرسوز زبان کی ایک عشقیہ داستان کے لئے ضرورت ہی وہ مثنوی مجنوں لیلی کی زبان سے خود فرماتے ہیں۔

آرایشِ پیکرِ معانی
بستم بہ سلاستِ روانی

بعض بعض الفاظ اُس میں ایسے بھی ہیں جو بعد کو متروک ہوگئے مثلاً ترد الفنج، ستنبہ، توزی۔ مگر یہ الفاظ ایسے موقع پر استعمال ہوئے ہیں جو یہ تحفہ میں شیدا دیووں کا قصہ حسن و عشق کی داستان میں وہی الفاظ ہیں جن پر ایک باکمال شیرازی و اصفہانی فخر کرسکتا ہی۔ فغانی و حافظ کی غزلوں سے مقابلہ کرو ان الفاظ سے بہتر الفاظ نہ پاؤگے۔ اب ہم مذکورۂ بالا مضامین کا جُدا جُدا نمونہ دکھاتے ہیں۔

شخصیات "مجنوں" (بچہ مکتب میں جاتا ہے)

سالش بشمار پنجم افتاد | زو نور بہ چرخ و انجم افتاد
شد تازہ چو نیم رستہ سروے | یا بال دمیدہ نو تدروے
خوبی تشبیہ ملاحظہ طلب ۱۲
زیرک دلیش چو باز خوانند | در پیشِ معلمش نشانند
دانائے رقم ز بہرِ تعلیم | کردش بہ کنارِ تختۂ تسلیم

(ابتدائے عشق مکتب میں)

تا نوزدہ قیس برد گر سو | ہم چرب زباں و ہم سخن گو
نازک چو نہالِ نو دمیدہ | خوش طبع و لطیف و آرمیدہ
شیریں سخنے کہ ہوش می بُرد | رونق ز شکر فروش می بُرد
نالندہ بہ تختۂ دبستاں | چوں بُلبل مست در گلستاں
نغمش چو شدے بروزنِ گوش | از روزنِ جاں بروں شدی ہوش
زاں تن کہ صدائے او شنیدے | جاں رقص کناں بروں دویدے
از نغمہ بجاں نور می داد | از نالہ صدائے درد می داد

نوعمری کی شیریں آوازی میں جو درد کی چاشنی پیدا ہو گئی ہے اُس کی تصویر اس سے بہتر کیا کھنچ سکتی ہے؟ ع

از نالہ صدائے درد می داد

"چوں بُلبلِ مست در گلستاں" کی تشبیہ اس حال میں اور "یا بال دمیدہ نو تدروے" کی

تنبیہ اوپر کے بیان میں پڑھکر مقابلہ کرو، دونوں موقعوں کی تصویر شخصیت آنکھوں میں پھر جائے گی۔

(لیلیٰ کی پردہ نشینی کے بعد)

چوں ماند پریوشِ حصاری ۔۔۔ در حجرۂ غم بہ سوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند ۔۔۔ در دردِ ادب ندیدیک چند
می بست بخامشی دہن را ۔۔۔ میداشت بہ حیلہ خویشتن را
آہے بجگر فرو دمی خورد ۔۔۔ والماس بہ سینہ خُرد می کرد
زیں ناوکِ غم کہ بے سپر بود ۔۔۔ ہر دم خلہ ایش در جگر بود
دُزدیدہ سرشکِ دیدہ می ریخت ۔۔۔ وزدیدہ دُرچیدہ می ریخت
زیں گونہ بہ چارۂ کہ دانست ۔۔۔ می کرد شکیب تا توانست
چوں سیلِ غمش رسید بر فرق ۔۔۔ از پردہ بروں فتاد چوں برق
بیروں شد و کرد پیرہن چاک ۔۔۔ وافگند بہ تارک از زمیں خاک
گریاں بہ زمیں فتاد بے تاب ۔۔۔ برخاک مراغہ کرد چوں آب
میراند ز آب دیدہ رودے ۔۔۔ میگفت چو بلبلاں سرودے (غلطید؟)

لیلیٰ کے حجاب سے جو بےچینی پیدا ہوئی اُس کو افشا کے خوف سے قیس نے چھپایا۔ اس ضبط کی کشمکش کو چھٹے شعر تک کیسے لگتے ہوئے مضامین و الفاظ میں بیان کیا ہے۔ بالآخر سیلاب عشق ضبط کے بند کو توڑکر موج زن ہوگیا۔ بقیہ اشعار میں اُس کی

تصویر بلبل کے ساتھ تشبیہ اس سے پہلے بھی آئی ہے۔ دیکھو پہلے بیان میں بلبل مست کا
تر ذکر تھا۔ قیس بھی جوشِ نوجوانی میں تھا اور دیدار و ہمنشینی کی قوت دل میں رکھتا
تھا۔ جب قوتِ عشق سے مغلوب اور فراق کے صدمہ سے چور ہو گیا تو اس صورت
میں گویا شکستہ بال بلبل کی مورت بن گیا۔ خود بلبل بغیر کسی صفت کے غم و درد کی
مجسم تصویر ہے۔

(انتہائے وحشت)

یک روز بہ گاہِ نیمروزاں　　کانجم شدہ ز آفتاب سوزاں
مجنوں بہ کنارِ ہر سوادے　　می گشت بسان گرد بادے
افروختہ روئے و تن بخوں غرق　　در آتش و آب ماندہ چوں برق
بارش ز غم دوتاہ گشتہ　　رخسارہ زلف سیاہ گشتہ
ہر جا کہ رسید کرد زاری　　بگریست چو ابرِ نوبہاری
ہر سو کہ شنید بانگ رودے　　ق　یا خاست ز گوشۂ سرودے
مستانہ برقص پائے افشرد　　گہ زندہ شدو گہے فرو مرد

(۲) لیلیٰ　　(کمالِ جمال)

بود از صفتِ آں بتانِ چوں ماہ　　ماہے کہ زد آفتاب را راہ
لیلی نامے کہ مہ غلامش　　خالش نقطے ز نقش نامش
مشعل کشِ آفتاب و انجم　　دیوانہ کنِ پری و مردم

تاراجگرِ متاعِ جان‌ها | بنیادشکافِ خانمان‌ها

سلطانِ شکرلبانِ آفاق | لشکرشکنِ شکیبِ عشاق

سر تا بقدم کرشمه و ناز | هم سرکشِ حسن و هم سرافراز

نازی و هزار فتنه در بر | چشمی و هزار کشته در شهر

چشمش ز کرشمه مست و بیهوش | آهو برده بخوابِ خرگوش

خندان چو چمن به تازه‌روئی | شیرین چو شکر به تنگ‌خوئی

از وسوسهٔ چشم دیوبسته | تسبیحِ فرشتگان شکسته

نی بت که چراغِ بت‌پرستان | طاوسِ بهشتِ کعبهٔ بتان

افگنده بدوش زلف چون شست | خود بی‌خبر و نظارگی مست

معجونِ لبش به دُرفشانی | پرورده به آبِ زندگانی

خورشید غلام‌زادهٔ او | مه داغِ جبین‌نهادهٔ او

لیلی کی نوگرفتاری

وان لعبتِ دردمند و دلتنگ | دل داده بیاد دوست بی‌ننگ

با آنکه غمش نز بر گل بود | سیمای رخش گواهِ دل بود

خونِ دلش از صفای سینه | پیدا چو مَی اندر آبگینه

بر چهره ز شرم پرده می‌دوخت | وز آتشِ دل گرفته می‌سوخت

هرچند که غنچه بود سربست | می‌کرد ز بوی خلق سرمست

می سوخت چو مجمر اندروں عود — میشد بدماغِ مردماں دود

(... مجنوں ... وارفتگی پردہ نشینی کے بعد)

از نغمهٔ لبِ شکریں گفت — زالماسِ زباں گہر چنیں سفت

کاں گوشه نشینِ روئے بسته — بودے همه وقت دل شکسته

چوں مُردگاں به خاک خفتے — خاشاک زخوابگه نرفتے

گه بے زجگر نواله کردے — گه جاں به عدم حواله کردے

همخانگی نه داشت با کس — مونس غمِ آشنائے خود بس

پرداخته دل ز صبر و آرام — گشتے همه شب چو ماه بر بام

هنگامِ سحر ز بختِ ناشاد — چوں ابر گریستے به فریاد

گفتے چو شبش دراز گشتے — با خود ز فراق سرگذشتے

(لیلیٰ نکاحِ مجنوں کی خبر سنتی ہے)

گوینده ایں کہن فسانه — زاں شعله چنیں کشد زبانه

کاں شمعِ نہاں گداز شب خیز — پروانه صفت بر آتشِ تیز

چوں یافت خبر که یار برگشت — و اندیشهٔ دل قفائے سر گشت

روزے دو سه در ز خلق دربست — وز خونِ دلش زمیں جگر بست

نزدیک بمرد ان از دمِ سرد — نے رغبتِ خواب و نے غمِ خورد

آنرا که دل از شکیب فرد است — از شب تا روز یار در دست

او خود غمِ عشق دہشت درکا — شد باغمِ عشق غیرتش یار

کبکے کہ شکستہ بال باشد — شاہین زندش چہ حال باشد

بس کاندوِ سینہ شد فزونش — از دل بہ دہن رسید خونش

پردۂ ضبط میں جو آگ لیلیٰ کو پھونک رہی ہے اُس کے لحاظ سے "شمع نہاں گداز" کیا حسب حال و بلیغ ہے۔ شکستہ دلی و مایوسی کی حالت میں نکاحِ مجنوں کی خبر زخم کاری بن کر دل کو پارہ پارہ کرتی ہے۔ غیرتِ نسوانی صدمہ کو اور زیادہ جانکاہ بنا دیتی ہے۔ اس حالت کا بیان اس شعر میں ہے ؎

کبکے کہ شکستہ بال باشد

شاہین زندش چہ حال باشد

چکور (جو ایک بھولا بھالا پرند ہے) بازو شکستہ مبتلائے مصیبت ہے۔ ایسی حالت میں شاہین (شکاری جانور) اُس پر آ ٹوٹتا ہے اور زخم پر زخم لگاتا ہے۔ شکاری جانور اپنے شکار پر حملہ کرتے ہیں۔ اور دفعتہً جو صدمہ پہنچے وہ زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ شکستہ خاطر بھولی بھالی لیلیٰ نے نکاحِ مجنوں کی خبر سُنی تو اسی طرح اُس کی جان پر بھی بن گئی۔ نکتہ بلاغت، شکستہ بال چکور پر جو بے خبری میں حملۂ شاہین سے مصیبت پڑی اُس کی تشریح نہیں کی بلکہ "چہ حال باشد" کہکر پڑھنے والوں کے قیاس پر چھوڑ دیا کہ جہاں تک چاہیں اندازہ کو وسعت دے لیں۔ الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ۔

(لیلی بسترِ مرگ پر)

لیلی که بهارِ عالمی بود   از چشمۂ زندگی نمی بود
آتش زده گشت نوبهارش   وز آب برفته چشمه سارش
آن ریشِ کهن که در جگر داشت   جاں برد که سوئے جاں گزر داشت
آن دل که شدش به عشق پامال   جاں نیز رواں شدش به دنبال
آمیخت به سروِ نوجوانش   بیماریِ جسمِ ناتوانش
شعلۂ تبِ تنش چناں بر آمد   کش دود ز استخواں برآمد
پهلو به کنارِ بستر آورد   سرپوشِ اجل به سر در آورد
گشتش تنِ گوهرین سفالین   وز بسترِ رنج ساخت بالین
در آتشِ تب فتاده نعلش   یاقوتِ کبود گشت لعلش
گیسوی شکنجِ ناز ماندش   نرگس ز کرشمه باز ماندش
شد تیره جمالِ صبح تابش   وافتاده بزردی آفتابش
هم رنجِ تن و غمِ اندهِ یار   یک جاں بدو غم شده گرفتار

تصویرِ فطرت

(بهار)

چون نافه گشاد بادِ نوروز   بشگفت بهارِ عالم افروز
ابر از صدفِ سپهرگیر   در گوشِ بنفشه ریخت گوهر
سرو از عَلَمِ بلند پایه   بر فرقِ سمن فگند سایه
از شبنمِ گوهرین شمائل   آراست گلوئے گل حمائل

غنچه بدر آمد از شبستاں — پر شیر شدش ز ابر پستاں

بید از سر خنجر گهردار — شد بر سر یاسمن گهربار

(جوہردار)

نازک تن لالهٔ دل افروز — لرزنده شد از نسیم نوروز

با شاهد و می خجسته تاباں — گشتند بسر چمن خراماں

(خزاں)

آمد چو خزاں بہ غارت باغ — بنشست بجاے بلبلاں زاغ

رخسارهٔ لاله پر ز چیں گشت — آئینۂ آب آہنیں گشت

ہر غنچه که جلوه کرد گستاخ — در ریختن آمد از سر شاخ

پر برگ شده زمین گلزار — چوں مجلس زرگراں ز دینار

ریزاں گل و لاله شست در شست — مالیده چنار دست بر دست

ہر سوے برہنه گلستانے — چوں راه فتاده کاروانے

ز آسیب طپانچہاے صرصر — غلطاں بہ زمیں شگوفهٔ تر

منقار کلاغ بر سر گل — مقراض شده به پرّ بلبل

شیرازهٔ گل گره کشاده — ہر سو ورقے بروں فتاده

ماندند ہمه غنچہاے خوشبوے — از خنده شگفته ترش روے

برگے که ز باد شد گریزاں — ہر گوشه دواں فتاں و خیزاں

نرگس که ز خواب چشم بسته — زرگشته ز غش خراب خسته

سوسن زغبارِ سینہ پُرخار | کازادہ و باغباں سروکار
رخسارۂ یاسمیں زمیں سائے | پیمانۂ لالہ بادپیمائے
درزلزلہ سروِ راست خانہ | چوں مردمِ راست در زمانہ
نسریں بہ لتِ زمانہ خوردن | وزشاخ بہ تازیانہ خوردن
گیسوئے بنفشہ خاک بوساں | چوں زلفِ خمیدۂ عروساں
درہم شدہ جعدِ سنبل از باد | شانہ طلب از درختِ شمشاد

لالہ کا رنگ بہار وخزاں دونوں میں دکھایا ہے۔ بہار کی بہار دیکھو؎

نازک تنِ لالۂ دل افروز
لرزندہ شد از نسیمِ نوروز

وہی برگِ لالہ خزاں کے صدمے سے پژمردہ ہو کر پرشکن بن جاتا ہے۔ ع

رُخسارۂ لالہ پرزچیں گشت

خزاں کے ہاتھوں جو تباہی باغ پر پڑی اُس کی تشبیہ اُس کارواں سے جس کو قزاقوں نے ابھی ابھی لوٹا ہو کس قدر بلیغ ہے۔ ع

چوں راہ فتادہ کاروانے

خشک پتّوں کو جو ہوا ادھر اُدھر اُڑاتی پھرتی ہے اُس کا تصور باندھ کر اس مصرع کو مکرّر پڑھو۔ ع

ہر گوشہ دواں فتاں وخیزاں

خود کھدو گے کہ ہو بہو تصویر کھنچ گئی۔ "سرورِ راست" کے زلزلہ کی تشبیہ راست باز آدمیوں کی پریشان حالی سے جو زمانے کے ہاتھوں نصیب ہوتی ہے کیسی دلکش ہے۔

(دوپہر کی تپش)

یک روز بگاہِ نیم روزاں	کانجم شدہ زافتاب سوزاں
جائے نہ کہ دیدہ را برد خواب	ابرے نہ کہ تشنہ را دہد آب
مرغانِ چمن خزیدہ در شاخ	در رفتہ خزندگاں بہ سُوراخ
خورشید چنانچہ تیزیِ اوست	بکشادچو مار از آدمی پوست
در حوضۂ خشک از آتش و تاب	صدپاں شدہ زمینِ بےآب
در دشت سرابہائے کیں توز	چوں وعدۂ سفلگاں جگرسوز
مرغابی در آرزوے آبے	خوں خوردہ بگرد ہر سرابے
ریگ از بط پختہ در گرانی	چوں تابہ بروزِ میہمانی
از گرمیِ ریگہائے گرداں	پر آبلہ پائے رہ نورداں
ہر کس بچنیں ہوائے ناخوش	در حجرۂ سرد کردہ جا خوش

واقعہ نگاری افسانہ نگاری کا کمال یہ ہے کہ فرضی قصہ اس انداز سے بیان ہو کہ واقعہ معلوم ہونے لگے۔ اس کے لئے شاعر کو فطرتِ انسانی اور واقعات کا کامل نبض شناس ہونا چاہیئے۔ جن شعرا کو یہ ملکہ حاصل تھا وہی اس میدان کو کامیابی سے طے کر سکے۔ مثنوی مجنوں لیلی میں دو ماؤں کا ذکر ہے ایک مجنوں کی دوسری لیلی کی۔

دونو مائیں اپنے اپنے لختِ جگر کی رُسوائی کا حال سُنتی ہیں۔ مگر نازک فرق یہ ہے کہ ایک لڑکے کی رُسوائی سُنتی ہے دوسری لڑکی کی۔ ظاہر ہے کہ دونو کے فکر و رنج میں ایک لطیف تفاوت ہی۔ حضرت امیر خسرو اس فرق کو پیش نظر رکھکر دونو کا حال لکھتے ہیں۔ اسی طرح جس موقع پر مجنوں کا باپ اور اُس کی ماں اپنے لختِ جگر کو نصیحت کرتی ہی تو وہاں بھی اس نازک فرق کو ملحوظ رکھا ہی جو ایک ما اور ایک باپ کے جذبات اور انداز فہمایش میں ہو سکتا ہی۔

(لیلی کی ما کو اُس کی وارفتگی معلوم ہوتی ہی)

چوں رفت بگوشِ ہر کس ایں راز ۔۔۔ وز ہر طرفے برآمد آواز

تا گشت ز گفتگوے او باش ۔۔۔ بر ما درِ لیلی ایں خبر فاش

ما در ز نہیبِ شرمِ اغیار ۔۔۔ بنشست بگوشۂ دل افگار

زاں آتشِ دہ زبانہ ترسید ۔۔۔ وز سرزنشِ زمانہ ترسید

فرزند خجستہ رانہانی ۔۔۔ بنشاند ز راہ مہربانی

گفت اے دل و دیدۂ مرا نور ۔۔۔ از روے تو باد چشمِ بد دُور

دانی کہ جہاں فریبناک ست ۔۔۔ آسودگیش غم و ہلاک ست

ہر کاسہ کہ خوانِ دہر دارد ۔۔۔ پنہاں بنوالہ زہر دارد

ہر سُرخ گلے کہ در بہارے ست ۔۔۔ در دامنِ او نہفتہ خارے ست

تو سادہ مزاجی و تنک دل ۔۔۔ وز نیک و بدِ زمانہ غافل

چوں اہلِ زمانہ را وفا نیست
زیشاں طلبِ وفا روا نیست

ہاں تا نکنی عنانِ دل سست
کافتادہ خلاص چوں تواں جست

القصہ شنیدہ ام کہ جائے
داری نظرے بر آشنائے

ترسم کہ چو گردد ایں خبر فاش
بدنام شوی میانِ اوباش

با ایں تنِ پاک و گوہرِ پاک
آلودہ چرا شوی بہر خاک

جائے منشیں کہ چوں نہی پائے
تہمت زدہ خیزی از چناں جائے

صوفی کہ شود بہ مجلسِ مے
البتہ چکد پیالہ بر وے

عشق ارچہ بود بہ صدق و پاکی
خالی نہ بود ز شرمناکی

گر دم نہ زنند کاردانان
چوں باز رہی ز بدگمانان

(مجنوں کی ۱)

در پیش نشست و زار بگریست
گفتا کہ بہ است مرگ ازیں زیست

تا زادہ شد از عدم وجودم
رنجے ز جہاں نیاز مودم

دولت ہمہ عمرم آنچناں داشت
کز اندہِ دہر بر کراں داشت

آزادم داشت بختِ فیروز
ز آسیبِ زمانہ تا بامروز

واکنوں کہ دمید صبحِ پیری
کافوری گشت زلفِ قیری

بالائے چو تیر شد کمانم
وآمد بتزلزل استخوانم

مپسند کہ در چنیں زمانے
سوزد بغمت شکستہ جانے

مردانہ برآر پائے از گل　　　بندی بخدائے خویشتن دل

تا بو کہ بصبرِ فرخ انجام　　　از کام روا برآیدت کام

ما ہم ز پئے چنانکہ دانیم　　　جہدے بکنیم تا توانیم

(مجنوں کا باپ)

پیر از جگرِ کباب گشتہ　　　رُخ شستہ بہ خونِ آب گشتہ

بگریست بروبہ خستہ جانی　　　بوسید سرش بہ مہربانی

میسوخت بزاری از گزندش　　　میداد ز سوزِ سینہ پندش

کاے شمعِ دل و چراغِ دیدہ　　　وے میوۂ جان و باغِ دیدہ

باآں خردے کہ داشت رایت　　　چوں در وحل اوفتاد پایت

در دل کہ نہاد بر تو ایں بار　　　سودائے کہ کرد با تو ایں کار

پیرانہ سرم گزاشتی چہر　　　بر پیریِ من نیامدت مہر

بودم بگماں کہ گاہِ پیری　　　مونس شویم بدست گیری

چوں بشکند ایں تنِ سفالیں　　　غمخوار تو باشیم بہ بالیں

خود گشت دریں سفالِ پُر درد　　　پیش از تنِ من سفالِ تو خورد

دریاب کہ عمرِ ما سر آمد　　　طوفانِ اجل بسر در آمد

جنبید درائے کاروانم　　　ہودج طلبید ساربانم

بگسست زہِ کمانِ سختم　　　وز زلزلہ سست شد درختم

گرچوں خلفاں شوی جگر سوز — باشد خلف از برائے ایں روز

بشتاب کہ تا دریں غم آباد — پیش از اجلم رسی بہ فریاد

زیں پس کہ بہ جستنم شتابی — جو ئیم بسے و لے نیابی

نقدِ تو ہماں بود کہ خنداں — بینی بہ جمالِ ارجمنداں

با وقتِ عزیز و عیشِ دلکش — یارانِ عزیز را کنی خوش

زیشاں نفسے بہ جہل مشمر — عمر ست نہ باد سہل مشمر

آں تحفہ کہ قیمت ست جانش — ضائع چہ کنی بہ رائگانش

سستی ست بہ لطمہ پست گشتن — وز جامِ نخست مست گشتن

گر واقعہ چند سینہ سوز ست — مردی ز پئے کدام روز ست

زیں غم ہمہ گر مرا دیار ست — غم ہیچ مخور کہ در کنار ست

گر برمہ آسماں نہی ہوش — کوشم کہ رسانمت در آغوش

آپ نے تینوں نظمیں پڑہیں لیلیٰ کی ما جیسے ہی لیلیٰ کے تعلقِ خاطر کا حال سنتی ہی رُسوائی و بدنامی کے خیال سے جگر تھام لیتی ہی اور فرطِ صدمہ سے ایک گوشہ میں جا بیٹھتی ہی۔ بالآخر سنبھلتی اور لیلیٰ کو تنہائی میں سمجھاتی ہی۔ شرم و غیرت کی جذبات کو ابھار کے اور بدنامی و رسوائی سے خوف دلا کر اُس کا خیال بدل دینے کی کوشش کرتی ہی۔ یہ بھی سمجھاتی ہی کہ ابنائے زمانہ بیوفا ہیں دھوکا نہ کھانا چاہیے صنفِ نازک کے خیال میں مرد ایک خود غرض مخلوق ہی۔ اسی کی جھلک اس نصیحت میں ہی۔ ابتدائے

محبت میں عموماً اپنی پاک بازی پر بھروسہ اور یہ گمان ہوتا ہی کہ ہم پاک باز ہیں تو ہم کو
کوئی بُرا کہنے کا کیا حق رکھتا ہی۔ لیلیٰ کی ماں اس خیال کی بھی تردید کرتی ہی ؎

صوفی کہ رود بہ مجلسِ مے
البتہ چکد پیالہ بروے

بالآخر بقیہ شبہ بھی رفع کر دیتی ہی ؎

گردم نہ زنند کاروانان
چوں باز رہی ز بدگمانان

اہلِ خرد بدنام کرنے سے احتیاط بھی کریں تو بدگمانوں سے کب پناہ مِل سکتی ہی۔ غالباً
ایسے موقع پر اس سے بہتر نصیحت کا پیرایہ نہیں ہو سکتا۔

مجنوں کی ما اپنے فرزند کی گرفتاری کا حال سُن کر اُس کو اس پیرایہ میں
سمجھاتی ہی کہ اب تک میں آرام سے رہی ہوں اب مجھکو صدمۂ جانکاہ مت دے۔
پھر اُس کو مردانہ ہمّت یاد دلا کر ضبط و صبر کی جانب رہنمائی کرتی اور بالآخر حصول
مدعا میں حتی الامکان کوشش کی تسلّی دیتی ہے۔ مجنوں کا باپ بھی یہی نصیحت کرتا ہی
مگر مردانہ لہجہ و انداز میں وہ کہتا ہی کہ اولاد بڑھاپے کا سہارا ہوتی ہی۔ مجھکو بھروسہ تھا
کہ پیری کے وقت تو میری دست گیری و ہمدردی کرے گا مگر تو خود ہمدردی و
دست گیری کا محتاج ہی۔ پھر اپنے بڑھاپے پر اُس کو رحم دلانے کی کوشش کرتا ہی۔
دوست احباب کے جلسے یاد دلا کر اُس طرف طبیعت کو مائل کرتا ہی۔ عمر کے گرانمایہ ہونے

اور بیکار نہ کھونے کا فلسفہ سمجھاتا ہی۔ اور اُس کی دانشمندی سے اپیل کرتا ہے۔ ع

یا آں خردے کہ داشت رایت

پھر مردانہ جذبات کو تحریک میں لا کر صبر وضبط کی تلقین کرتا ہی۔ بالآخر یہ کہتا ہی کہ کچھ بھی ہو اُس کا دامنِ مقصود بھر دیا جائے گا۔

دیکھو ماں اپنی ضعیفی و بیکسی اس طرح بیان کرتی ہی:

واکنوں کہ دمید صبحِ پیری — کافوری گشت زلفِ قیری
بالائے چو تیر شد کمانم — وآمد بتزلزل اُستخوانم
مپسند کہ درچنیں زمانے — سوز و بغمت گسستہ جانے

باپ بڑھاپے اور ناتوانی کا یوں اظہار کرتا ہی:

دریاب کہ عمرِ ناسرآمد — طوفانِ اجل بسر درآمد
جنبید درائے کاروانم — ہودج طلبید ساربانم
بگسست زہِ کمانِ سختم — وز زلزلہ سست شد درختم
گرچوں خلفاں شوی جگر سوز — باشد خلف از برائے ایں روز

ان دو شعروں کا مقابلہ کرو، زنانہ عجز اور مردانہ قوت کا پتا لگے گا:

ماں { بالائے چو تیر شد کمانم / دآمد بہ تزلزل اُستخوانم }

باپ { بگسست زہِ کمانِ سختم / وز زلزلہ سست شد درختم }

وعدۂ کوشش کا فرق:

ما { ماہم زیست چنانکہ دانیم
جہدے بکنیم تا توانیم }

یعنی جہاں تک ہم سے ہو سکے گا کوشش کرینگے۔

باپ { زیں غم ہمہ گر مراد یارست
غم ہیچ مخور کہ در کنارست
گر بر مہ آسماں نہی ہوش
کوشم کہ رسانمت در آغوش }

اپنا مقصود اپنے دامن میں آیا سمجھ۔ آسمان کا چاند بھی ہے تو اُس کو تیرے پاس لانے کی کوشش کروں گا۔

ایک اور واقعہ کی تصویر: مجنوں جوشِ جنوں میں سرگرداں ہے۔ مخلوق کا پیچھے ہجوم ہے۔ دیوانوں کے اُستاد لڑکے بھی سرگرمِ ضیافت ہیں:

میرفت چو باد کوہ بر کوہ | خلقے زپیش دواں بانبوہ
ہر کس بہ لطافتِ جوانیش | میخورد فسوسِ زندگانیش
اینش زدر و نہ پندمی داد | وانش بہ جفا گزندمی داد
طفلاں بہ نظارہ سنگ دردست | اینش زدو آں شکست دادو خست

باوجود اس جور و جفا کے مجنوں کا کیا حال تھا:

باآں شغبے کہ در گزر بود　　　دیوانہ زخویش بے خبر بود

میراند زآبِ دیدہ رودے　　　می گفت چو بلبلاں سرودے

زیادہ تشریح کی حاجت نہیں۔ لڑکوں کے سارے طوفان بے تمیزی کا نقشہ اس ایک مصرع میں کھینچ کر دریا کوزے میں بند کر دیا ہے۔ ع

اینش زد و آں شکست و آں خست

چوٹ کی یہ تین ہی قسمیں ہو سکتی ہیں خفیف، شدید، مہلک۔

ایک اور واقعہ نگاری: بعدِ دعوت مجنوں کا پیامِ شادی دیا گیا۔ اس کو سن کر لیلیٰ کے باپ کا حال اور جواب:

ایں قصہ کہ کرد میزباں گوش　　　از بس خجلی بماند خاموش

برخود قدرے چو مار پیچید　　　وانگہ بجواب دُر بسنجید

گفتا چہ کنم کہ میہمانی　　　ورنہ کنم آں سزا کہ دانی

ہر نکتہ کزاں کسے برنجد　　　رنجیدہ شود کسے کہ سنجد

شخصے کہ ز نقشِ تا سرانجام　　　مارا بقبیلہ کرد بدنام

دیوانہ و مست و لاابالی　　　وز مردمیِ زمانہ خالی

از بے ننگی فتاد در ننگ　　　از بے سنگی بہ خوردنِ سنگ

خلق از خبرش بہ کوچہ و در　　　انگشت بہ گوش و دست بر سر

زیں گونہ حریفِ ناخردمند　　　درخورد کجا بود بہ پیوند

لڑکی کا پیام سُن کر جو حجاب ہوتا ہے اُس کی تصویر۔ ع

از بس خجلی بماند خاموش

مجنوں کی حالت کی وجہ سے پیام کی ناگواری۔ ع

بر خود قدرے چو مار پیچید

یہ تین مضمون صاف کہہ رہے ہیں کہ یہ قصّہ سرزمین عرب کا ہے:

ع گفتا چہ کنم کہ میہمانی

ع مارا بہ قبیلہ کرد بدنام

ے وانگہ بخدای خداوند

از صدقِ عقیدہ خورد سوگند

کیں در نشود کشادہ تا دیر

گر کار بزباں رسد بہ شمشیر

ایک بار لیلی ناقہ پر سوار ہو کر مجنوں کے پاس گئی ہے۔ مجنوں کے ہمدم ہر قسم کے درندے تھے اِس واقعہ کے بیان میں یہ پہلو امیر خسرو کے نکتہ سنج قلم سے فروگذاشت نہیں ہوتا کہ اونٹ درندوں سے ڈرتا ہے۔ لیلی کا ناقہ درندوں کی بُو سونگھ کر رُک جاتا ہے:

او خفتہ وگرد او ددانش (مجنوں ۱۲)	شیرانِ شکار پاسبانش
از بوئے ددانِ صید فرسائے	از کار بشد جمازہ راپائے

اس ملاقات کی خوشی درندوں کے سوا کون مناتا۔

از عشرتِ آں دو مستِ بے جام   در رقص درآمدہ دد و دام

کانٹے بھی حاضر ہیں۔

ہر خار کشیدہ دُور باشے
می کرد بچشم بد خراشے

سحرِ حلال | شاعر کا اعلیٰ کمال یہ ہے کہ اُس کو یہ قدرت ہو کہ چاہے تو مخاطب کے دل میں ایک چیز سے نفرت پیدا کر دے اور چاہے رغبت۔ دنیا میں کوئی چیز شرِ مطلق نہیں ہے کہ کوئی صفت اُس میں نہو۔ نہ خیر محض ہے (سوائے ذات باری تعالیٰ کے) کہ اُس میں کوئی بُرائی نہو۔ فطرت کا مصور (شاعر) ہر ایک شے کے اچھے بُرے پہلو دیکھتا اور اپنے سحر انگیز بیان کے زور سے رغبت دلانے یا نفرت پیدا کر دینے کا کام لے لیتا ہے۔

حضرت امیر خسرو ایک موقع پر سگِ لیلیٰ کے ذکر میں یہ جادو بیانی دکھاتے ہیں۔ اوّل دیکھو کیسا گھناؤنا اور مکروہ صورت کُتا ہے۔

(مجنوں پھرتے پھرتے ایک موقع پر پہنچتا ہے)

دید از طرفِ گذر بسوئے   غلطیدہ سگے بہ کنجِ کوئے
خارش زدہ و خراش خوردہ   واز پہلوئے خود تراش خوردہ
در گردِ سرش چو فرقِ نقاب   وز سیخ تنش چو نیشِ قصاب
خم یافتہ در تہی گہش راہ   گشتہ شکمش ہمہ تہی گاہ

از دم دہنش فراز مانده　　دندانش زخنده باز مانده

سرتا قدمش جراحت وریش　　شویاں بزباں جراحتِ خویش

بے لقمہ گلوئے لقمہ خوارش　　لیسیدنِ دست و پائے کارش

گلی میں ایک خارشتی کُتّا پڑا ہوا ہی۔ خارش سے سارا جسم گھائل ہے پہلو میں زخم ہو گئے ہیں زخموں سے خون بہتا ہی۔ سر خاک میں گھسا ہوا ہی۔ مُنہ کھلے کا کھلا رہ گیا ہی کمر کبڑی ہو گئی ہی۔ بھوکوں کا مارا پیٹ کمر سے جا لگا ہے۔ سر سے پاؤں تک زخموں سے چور اور خون آلودہ زخموں کو زبان سے چاٹ رہا ہی۔ اس نفرت انگیز مخلوق کو مجنوں دیکھتا ہی۔

مجنوں چو بہ حالِ او نظر کرد　　در پیش دوید و دیدہ تر کرد

بگرفت بہ رفق در کنارش　　می شست بگریہائے زارش

جایش زکلوخ و خار می رفت　　وز پائے و سرش غبار می رفت

یہ مجنونانہ حرکت نہیں ہی۔ حق شناسی و حق پسندی کا جوش ہی۔ وجہ سُنئے۔

گفت اے کِلت از وفا سرشتہ　　نقشت فلک از وفا نوشتہ

ہم نانِ کسان حلال خوردہ　　ہم خوردہ خود حلال کردہ

کردہ زنِ حلال خواری　　با منعمِ خویش حق گزاری

جانت زحلال خوارگی مست　　وآسودگیت حرام پیوست

پیکار پزیر پاسبانان　　بیدار کنِ خراس بانان

از سایۂ تو رمیدہ نقّاب	چوں سایہ کہ وارمد زمہتاب
از خاستنِ شبِ سیاہت	میموں شدہ خوابِ صبح گاہت
تو شیرِ جوان و مست بودہ	وز شیر و پلنگ جاں ربودہ
معشوقۂ خسرواں بہ نخچیر	وافگندہ بدوش زلفِ زنجیر
صد خوں زلبت چکیدہ درخاک	وز لوثِ جنایتت دہن پاک
امروز کہ باز ماندی از کار	خواری ہمہ را مرانۂ خوار

مجنوں کہتا ہے اے کُتّے وفا تیری گھٹّی میں پڑی ہے۔ حلال کی کمائی تو کھاتا ہے۔ اپنے محسن کا حقِ خدمت و وفاداری پورا کرتا ہے۔ اُس کی جان و مال کی حفاظت پر اپنا آرام قربان کر دیتا ہے۔ جو پاسبان اپنی خدمت انجام دینے میں سُستی کرتے ہیں اُن کا تو دشمن ہے۔ چور تیرے سایہ سے بھاگتے ہیں۔ رات بھر کی محنت کے بعد صبح کا تیرا سونا مبارک ہے۔ جب تو جوان تھا تو شیر و پلنگ تجھ سے کانپتے تھے۔ بادشاہوں کا معشوق تھا۔ دوش پر زنجیر کی زلف پڑی ہوتی تھی۔ ان اوصاف کو پڑھ کر فرمائیے کہ جس مخلوق میں یہ وصف ہوں اُس کی کون قدر نہ کرے۔ اس صفت کو تو دیکھیے

جانت زحلال خوارگی مست
وآسودگیت حرام پیوست

جس انسان پر یہ شعر صادق آجائے وہ قدم چومنے کے قابل ہوگا۔ کُتّے کا یہ معمولی وصف ہے۔ مجنوں کے پیار کا فلسفہ اس سے بھی اعلیٰ ہے۔

پائے تو کہ گشت بر درِ یار | بر چشمِ منش سزاست رفتار
از حسرتِ آنکہ چشمِ آں ماہ | دیدہ است بہ جانبِ تو گہ گاہ
خواہم کہ تنگنائے ایں دلِ تنگ | در وے کشمت چو لعل در سنگ
خاکت بمژہ فشانم از پائے | در دیدہ کشم کہ ہست از انجائے
ہستیم من و تو ہر دو شب گرد | لیکن تو بہ نالہ و من از درد

ایک شخص نے مجنوں کی اس سگ نوازی پر اعتراض کیا تو وہ جواب دیتا ہے

گر من تہِ پائے سگ نہم بوس | زاں پائے بود نہ زیں لبِ افسوس
ایں پا کہ بہ شہر و کوئے گشتہ است | پیشِ درِ یارِ من گذشتہ است
روزیش بہ کوئے آں پری کیش | دیدم گذراں بہ دیدۂ خویش
تعظیمِ ویم نہ از پئے اوست | کش دوست گرفتیم از پئے دوست

سوز و گداز

(مجنوں کا نالۂ مستانہ)

ما ہیچ کسانِ کوئے یاریم | ما سوختگانِ خام کاریم
جانے نہ و با خضر ہم آبیم | نورے نہ و یارِ آفتابیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم | در زیرِ گلیم بادشائیم
بے منتِ تاج سرفرازیم | بے زحمتِ دیدہ عشق بازیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم | خانہ ز پئے نظاں سوزیم
گنجے ست غم اندرونِ سینہ | ما راست کلیدِ آں خزینہ

جانم ز فراق بر لب آمد　　می آئی یا برون خرامد
خطاب بہ لیلیٰ ۱۲
گفتی کہ صبور شو بہ دُوری　　دُوری ز تو و انگہے صبوری

بنمائے رُخ چو یاسمینم　　بنواز بہ شربتِ پسینم
تیغم بزن آستاں بکن پاک　　مگذار کہ بر درت شوم خاک
آسودہ مباد جانم آں روز　　کز دودِ غمت نباشدم سوز
گیرم خوش و شادماں توان زیست　　ہیہات کہ بے تو چوں توان زیست
سیلابِ بلا بر آمد از فرق　　کشتیم چہ سود چوں شدم غرق
بر سوزِ دلم کہ رستخیز ست　　انگشت منہ کہ شعلہ تیز ست
ہر قطرۂ خوں بریں رُخِ زرد　　پندار کہ چشمہ ایست از درد
مہرِ تو در استخوانِ من باد　　دردِ تو دوائے جانِ من باد

(لیلیٰ کی زارنالی ویرانۂ عاشق سے مراجعت کے بعد)

بازم غمِ عشق در سر افتاد　　بنیادِ صبوریم در افتاد
باز ایں دلِ خستہ دردِ نو کرد　　خود را ابو بالِ من گرد کرد
بازم ہوسے گرفت دامن　　کز عقل نشاں نماند با من
باز ایں شبِ تیرۂ جگر سوز　　بر بست بروئے من درِ روز
خوں موج درونہ بر سر آورد　　طوفاں ز تنور سر بر آورد
دودے کہ ز شوق در بر افتاد　　از سینہ گذشت و بر سر افتاد

طاقت برمید چند جوشم — آتش بدرونہ چند پوشم

گہ ہم کہ بود بہ پردہ جایم — وز حجرۂ غم بروں نیایم

ایں خانہ شگاف نالۂ زار — پوشیدہ کجا شود بہ دیوار

آں راکہ درونہ چاک باشد — از پردہ دری چہ باک باشد

در مجلسِ عشق جام خوردن — وانگہ غمِ ننگ و نام خوردن

دستِ من و آستینِ یارم — گو خلق کنند سنگسارم

شوریدہ کہ غرقِ حال باشد — رُسوا شدنش جمال باشد

ہر کبک دری بہ تیز گامی — بر لالۂ و گل بہ خوش خرامی

مسکیں منِ مستمندِ دل تنگ — محبوسِ بلا چو لعل در سنگ

اے دوست کہ بے منی و با من — آتش زدہ یا توئی و یا من

زارم ز غمت عظیم زارم — دستے کہ ز دست رفت کارم

گر کرد زمانہ بے وفائی — بارے تو مکن کہ آشنائی

ما نطعِ حیات در نوشتیم — تو دیر بزی کہ ما گذشتیم

حقائق و معارف مجنوں لیلیٰ اگرچہ ایک عشقیہ داستان ہے لیکن امیر خسرو کی دقیقہ سنجی نے جابجا اُس میں ایسے معارف درج کر دیئے ہیں جو ایک کامیاب زندگی اور رفعتِ مرتبہ کے واسطے دستور العمل بن سکتے ہیں۔

(کمال انسانی ہمت و علم پر منحصر ہے)

لیکن نبود حیات جاوید — تا سر نکشی بہ ماہ و خورشید

وان راست باوج آسماں سر　　کز جوہر علم یافت افسر

(علم سطحی و سرسری نہو بلکہ عمیق و کامل ہونا چاہئے)

آں نیست نشان علم والا　　کز خلق بری بہ حیلہ کالا

علم آں باشد کہ ہ کند پاک　　نے زرقِ مُزوّرانِ چالاک

آں تختہ درست کن بہ تکرار　　تا آگہ شوی از نہایتِ کار

(مرد بننے کی کوشش کرنی چاہئے)

چوں مرد بگرد مردمی گرد　　نے ہمچو بخیلِ ناجوامرد

سرمایۂ مردمی مکن کم　　کز مردمی ست قدرِ مردم

(دوست اور دوستی)

تا پا نہ نہی بدستیاری　　از دوست مخواہ دوستداری

یارے کہ بجاں نیاز مائی　　در کارِ خودش مدہ روائی

صد یار بود بہ نان تنکے نیست　　چوں کار بجاں فتد یکے نیست

(آسودگی دل کا راز)

خواہی کہ نگردی آرزومند　　می باش بہرچہ ہست خورسند

پویاں حریص روے زرد ست　　خورسندیِ دل صفاے مرد ست

(عزت ہمت کا ثمرہ ہے)

خواہی شرف و بزرگواری　　میکوش بہمتے کہ داری

کاں تن کہ بھتے سرشتہ ہست — مردم نگری وُلے فرشتہ است
فی الجملہ بہرچہ دست سائی — ہمّت چو قوی بود برآئی

(بے اصول کام بیکاری سے بدتر ہے)

بے بہرہ کہ کار کردنش خوست — بیکار ترینِ مردماں اوست

(سُستی ارادہ کو بھی سُست کر دیتی ہے)

آں خواجہ کہ کاہل ست خویش — کاہل ترا زوست آزرویش

(جو کام کرو کوشش کے ساتھ کرو)

ہر گہ کہ علم شدی بہ کارے — در غایتِ آں بکوش بارے

(تھوڑی اچھی چیز بہت سی بُری سے بہتر ہے)

یک شاخ کہ میوہ دہد تر — بہتر ز ہزار باغِ بے بر
یک بُلبلِ خوش نوائے و دلکش — بہتر ز دو صد کلاغِ ناخوش

(اچھّا لکھو اگرچہ تھوڑا ہو)

آں بہ کہ چو نکتہ سگالی — حرفے نبود ز نکتہ خالی
نے چوں حبشی کہ از تباہی — نورے نہ و عالمِ سیاہی

جو لوگ بے معنی دفتر سیاہ کرتے ہیں اُن کی تحریروں کی تشبیہہ حبشی سے کیا خوب ہی۔ ع

نورے نہ و عالمِ سیاہی

حفظِ مراتب امیر خسرو کو دقیقہ سنجی و واقعہ نگاری کا جو ملکہ مبدءِ فیاض سے عطا ہوا تھا اُس کی جانب ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ اسی صفت کا اثر ہی کہ اُن کے کلام میں حفظ مراتب کا پہلو نمایاں ہی اور اُن کا قلم کبھی دائرۂ اعتدال سے باہر نہیں جاتا۔ سب سے زیادہ لغزش گاہ پیر کی مدح ہی۔ زورِ مبالغہ کبھی حدّ رسالت سے ٹکرا دیتا ہی اور کبھی سدّ الوہیت سے۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی قدس سرہ کے ساتھ جو جوشِ عقیدت امیر خسرو کو تھا اور جو شفقت حضرت کو اُن کے حال پر تھی وہ یادگارِ زمانہ ہی۔ تاہم مدحِ مرشد میں پورا لحاظ حفظ مرتبہ کا رکھا ہی۔ اور ایک لفظ قلم سے ایسا نہیں نکلا جو اس دائرہ سے باہر ہو مع ہذا پیر کی مدح میں ذرہ برابر کمی نہیں کی۔ غالباً یہ مدح نمونۂ مدح کہی جا سکتی ہی۔

چوں گوہرِ مدحِ خواجہ سفتم	از غیب شنیدم آنچہ گفتم
اکنوں قدرے دُرِ معانی	ریزم بسرِ جنیدِ ثانی
قطبِ زمن و پناہِ ایماں	سرجملۂ جملۂ کریماں
در شرع نظامِ دینِ احمدؐ	یعنی کہ نظامِ دیں محمدؐ
در حجرۂ فقر بادشاہے	در عالمِ دل جہاں پناہے
بر خاک زرحمت آسمانے	بر چرخ ز دولت آستانے
بر مہ زگلیم بُردہ رایت	سلطانِ ممالکِ ولایت
شاہنشہِ بے سریر و بے تاج	شاہانش بہ خاکِ پائے محتاج

در پردهٔ غیب محرم راز	وز رازِ سپہر کیسہ پرداز
در عالمِ وحدت ایستادہ	بر ہر دو جہاں قدم نہادہ
از خواجگی آستیں کشیدہ	در پایۂ بندگی رسیدہ
بینا ترِ جملہ پاک بیناں	بیدار تریں شب نشیناں
ہر شب کہ رود بریں کہن بام	بر فرشِ فرشتگاں زند گام
در پیش دوند جملہ مشتاق	گویند بہ عرش قُم علی السّاق
مسند ز سپہر برترش باد	خسرو چو سگان چاکرش باد

تشبیہ شاعری کے کمالات میں سے خوبی تشبیہ بھی ہے۔ تشبیہ کا حسن یہ ہے کہ واضح ہو اور بدیع یعنی جس کی تشبیہ ہو اُس کا پورا نقشہ کھینچے۔ اسی کے ساتھ ندرت کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ امیر خسرو نے مجنوں لیلی میں بہت سی نادر تشبیہیں پیدا کی ہیں۔ بعض نمونے اوپر درج ہو چکے ہیں۔ چند اب لکھے جاتے ہیں۔ جا بناز دلاور جب میدان میں حملہ آور ہوتا ہے تو اس پھرتی اور سبک دستی سے ہر سمت حملہ کرتا ہے کہ اس کی تلوار شعلۂ جوّالہ بن جاتی ہے۔ دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں چاروں طرف ہاتھ مار رہا ہے۔ امیر خسرو اپنے بھائی کے ہتّوں کا بیان فرماتے ہیں:

روازہمہ سو برزم چوں تیغ
تیغ ازہمہ رو چو برق در میغ

علاوہ خوبی تشبیہ دونوں مصرعوں کا تقابل اور تیغ کی الٹ پلٹ قابل داد ہے۔

لیلیٰ مجنوں ایک مرتبہ خوبیِ تقدیر سے باہم ملتے ہیں لیکن پاکبازی و پاک دلی کے سا تھ

دو صبح بہم رسیدہ از دور

دو مشعل را یکے شدہ نور

چونکہ دونوں سوختہ جاں تھے اس لیے مشعل کی تشبیہ حسب حال ہی۔

مراجعتِ لیلیٰ کے بعد مجنونِ سوختہ اختر تمام شب تپشِ غم کے ہاتھوں نیم مُردہ ہی رہا۔

نے مُردہ نہ زندہ بود تا روز

چوں نم زدہ مشعلِ جگر سوز

تیل میں پانی ملجائے تو اُس کے اثر سے مشعل بحالتِ نیم سوختگی سخت شورش و پراگندگی کے ساتھ جلتی ہی۔ یہی حال مجنوں کا تھا۔ کمال تشبیہ یہ ہی کہ مشعل شب کو جلتی ہی مجنوں بھی رات ہی کے وقت آتش فراق میں جل رہا تھا۔

فرطِ غم و اندوہ سے لیلیٰ کے نازک رُخساروں پر چھائیاں پڑگئی ہیں:

نے کلفتہ کہ سایہ بُد بمہتاب

نے نے غلطم کہ سایہ بر آب

رُخسارِ نازک کی چھائیں پانی پر سایہ یہ نازک خیالی امیر خسرو کا حصہ ہی۔

سراب کی تشبیہ:

در دشت سرابہاے کیں توز

چوں وعدہ سفلگاں جگر سوز

جاں بلب پیاسا پانی سمجھکر سراب پر بامید سیرابی پہنچتا ہی اور وہاں دیکھتا ہے کہ پانی نہیں ریگ موج زن ہی۔ جو صدمۂ مایوسی اُس کے دل کو پہنچتا ہے وہی اُس شخص کے دل کو پہنچتا ہی جو وفائے وعدہ کی اُمید پر سفلہ کے پاس جاتا اور اُس کی وعدہ خلافی سے خونِ جگر پیتا ہی۔ مجنوں اپنی ناقدری کا شکوہ کرتا ہی:

بے قیمت و قدر و خوار و کاہاں

چوں مرکبِ کورِ بادشاہاں

دیکھو کیسی تشبیہ تام ہی۔ مشبّہ کی چاروں صفات "بے قیمت و قدر و خوار و کاہاں" مشبّہ بہ میں اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہیں۔ بادشاہ کی سواری کا گھوڑا اندھا ہو جائے تو ہمیشہ خوار و زار رہتا ہی۔ معمولی گھوڑا ہو تو مار دیا جائے۔ وہ نہ مارا جاتا ہے نہ کچھ قدر ہوتی ہی اور نہ پیٹ بھر کر کھانا ملتا ہی۔ یوں ہی کس مپرسی و لاغری میں ایام زندگی پورے کرتا ہی۔

لیلیٰ کے دفن کی تشبیہ:

کردند جگرِ زمیں کشادند

واں کانِ نمک درو نہادند

"جگرِ زمین" اور "کانِ نمک"۔ للہ دُرُّ قائلہ۔

مجنوں لیلیٰ کا مقابلہ لیلےٰ مجنوں (۱) مولٰنا نظامی گنجوی (۲) مُلّا ہاتفی ہروی اور (۳) مُلّا مکتبی شیرازی کے ساتھ

مولٰنا نظامی، امیر خسرو

مقابلے سے پہلے یہ اظہار ضروری ہی کہ مقابلۂ کلام میں اگر اشعار امیر خسرو کو مولٰنا نظامی کے اشعار پر ترجیح دی جاے تو اُس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مولانا کے پایۂ بلند میں کچھ فرق آتا ہی۔ مثنوی میں مولٰنا نظامی کا مرتبہ امیر خسرو سے بلند ہی۔ اور اس کو خود امیر نے اس بلند آہنگی سے ظاہر کیا ہے کہ مولانا نظامی کا بڑے سے بڑا مداح اس سے بڑھکر بیان نہیں کرسکتا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مولانا نظامی کا کل کلام امیر خسرو کے تمام کلام سے افضل ہی۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں کلام خسروی کی برتری صاف عیاں ہی۔ میں اپنی فہم و ادراک کے موافق موازنہ کرکے فرقِ کلام آزادانہ ظاہر کردونگا۔

مقابلے کے واسطے وہ اشعار انتخاب کئے گئے ہیں جو ہم قافیہ یا ہم مضمون ہیں۔ اس طرح پورا موقع مقابلہ کا ہی۔ موازنہ دو طرح ہوسکتا ہی۔ اوّلاً مجموعۃً، ثانیاً انفراداً۔

مجموعی مقابلے کے لئے پہلے مولانا نظامی کا کلام پڑھو اور بار بار پڑھو۔ اور جب پڑھ چکو تو غور کرو کہ دل پر کیا اثر ہوا۔ تمہارے دل پر متانتِ بلاغت کلام کا اور مضامین کی بلندی و رزانت کا اثر پڑے گا اور تم کہہ اُٹھوگے کہ ضرور یہ

ایک قادر الکلام اُستاد کا کلام ہی۔ اس کے بعد امیر خسرو کے اشعار اسی انداز سے پڑھو
اور سوچو۔ متانت و فصاحت کلام اور بلندی و خوبی مضامین کے ساتھ ساتھ درد کی
چاشنی پاؤ گے اور تمہارا دل شہادت دیگا کہ یہ ایک درد آشنا دل کی صدا ہی۔

اوّل حمد کو لیجئے۔

حمد

مولنا نظامی	امیر خسرو
اے نامِ تو بہترین سر آغاز	اے دادہ بہ دل خزینۂ راز
بے نامِ تو نامہ کے کنم باز	عقل از تو شدہ خزینہ پرداز
اے کارکشائے ہرچہ ہستند	اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار
نامِ تو کلیدِ ہرچہ بستند	نامِ تو گرہ کشائے ہر کار
اے ہست کُنِ اساسِ ہستی	اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی
کوتہ زدرت دراز دستی	از نیست پدید کردہ ہستی
اے ہفت عروسِ نہ عماری	اے چار رباط و ہفت پردہ
بر درگہِ تو بہ پردہ داری	بر ہفت عروس عقد کردہ
اے آنکہ نہ بر طریقِ چونی	ہرچہ از تو گماں برم بہ چونی
دانائے درونی و برونی	آں من بوَم و تو زاں برونی
اے سُرمہ کشِ بلند بیناں	اے دیدہ کشائے دُور بیناں
در باز کُنِ دروں نشیناں	سرمایہ دہِ تہی نشیناں

مولانا نظامی

صاحب توئی آں دگر کدام اند
سلطاں توئی آں دگر غلام اند
اے بر ورقِ تو درسِ ایّام
زآغاز رسیدہ تا بانجام
اے واہبِ عقل و باعثِ جاں
با حکمِ تو ہست و نیست یکساں
اے امرِ ترا نفاذِ مطلق
از امرِ تو کائنات مشتق
راہِ تو بہ نورِ لایزالی
از شرک و شریک ہر دو خالی
در صنعِ تو کامد از عدد بیش
عاجز شدہ عقلِ علّت اندیش
گر ہفت گرہ بہ چرخ دادی
ہفتاد گرہ بدو کشادی
ترتیبِ جہاں چنانچہ بایست
کردی بہ مثابتے کہ شایست

امیر خسرو

قادر توئی آں دگر چہ باشد
منعم توئی آں دگر کہ باشد
در تربیتِ تو یافت ایّام
پیرایۂ صبح و زیورِ شام
بودِ ہمہ گشتہ از تو موجود
حکمِ تو رواں بہ بود و نابود
اے حکمتِ تو بہ امرِ مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق
شرکت نبرد بہ ملک راہے
خاصہ کہ بہ ملک چوں تو شاہے
باریکیِ حکمتت کہ داند
کز کُن مکنِ تو نکتہ راند
دعوی گریِ ہمسرے بہ پیچ
در محکمۂ قضائے تو ہیچ
عالم ز تو شد بہ حکمت آباد
حکمت ز تو یافت آدمی زاد

مولنٰا نظامی	امیر خسرو
بے کو ہَیْ زکاف و نونے	در کارِ تو آسمان زبونے
کردی چو سپہر بیستونے	وز کلکِ تو کون کاف و نونے

انفرادی مقابلہ۔ مطلع مولنٰا نظامی کا بہت بلند و اعلیٰ ہے۔ پہلا مصرع دلیل دوسرا دعوی۔ "سر آغاز" کا لفظ کس قدر مناسب موقع ہی۔ دوسرا مصرع

بے نامِ تو نامہ کے کنم باز

جتنی بار پڑہوگے نام اور نامہ کی تجنیس تازہ لطف دے گی۔ امیر خسرو کے مطلع میں ایک خاص خوبی ہی۔ داستان عشق وحُسن کے مناسب خزینہ راز ہے اور قصۂ مجنوں کے ساتھ خزینہ پردازیِ عقل صنعتِ تضاد۔ مولنٰا نظامی کا مطلع ہر مضمون کی مثنوی کا سرنامہ ہوسکتا ہی۔ امیر خسرو کا مطلع صرف داستانِ عشق کا طرّہ دستار بن سکتا ہی۔

مولنٰا نظامی		امیر خسرو
اے کارکشائے ہرچہ ہستند	(۲)	اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار
نامِ توکلیدِ ہرچہ بستند		نام تو گرہ کشائے ہر کار

امیر خسرو کا شعر بہتر ہے مولنٰا نظامی کے پورے شعر کا مضمون امیر خسرو کے دوسرے مصرع میں آگیا۔ "کارکشا" سے "گرہ کشا" زیادہ بلیغ ہی۔ گرہ کشائی مشکل کشائی پر دال ہی لہذا اُس سے اظہار قدرت بیشتر ہوگا۔

امیرخسرو کا پہلا مصرعہ "اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار" مضمون و بندش دونوں میں لاثانی ہے۔ اور المستجمع لجمیع صفات الکمال کی پوری تفسیر۔

مولنا نظامی   امیرخسرو

اے ہست کُنِ اساسِ ہستی   (۳)   اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی

کوتہ ز درت دراز دستی   از نیست پدید کردہ ہستی

مولنا نظامی کے اوّل مصرعہ کا مضمون امیرخسرو کے شعر میں زیادہ بلیغ انداز میں موزوں ہوا ہے۔ قدرت اور چیرہ دستی سے کلام میں خاص زور پیدا ہو گیا جو حسب حال ہے۔ نیست سے ہستی کا پیدا کر دینا قدرت کا اظہار بمقابلہ اساسِ ہستی کو ہست کرنے کے زیادہ کرتا ہے۔

مولنا نظامی   امیرخسرو

اے ہفت عروسِ نُہ عماری   (۴)   اے چار بساط ہفت پردہ

بر درگہِ تو بپردہ داری   بر ہفت عروس عقد کردہ

مولنا نظامی کے یہاں مضمون زیادہ صفائی سے بندھا ہے۔ ہفت عروس و نُہ عماری کے واسطے پردہ داری بہت مناسب ہے۔ سبعہ سیارہ کی جانب جو تصرفات و احکام نجوم منسوب ہیں ان کے لحاظ سے بھی پردہ داری بہت موزوں ہے۔ امیرخسرو کے یہاں چار بساط، ہفت پردہ، ہفت عروس، تین عدد جمع ہیں۔ مولنا نظامی کے یہاں صرف دو، ہفت عروس و نُہ عماری۔ امیرخسرو کے شعر میں لفظ عقد عروس کے

نہایت مناسب ہی۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
ہرچہ از تو گمان برم بچونی	(۵)	اے آنکہ نہ برطریق چونی
آں من بُوم و تو زاں برونی		دانائے درونی و برونی

مولٰنا نظامی نے سادہ مضمون بیان فرمادیا ہی۔ امیر خسرو ایک دقیق فلسفہ پیدا کرتے ہیں یعنی جو بھی تصور اعلیٰ سے اعلیٰ ذات باری تعالیٰ کا ہم اپنے ذہن میں قایم کریں وہ ہمارے دماغ کی ایجاد ہوگا نہ ذات باری کا ادراک۔ لہذا وہ ایک ناقص ہستی کا ادراک و تصور رہو گا، نہ کامل واجب الوجود کا۔ "آں من بوم" پر غور کرو۔ ظلوم وجہول انسان بڑی کاوش سے ایک مفہوم ذات باری کا قایم کرتا ہی اور اُس پر بزعم خود بڑے سے بڑے نتایج لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ اس پردہ میں وہ خود چھپا ہوا ہی اور خود اپنے ہی بابتہ احکام صادر کر رہا ہی۔ جو بیچون ہے وہ چگونگی میں کس طرح سما سکتا ہی۔ اس راہ میں کیسے کیسے مدعیان خرد نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
اے دیدہ کشائے دُوربیناں	(۶)	اے سُرمہ کشِ بلند بیناں
سرمایہ دہِ تہی نشیناں		در باز کُنِ دروں نشیناں

اہلِ معرفت کو جو فیض مبدءِ فیاض سے پہنچتا ہی اُس کا ذکر ہی۔ امیر خسرو کا شعر بلند پایہ ہی۔ سرمہ کش، اور دیدہ کشائے کو اوّل دیکھو۔ صفاتی و عارضی قوت اور ذاتی قوت کا

فرق ہی۔ جو آنکھ سُرمہ کی مدد سے دیکھے وہ اُس آنکھ کو کہاں پہنچ سکتی ہے جو خود اپنی
قوت سے دیکھے۔ اس کے بعد بلندیں اور دوریں کے فرق پر غور کرو۔ بلندیں
شان رفعت کو ہویدا کرتا ہی۔ عارف شش جہت میں نگاہ سے مطلوب کا جلوہ دیکھتا
ہی اور اُس کی نظر میں فوق و تحت سب یکساں ہی۔ در باز کن اور سرمایہ دہ کا فرق
بھی ملاحظہ ہو۔ در کھول دینے سے یہ حاصل ہی کہ نظارہ گاہ پیش نظر ہے، اہلِ بصر
اپنی نظر سے کام لیں۔ سرمایہ دہ سے یہ مُراد ہی کہ نظارہ اور توفیق نظارہ سب
اُسی طرف سے ہی۔ نظارہ گاہ کے ساتھ قوت نظارہ بھی اُسی طرف سے آتی ہے۔
سرمایہ دہ سے فیض ذاتی مفہوم ہوتا ہی۔ دروں نشین و تہی نشین، دروں نشین میں
زیادہ سے زیادہ خلوت نشینی کا مفہوم ہے۔ تہی نشین میں احتیاج و افلاس ہے جو
درِ کریم پر پہلا ذریعہ حصول فیض کا ہی۔ نظر کو مزید وسعت دو۔ جو خودی سے تہی
ہو کر اور فنا کے مراتب طے کرکے سرحد بقا پر پہنچے اُس کی کامیابی اور رسائی
کہاں تک پہنچے گی۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
قادر توئی آں دگر چہ باشد	(۷)	صاحب توئی آں دگر کدام اند
منعم توئی آں دگر کہ باشد		سلطاں توئی آں دگر غلام اند

مولانا نظامی کا شعر صاف بلند پایہ ہے۔ ع "سُلطان توئی آں دگر غلام اند" کو
امیر خسرو کا کوئی مصرعہ نہیں پُہنچتا۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
وز تربیتِ تو یافت ایّام	(۸)	اے برورقِ تو درسِ ایّام
پیرایۂ صُبح و زیورِ شام		زآغاز رسیدہ تا بانجام

مولٰنا نظامی نے سادہ الفاظ میں یہ مفہوم ادا فرمایا ہے کہ زمانہ باآں ہمہ امتداد بس اس قدر وسعت رکھتا ہے کہ اُس کے سارے واقعات کی سرگزشت کتاب قدرت کے صرف ایک ورق پر ثبت ہے۔ امیر خسرو تغیر مضمون کے ساتھ زیادہ دلکش الفاظ میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عالم کی دلکش نیرنگیاں یدِ قدرت ہی کی بخشی ہوئی ہیں

ع پیرایۂ صُبح و زیورِ شام

کیسا دلآویز مصرع ہے۔ صُبح کا نورانی لباس شام کا مُرصّع زیور تخیل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ مولٰنا نظامی کے شعر سے درسِ ایّام کا وقوع ثابت ہوتا ہے اور بس نتیجۂ تعلیم نہیں معلوم ہوتا۔ امیر خسرو کے شعر سے درس و نتیجۂ درس دونوں ظہور پزیر ہیں۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
بود ہمہ گشتہ از تو موجود	(۹)	اے واہبِ عقل و باعثِ جاں
حکمِ تو رواں بہ بود و نابود		با حکمِ تو ہست نیست یکساں

مولٰنا نظامی نے صرف عقل و جان کے عطا و ایجاد کا تذکرہ فرمایا ہے نیز یہ کہ حکم ربّانی وجود و عدم دونوں پر یکساں نافذ ہے۔ امیر خسرو تمام مخلوق کا ایک ذرّہ

لفظ ہمہ میں انحصار کر کے وسعتِ قدرت دکھاتے ہیں جس طرح ایک مصوّر تل کی برابر نقطہ میں ایک شہر کا منظر نمایاں کر دیتا ہی۔ دوسرے دونوں مصرعے مقابل پڑہو۔

ع باحکمِ تو ہست و نیست یکساں

ع حکمِ تو رواں بہ بود و نابود

امیر خسرو کا مصرع زیادہ چست اور زور دار ہی۔ حکم الٰہی کا نفوذ و نفاذ جس قوت کے ساتھ امیر خسرو نے ظاہر کیا ہی وہ مولٰنا نظامی کے لفظوں میں نہیں ہی۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
اے حکمتِ تو بہ امرِ مطلق	(۱۰)	اے امرِ ترا نفاذِ مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق		از امرِ تو کائنات مشتق

مولٰنا نظامی کے اوّل مصرع سے امر الٰہی کا محض نفاذِ علی الاطلاق عیاں ہوتا ہی۔ امیر خسرو کے مصرع میں امرِ مطلق کا عین حکمت ہونا بھی بیان ہوا ہی، اور یہی شانِ عدل ہی۔ مولٰنا نظامی کے پورے مصرع کا مضمون امیر خسرو کے ان دو لفظوں میں آگیا امرِ مطلق۔ از امرِ تو کائنات مشتق میں وہ لطف نہیں جو عالم ز دو حرف کردہ مشتق میں ہی۔ صرف دو حرف سے سارے عالم کا مشتق ہو جانا قدرت پر زیادہ دلالت کرتا ہے بہ مقابلہ عظیم الشان امر الٰہی سے مشتق ہونے کے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
شرکت نبرد بملک راہے	(۱۱)	راہِ تو بہ نورِ لایزالی
خاصہ کہ بملک چوں توشاہے		از شرک و شریک ہر دو خالی

مولنٰا نظامی کے شعر کا پایہ بہت بلند ہی۔ نورِ لایزالی نے جو برقی قوت مولنٰا نظامی کے کلام میں پیدا کی ہی اُس کا عشرِ عشیر بھی امیر خسرو کے شعر میں نہیں ہی۔ امیر خسرو نے شاہانہ غیرت کی بنیاد پر شرکت کی نفی کی ہی مولنٰا نظامی جلال ربّانی کی برقِ خرمن سوز سے شریک و شرکت دونوں کی ہستی کو مٹاتے ہیں۔ وَبَینَھُمَا بونٌ بَعِیدٌ۔

مولنٰا نظامی — امیر خسرو

(۱۲)

مولنٰا نظامی	امیر خسرو
باریکیٔ حکمت کہ داند	در صنعِ تو کامد از عدد بیش
کز کُن کُمنِ تو نکتہ راند	عاجز شدہ عقلِ علّت اندیش

مولنٰا یہ بیان فرماتے ہیں کہ تیزی بے شمار صنعتِ عقلِ علت اندیش کے عجز کا سامان ہی۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ چونکہ حکمتِ الٰہی کی باریکی کو پہنچنا محال ہی اس لئے اُس کے امرونہی میں کون عقل کو دخل دیسکتا ہے۔ اس طرح دعویٰ دلیل سے ثابت ہوگیا۔ اس کے علاوہ مولنٰا نظامی کے مضمون سے واضح ہوتا ہی کہ بے شمار صنعت کو دیکھکر عقل عاجز ہوتی ہی۔ امیر خسرو باریکیٔ حکمت کو سبب عجز قرار دیتے ہیں جو ذرّہ ذرّہ میں عیاں ہی لہذا ہر ذرّہ عجزِ عقل کے لئے کافی ہی۔

(۱۳)

مولنٰا نظامی	امیر خسرو
گر ہفت گرہ بہ چرخ دادی	دعویٰ گری سپہر پر پیچ
ہفتاد گرہ بدو کشادی	در محکمۂ قضائے تو ہیچ

مولنٰا نظامی فرماتے ہیں آسمان میں اگر سات گرہیں (سبعہ سیّارہ) دستِ قدرت نے

لگا دی ہیں تو اُن کے ذریعے سے ستّر گرہیں کھول دی ہیں۔ یعنی آبائے علوی کے جو تصرفات عالم میں جاری ہیں اُن سے ہزاروں کام ہو رہے ہیں۔ یا احکام نجوم کی جانب اشارہ ہو۔ سات گرہ دے کر ستّر گرہیں کھول دینا پُرلطف مضمون ہے لفظی رعایت پر خیال کرو تو بدو بکشا دی ہیں دو کا لفظ ہفت و ہفتاد کے مناسب ہے۔ امیر خسرو کا مضمون اس سے بلند تر ہے۔ فرماتے ہیں کہ حکم الٰہی کے سامنے آسمان کیا چیز ہے محض ہیچ اور ناچیز۔ لہذا عظمتِ الٰہی کا اظہار امیر خسرو کے شعر میں زیادہ ہے۔ سپہر کے ساتھ پر پیچ کا لفظ لطف خاص رکھتا ہے۔ نجومی اور فلکی آسمان کے جس چکر میں ہیں اُس سے آج تک بال بھر بھی نہیں نکلے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
عالم ز تو شد بہ حکمت آباد	(۱۴)	ترتیبِ جہاں چنانکہ بایست
حکمت ز تو یافت آدمی زاد		کردی بمثابتے کہ شایست

مولٰنا نظامی کے پورے شعر کا مضمون ایک مصرع میں امیر خسرو نے زیادہ شاندار الفاظ میں لکھدیا ہے۔ چنانکہ بایست اور بمثابتے کہ شایست کا پورا مفہوم بہ حکمت آباد میں زیادہ بلیغ پیرایہ میں آگیا ہے۔ دوسرے مصرع میں امیر خسرو شرفِ انسانی کو نمونہ قدرت قرار دیتے ہیں۔ یہ مضمون مولٰنا نظامی کے شعر میں نہیں ہے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
در کارِ تو آسمان زبونے	(۱۵)	بے کوہکنی ز کاف و نونے
وز کلکِ تو کون کاف و نونے		کردی چو سپہر بیستونے

عظمت وقدرتِ ربّانی کا جو اظہار ع "درکارِ تو آسماں زبونے" سے ہوتا ہے وہ ع
"در کردی چو سپہر بیستونے" سے نہیں ہوتا۔ مولٰنا نظامی فلک بیستون کی رفعت دکھا کر
عظمتِ قدرت ثابت فرماتے ہیں، امیر خسرو پستی و زبونی یعنی عظمتِ قدرت اس قدر
ہو کہ اس کے سامنے عظمتِ آسمان کا تخیل بھی نہیں ہو سکتا ع "بے کوہنی زکاف و نونے"
سے معلوم ہوتا ہو کہ بلا دشواری قدرت نے سپہر سا بے ستون بنا دیا۔ کلامِ خسروی سے
ظاہر ہوتا ہو کہ قلم برداشتہ کاف اور نون دو حرف لکھدیئے بس یدِ قدرت کے روبرو
یہ کائنات ہی ساری کائنات کی (جس کا آسمان ایک جزوِ اقل ہو) اب تم خود سمجھ
لو کہ کونسا مضمون زیادہ آسانی ظاہر کرتا ہے۔ اس مقابلے سے ظاہر ہوتا ہے کہ
منجملہ پندرہ اشعار کے چار شعر مولٰنا کے افضل ہیں گیارہ امیر خسرو کے۔

مضامین خاصّہ

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
اے ہیچ خطے نگشتہ زاوّل	اے بیش زد انشِ خردمند
بے حجّتِ نامِ تو مسجّل	فرمانِ تو نطق را زباں بند
اے خطبۂ تو تبارک اللہ	اے سرِّ تو بستہ وہم را گوش
فیضِ تو ہمیشہ بارک اللہ	در معرفتِ تو عقل بیہوش
اے ہر چہ رمیدہ و آرمیدہ	اے جاں بہ جسد فگندۂ تو
در کُن فیکوں تو آفریدہ	ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو

مولنا نظامی

اے مقصدِ ہمتِ بلنداں
مقصودِ دلِ نیازمنداں
ہم قصۂ نانمودہ دانی
ہم نامۂ نانوشتہ خوانی

امیر خسرو

اے صانعِ جسم و خالقِ روح
مرہم بہ سینہائے مجروح
اے نور دہِ چراغِ عالم
ہر دم کنِ آدمی و آدم
اے بندہ نواز بندگی دوست
زانِ تو جہاں ز مغز تا پوست
بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بود
جز تو کہ تواند ایں چنیں بود
اندیشۂ ہر بلندی و پست
بگذشت و بدامنت نزد دست
گر دستِ منت رسد بدامن
پس فرق چہ باشد از تو تا من
چوں حکمِ تو گردد آشکارا
کس را بہ چرا و چوں چہ یارا
کردی بہ ازل تمام کاری
کز ہیچ کست نبود یاری

امیر خسرو

عاجز نہ از اساسِ ہمہ ساز

تا یار طلب کنی و انباز

قفلِ ہمہ را کلید بر تو

پنہانِ ہمہ پدید بر تو

اے خاک بر آں سری کز اخلاص

بر خاکِ عبادتت نشد خاص

مولانا نظامی کے اشعارِ خاص میں (یعنی جن کا مقابلہ امیر خسرو کے یہاں نہیں ہے)

یہ شعر بہت بلیغ و نادر ہے

اے خطبۂ تو تبارک اللہ　　　فیضِ تو ہمیشہ بارک اللہ

تبارک اللہ و بارک اللہ کا مقابلہ دیکھو۔ تبارک اللہ اشارہ ہے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْن

کی طرف۔ ماشاء اللہ کیا بلیغ خطبہ ہے۔ یہ اشعار بھی بہت خوب ہیں :

اے ہیچ خطے نشد ز اوّل　　　بے حجتِ نام تو مسجّل

اے ہرچہ رمیدہ و آرمیدہ　　　در کن فیکون تو آفریدہ

امیر خسرو کے اشعارِ خاص تعداد میں زیادہ ہیں۔ اشعارِ ذیل میں اُن کا خاص درد

نیاز کا رنگ ہے

اے خالقِ جسم و صانعِ روح — مرہم نہ سینہائے مجروح

اے بندہ نواز بندگی دوست — زانِ توجہاں زمغز تا پوست

اے خاک براں سری کزاخلاص — برخاکِ عبادتت نہ شد خاص

اس رنگ کے اشعار مولنا نظامی کے یہاں نہیں ہیں۔ اشعار ذیل کی معرفت ملاحظہ ہو

اے بیش زدانشِ خردمند — فرمانِ تو نطق را زباں بند

اے سرِّ تو بستہ وہم را گوش — در معرفت تو عقل بیہوش

اے نور دہِ چراغِ عالم — مردم کنِ آدمی و آدم

بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بود — جز تو کہ تواند اینچنیں بود

چوں حکمِ تو گرد د آشکارا — کس را بہ چرا و چوں چہ یارا

کردی بہ ازل تمام کاری — کز ہیچ کست نبود یاری

عاجز نہ از اساسِ ہر ساز — تا یار طلب کنی و انباز

اندیشہ بہر بلندی و پست — بگزشت و بدامنت نزد دست

گر دستِ منت رسد بہ دامن — پس فرق چہ باشد از تو تا من

آخر کے دو شعروں میں اُس غلطی کی اصلاح کی ہے جس میں فکر انسانی اپنے منتہائے کمال پر پہنچکر مبتلا ہو جاتی ہے۔ جب وہ کُنہ واجب الوجود کے ادراک سے عاجز آجاتی ہے تو انکار کی جُرأت کر بیٹھتی ہے۔ امیر خسرو فکر نارسا کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ ادراک نہو سکے تو انکار نہ کر بلکہ یہ سمجھ لے کہ مادی مخلوق اور ذات

مجرد کا فرق مستلزم عدم ادراک ہے۔ عدم ادراک عدم وجود کو مستلزم نہیں۔

مُناجات

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
اے عذر پذیر عذر خواہاں	عقل آبلہ پائے و کوئے باریک
عفو تو شفیع برگناہاں	وانگاہ رہے چو موئے باریک
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست	توفیق اگر نہ رہ نماید
در ہر چہ فتد فگندۂ تست	ایں قفل بہ عقل کے کشاید
آں را کہ تو افگنی بہ ز یست	اے عقل مرا کفایت از تو
بر داشتنش بباز وئے کیست	جُستن زمن و ہدایت از تو
ہم رحمت تو بود کہ پیوست	من بیدل و راہ سہمناک ست
افگندۂ خویش را دہد دست	چوں راہبرم توئی چہ باک ست
دستے کہ فتاد نفس خود رائے	عاجز شدم از گرانیِ بار
در مطرحِ سیل بے سرو پائے	طاقت نہ۔ چگونہ باشد ایں کار
بردار زخاکِ رہ کہ پستم	میکوشم و در تنم تواں نیست
از دست رہا مکن کہ مستم	کازرم تو ہیچ باک ازاں نیست
ہر چند تنِ گناہ پرورد	گر لطف کنی و گر کنی قہر
در حضرتِ قرب نیست درخورد	پیشِ تو یکیست نوش تا زہر

مولانا نظامی

شک در دلِ من بود کا سیرم
کز لطف زیم ز قهر میرم
گر قهر سزای ماست آخر
هم لطف برای ماست آخر
تا در نفسم کفایتے هست
فتراک تو کے گذارم از دست
وانگه که نفس بآخر آید
هم خطبهٔ نام تو سراید
واں لحظه که مرگ را بسیچم
هم نام تو در حنوط پیچم
چوں گرد شود وجودِ پستم
هر جا که روم ترا پرستم
احرام گرفته ام بکویت
لبیک زناں به جستجویت
احرام شکن بسی ست زنهار
ز احرام شکستیم نگه دار

امیر خسرو

با اینهمه گر پذیری این خاک
نقصان چه بود به عالمِ پاک
نزدیکِ خودم بخواں بداں نوُر
کز خود ابدالابد شوم دور
از یادِ خودم کن آنچناں شاد
کز هستیِ خود نیایدم یاد
جائیم رساں کز اوجِ اخلاص
دیوم بفرشتگی شود خاص
در گلشنِ قدس کُن بنالم
مگذار به گلخنِ وبالم
آں بخش که از توام دهد یاد
واں ده که براهِ تو تواں داد
خواهم بستایشِ تو بودن
من خود چه توانمت ستودن
هم تو دلِ پاک ده زباں هم
در مدحتِ خویش بلکه جاں هم

مولنا نظامی

من بیکس و رخنها نهانی
هان ای کس بیکسان تو دانی
یک ذرّه ز کیمیای اخلاص
گر بر مسِ من نهی شود خاص
آنجا که دهی ز لطف یک تاب
زر گردد خاک، دُر شود آب
پیشِ تو نه دیں نه طاعت آرم
افلاسِ تهی شفاعت آرم
تا غرق نشد سفینه در آب
رحمت کُن و دستگیر و دریاب
هم تو به عنایتِ الٰهی
آنجا قدمم رسان که خواهی
از ظلمتِ خود رهائیم ده
با نورِ خود آشنائیم ده
بردار مرا که اوفتادم
از مرکبِ جهدِ خود پیادم

امیر خسرو

تا گوید ذکرِ تو به تمییز
تنها نه زبان که جان و دل نیز
به گر ندهی بهیچ سانم
آن جان که بخویش زنده مانم
آن چشم دهم که بیش بیند
عفوِ تو و جُرمِ خویش بیند
آن پرده کشا که بار یابم
در پردهٔ صلاحِ کار یابم
پیداست که نیست از همه هست
تقدیم بجز امید بر دست
افلاس ببین و از سرِ جود
بگشای خزینهای مقصود
گیرم که نیم بلطف درخور
آخر نه که بنده ام برین در
گر رحمتِ تست بر نکو زیست
رحمت کُن بندگانِ بد کیست

مولنا نظامی

روزیکه مرا ز من ستانی
ضائع مکن از من آں چه دانی
وانگه که مرا به من دہی باز
یک سایۂ لطف بر من انداز
آں سایه که از چراغ دورست
آں سایه که آں چراغِ نورست
تا با تو چراغِ نور گردم
چوں نور ز سایه دور گردم
بے یادِ توام نفس نیاید
با یادِ تو یادِ کس نیاید
گر تن صفتے سرشتۂ تست
ور خط صفتے نبشتۂ تست
گر باز بداورم نشانی
اے داورِ داوراں تو دانی

امیر خسرو

چوں زانِ تو ایم پاک و ناپاک
ہم تو بکرم نگر دریں خاک
آخر نه گلم سرشتۂ تست
نیک و بدِ من نوشتۂ تست
چوں من رقم از تو می پذیرم
گر نامه سیه بود گیرم
جرمم منگر که چاره سازی
طاعت مطلب که بے نیازی
گر فضلِ تو رحمتے نه ریزد
از طاعتِ چوں منے چه خیزد
فردا که ز بنده راز پرسی
ناکردۂ و کرده باز پرسی
چوں میدانی بکار سستم
شرمنده مکن بباز جستم
از رحمتِ خویش کن درم باز
بے آنکه ز کرده پرسیم باز

امیر خسرو

عفوِ تو کہ مشعلیست پُر نور

از ظلمتِ راہِ من مکن دور

روشن کن ازاں نمط رہم را

کاری بسحر شبانگہم را

زیناں کہ اُمید دارم از تو

خواہش بجز ایں ندارم از تو

کاندم کہ دمم ز تن بر آید

با نامِ تو جانِ من بر آید

در حجلۂ قدس بخش جایم

تا با تو بجانبِ تو آیم

آں راہ نما بمن نہانی

کاندر تو رسم دگر تو دانی

مناجات کے تین جز ہیں جو خود خالق اکبر نے سورۂ فاتحہ کے ذریعے سے تلقین فرما
ہیں۔ اوّل ستایش، دوم نیایش، سوم گزارش۔ ستایش کا حصّہ زیادہ تر حمد میں ختم ہو لیتا
ہے۔ مناجات کے لئے نیایش و عرض حال دو جزرہ جاتے ہیں۔ نیایش کی جان عجز و شکستگ

گزارشِ مدعا کی نسبت یہ دیکھنا ہے کہ بارگاہِ عالی میں کیا مُدعا پیش کیا۔ ستایش کے نمونے تم کافی دیکھ چکے۔ اب نیایش و گزارش کی کچھ کیفیت معلوم کرو۔

(نیایش)

امیر خسرو	مولنا نظامی
اے عذرپذیرِ عذرخواہاں	اے عقلِ مرا کفایت از تو
عفوِ تو شفیع برگناہاں	جستن ز من و ہدایت از تو
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست	من بیدل و راہ سہمناک ست
در ہر چہ فتد فگندۂ تست	چوں راہبرم توئی چہ باک ست
ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست	عاجز شدم از گرانیِ بار
افگندۂ خویش را بہ دست	طاقت نہ چگونہ باشد ایں کار
دستے کہ فتاد نفسِ خود رائے	گر قہر سزائے ماست آخر
در مطرحِ سیل بے سر و پائے	ہم لطف برائے ماست آخر
ہر چند تنِ گناہ پرورد	بردار مرا کہ اوفتادم
در حضرتِ قرب نیست درخورد	از مرکبِ جہد خود پیادم
با اینہمہ گر پذیری ایں خاک	تا در نفسم کفایتے ہست
نقصاں چہ بود بہ عالمِ پاک	فتراکِ تو کے گزارم از دست
خواہم بہ ستایشِ تو بودن	وانگہ کہ نفس بآخر آید
من خود چہ توانمت ستودن	ہم خطبۂ نام تو سر آید

مولانا نظامی

چوں گرد شود وجود پستم
ہر جا کہ روم ترا پرستم
من بیکس و رخنہا نہانی
ہاں اے کسِ بیکساں تو دانی
پیشِ تو نہ دیں نہ طاعت آرم
افلاسِ تہی شفاعت آرم
گر تن حبشی سرشتۂ تست
در خط ختنی نبشتۂ تست
گر باز بداورم نشانی
اے داورِ داوراں تو دانی

امیر خسرو

ہم تو دلِ پاک دہ زباں ہم
در مدحتِ خویش بلکہ جاں ہم
پیداست کہ نیست از ہمہ ہست
نقدیم بجز اُمید در دست
افلاس ببین و از سرِ جود
بکشائے خزینہائے مقصود
گیرم کہ نیم بلطف درخور
آخر نہ کہ بندہ ام بریں در
گر رحمتِ تست برنکو زیست
رحمت کُن بندگانِ بد کیست
چون زانِ توایم پاک و ناپاک
ہم تو بکرم نگر دریں خاک
آخر نہ گِلم سرشتۂ تست
نیک و بدِ من نوشتۂ تست
جرمم منگر کہ چارہ سازی
طاعت مطلب کہ بے نیازی

امیر خسرو

گر فضلِ تو رحمتے تریزد

از طاعتِ چوں منے چہ خیزد

مجموعۂ اشعار پڑھنے سے عجز و شکستگی کا رنگ امیر خسرو کے اشعار میں زیادہ نمایاں ہے۔ بندۂ کمینہ، تنِ گناہ پرورد، خاک بندۂ در، ناپاک، عذر خواہ، بے سروپا، افلاس رحمت، عفو، شفیع، یہ عاجزانہ الفاظ امیر خسرو کے یہاں ہیں۔ مولانا نظامی کے یہاں اس رنگ کے الفاظ بیدل، عاجز، وجودِ پست، افلاسِ تہی، بیکس، تن جستے، شفاعت اور لطف ہیں۔ خود ان الفاظ کا مقابلہ کرو تو باعتبار اکثر امیر خسرو کے الفاظ میں انکسار و شکستگی زیادہ پاؤ گے۔

امیر خسرو		مولانا نظامی
بردار مرا کہ اوفتادم	(۱)	دستے کہ فتادنفسِ خود رائے
از مرکبِ جہد خود پیادم		در مطرحِ سیل بے سروپائے

بردار، دستے۔ اس موقع پر دستے کہکر مدد طلب کرنا بمقابلہ بردار کے زیادہ موثر ہے۔ مولانا نظامی کے شعر میں یہ مضمون ہے کہ ایک شخص گھوڑے سے گر گیا ہے اور کہتا ہے بردار (اُٹھاؤ) امیر خسرو یہ سماں دکھاتے ہیں کہ ایک شخص سیلاب میں اُچھلتا ڈوبتا چلا آتا ہے اور چلاتا ہے دستے، (ہاتھ پکڑنا) بتاؤ دیکھنے والے کے دل پر کس کا درد زیادہ اثر کرے گا؟ یقیناً ڈوبنے والے کا۔ فرض کرو تم دونوں واقعے ایک ساتھ اپنی آنکھ سے

دیکھتے ہو۔ ڈوبتے ہوئے کو بچا کر گھوڑے سے گرنے والے کو اُٹھاؤ گے۔ سوار
گھوڑے سے گر کر اکثر خود دامن جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا ہی۔ جو سیلاب میں بے قابو ہو جائے
اُس کو خدا ہی بچائے تو بچے۔

مولٰنا نظامی　　　　امیر خسرو

گر قہر سزائے ماست آخر　(۲)　گر رحمتِ تست برنکو زیست
ہم لطف برائے ماست آخر　　　رحمت کُن بندگانِ بدکیست

نیاز مندانہ ناز مولٰنا نظامی کے یہاں ہی، امیر خسرو کے یہاں شانِ عجز۔ اوّل لطف
اور رحمت کا موازنہ کرو۔ پھر اس عاجزانہ سوال پر غور کرو۔ ع

رحمت کُن بندگانِ بدکیست؟

مولٰنا نظامی　　　　امیر خسرو

پیشِ تو نہ دیں نہ طاعت آرم　(۳)　افلاس ببین و از سرِ جود
افلاسِ تہی شفاعت آرم　　　بکشائے خزینہائے مقصود

اپنے اپنے رنگ میں دونوں شعر لاجواب ہیں۔ خسروی عجز مولٰنا نظامی کے شعر میں ہی
اور نظامی شوکت امیر خسرو کے شعر میں۔ امیر خسرو کے سوال میں بھی اس موقع پر شان خسروی ہے

بکشائے خزینہائے مقصود

افلاس، جود، خزینہ، مناسب الفاظ ہیں۔ مولٰنا کے یہاں "تہی" کے لفظ نے شعر میں جان ڈال دی ہے

مولٰنا نظامی　　　　امیر خسرو

یک ذرّہ زکیمیائے اخلاص　(۴)　جائیم رساں کز اوج اخلاص
گر برمسِ من نہی شود خاص　　　دیوم بفرشتگی شود خاص

مولنا نظامی ایک ذرۂ اخلاص کے طالب ہیں۔ امیر خسرو اوجِ اخلاص پر صعود
چاہتے ہیں۔ مس کو سونا کر دینے سے دیو کو فرشتہ بنا دینے میں زیادہ ترقی ہے۔
امیر خسرو کا مضمون زیادہ بلند ہو۔

(گزارش)

امیر خسرو	مولنا نظامی
زینساں کہ امیدوارم از تو	روزیکہ مرا ز من ستانی
خواہش بجز ایں ندارم از تو	ضائع مکن از من آں چہ دانی
کاندم کہ دمم ز تن بر آید	وانگہ کہ مرا بہ من دہی باز
با نامِ تو جانِ من بر آید	یک سایۂ لطف بر من انداز
در حجلۂ قدس بخش جایم	آں سایہ کہ از چراغ دور ست
تا با تو بجانبِ تو آیم	آں سایہ کہ آں چراغ نور ست
آں راہ نما بہ من نہانی	تا با تو چراغِ نور گردم
کاندر تو رسم دگر تو دانی	چوں نور ز سایہ دور گردم

مولنا نظامی نے دو سوال کیے ہیں۔ ایک اوّل شعر میں ضائع مکن از من الخ اس
میں قبولِ عمل کا پہلو ہو۔ دوسرے سوال کا بیان دوسرے شعر سے شروع ہو کر چوتھے
پر ختم ہوتا ہو۔ انتہا یہ ہے ع

تا با تو چراغِ نور گردم

امیر خسرو صرف ایک سوال کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ع

خواہش بجز ایں ندارم از تو

سوال کی انتہا یہ ہے ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

دونوں انتہائی مصرعوں پر غور کرو اور دیکھو کہ فنا فی اللہ کا مضمون کس میں زیادہ نمایاں ہے؟ یقیناً امیر خسرو کے مصرع میں۔ دیکھو مولنٰا نظامی کا مدعا ختم ہو جاتا ہے ع

تا با تو چراغِ نور گردم

امیر خسرو فنا فی اللہ کے بعد بھی ترقی مدارج کے آرزومند ہیں ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

دگر تو دانی میں مدارج کی انتہا نہیں۔ علمِ قدیم غیر متناہی ہے۔ علیٰ ہذا سوال کی بھی انتہا نہیں۔ جہاں تک رسائی فہم تھی، مدعا ظاہر کیا اور خوب ظاہر کیا۔ آگے حضرتِ کریم کے علمِ قدیم کے حوالہ کر دیا۔ افوضُ امریٓ الیٰ اللہ۔ مولنٰا نظامی کے یہاں نور، سایہ اور چراغ کا تلازم بہت خوب ہے۔ امیر خسرو نے صاف صاف الفاظ میں مدعا عرض کر دیا ہے۔ اوّل حُجلۂ قدس میں مقام چاہتے ہیں پھر وہاں سے رفیق اعلیٰ کی رفاقت میں قدم آگے بڑھاتا ہے ع

تا با تو بہ جانبِ تو آیم

انتہائے سیر ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

نیں نہیں کچھ انتہا ہی نہیں۔ لفظ نہانی کس قدر بلیغ وحسب حال ہے۔ امیر خسرو نور ظلمت کے مضمون کو دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں:

عفوِ تو کہ مشعلیست پُر نور ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ازظلمتِ راہِ من مکن دُور

روشن کن ازاں نمط رہم را ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کاری بہ سحر شبانگہم را

ظلمتِ شب کو نورِ سحر سے بدل دینا کمال تنویر ہے۔ ان دو شعروں کا مقابلہ کرو۔

مولنا نظامی ‏ ‏ ‏ ‏ (۲) ‏ ‏ ‏ ‏ امیر خسرو

وانگہ کہ نفس بآخر آید ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کاندم کہ دمم زتن بر آید

ہم خطبۂ نام تو سر آید ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ با نامِ تو جانِ من بر آید

ظاہر ہے کہ مضمون دونوں شعروں کا ایک ہے یعنی خاتمہ تیرے نام پر ہو۔ خطبہ کے لفظ سے مولنا نظامی کے مصرع میں خاص شانِ بلاغت پیدا ہوگئی ہے۔ بیان امیر خسرو کا زیادہ موثر ہے جو موقع کے بالکل مناسب ہے۔ مولنا نظامی فرماتے ہیں جب نَفَس آخر ہو (زندگی ختم ہو) تو تیرے نام کا خطبہ پڑھ رہا ہو۔ امیر خسرو فرماتے ہیں جب دم نکلے تو جان تیرا نام لیتی ہوئی نکلے۔ جان اور نَفَس میں جس قدر فرق ہے اُسی قدر نام کی محبوبیت میں فرق اسلوبِ بیان سے مفہوم ہوگا۔ امیر خسرو کے کلام میں 'با نامِ تو' میں لفظ 'با' نے خاص لطف پیدا کیا ہے جو رفاقت پر دلالت کرتا ہے۔ مولنا کے شعر میں نَفَس نام پاک لیتا ہوا ختم (آخر) ہو رہا ہے۔ امیر خسرو کے کلام میں جان نام پاک

کے ساتھ جا رہی ہے۔ "برآید" پر غور کر کے دیکھو کہ کہاں۔ کچھ شبہ نہیں کہ یہ خوبی مضامین
حضرت نظام المشایخ کی صحبت کا فیض ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

مولنا نظامی کے اشعار ذیل نہایت بلیغ اور اثرِ عجز و نیاز میں ڈوبے ہوئے ہیں

من بیکس و رخنہا نہانی ہاں اے کس بیکساں تو دانی
پیشِ تو نہ دیں نہ طاعت آرم افلاس تہی شفاعت آرم
گر تن جسے سرشتۂ تست در خط ختنی نبشتۂ تست

ہاں اے کسِ بیکساں، سبحان اللہ۔ اخیر شعر کا مضمون اور تقابلِ الفاظ کمالِ استادی ہے

نعت

مولنا نظامی	امیر خسرو
اے ختم پیمبرانِ مرسل	شاہِ رسل و شفیعِ مرسل
حلوائے پسین و ملحِ اوّل	خورشید پسین و نورِ اول
اے حاکمِ کشورِ کفایت	سلطانِ ممالکِ رسالت
فرماں دہِ جملۂ ولایت	طغرائے صحیفۂ جلالت
اے خاکِ تو توتیائے بینش	ہم نور دہِ چراغِ بینش
روشن بہ تو چشمِ آفرینش	ہم چشم و چراغِ آفرینش
خاکِ تو ادیمِ روئے آدم	گنجینۂ کیمیائے عالم
نورِ تو چراغِ ہر دو عالم	پیش از ہمہ پیشوائے عالم

مولانا نظامی

هر که آرد با تو خود پرستی
شمشیرِ ادب خورد دو دستی
اے شاه سوارِ ملکِ ہستی
سلطانِ خرد بہ چیرہ دستی
اے بر سرِ سدرہ شاہراہت
وے بر سرِ عرش تکیہ گاہت
رفتہ زِ وراے عرشِ والا
ہفتاد ہزار پردہ بالا
اے صدر نشینِ ہر دو عالم
محرابِ زمیں و آسماں ہم
گشتہ زمیں آسمان ز دینت
نے نے شدہ آسماں زمینت
ہر عقل کہ بے تو پے نبردہ
ہر جاں کہ نہ زندۂ تو مُردہ
عقل ارچہ خلیفۂ شگرف ست
بر لوحِ سخن تمام حرف ست

امیر خسرو

سرکوبِ مخالفانِ ابتر
تن پوشِ برہنگانِ محشر
شاہنشہِ تختِ آسمانی
خوانندۂ تختۂ نہانی
محو بہ کشائے پردۂ غیب
گنجورِ خزینہاے لاریب
پروانہ رسانِ ظلمت و نور
وز نور دو خاں نوشتہ منشور
یٰسیں ز دہانش دُر فشاندہ
طاہاش و ان یکاد خواندہ
نامش بہ سریرِ بادشاہی
توقیعِ سپیدی و سیاہی
جاروب زنانِ بارگاہش
از پرِّ فرشتہ رُفتہ راہش
شمشیرِ سیاستش سر انداز
شمشیرِ زبانش گوہر انداز

امیر خسرو	مولنٰا نظامی
	ق
ذیلِ کنفش زفتنہا دور	ہم مہر موئیدی ندارد
خاکِ قدمش بدیدہا نور	تا دینِ محمدی ندارد
در کُتب کاف و نون شب و روز	اے شاہِ مُقرّبانِ درگاہ
زو جملہ رُسُل دو حرف آموز	نامِ تو ورائے ہفت خرگاہ
کلک از صفتش زباں بریدہ	صاحب طرفِ ولایتِ جود
نُہ بحر ز کلکِ او چکیدہ	مقصودِ جہاں جہانِ مقصود
لشکر کشِ آسماں غلامش	سر جوش خلاصۂ معانی
تعویذِ کلاہ کردہ نامش	سر چشمۂ آبِ زندگانی
خورشید بہ نیلگوں عماری	سر خیل توئی و جملہ خیل اند
دربانِ درش بہ پردہ داری	مقصود توئی ہمہ طفیل اند
	سلطانِ سریر کائناتی
	شاہنشہِ کشورِ حیاتی

مولنا نظامی کے مطلع کے مصرع اوّل میں صرف ایک صفت ختم رسالت کا ذکر ہی۔ دوسرا مصرع بہت مشہور ہی اور اُس میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل و آخر شرف کو نہایت لطیف و مرغوب پیرایہ میں بیان فرمایا ہی۔ یعنی ملح اوّل و حلوای پسین بہ خوان کریم پر دستورِ قدیم کے مطابق آغاز نمک سے ہوتا ہی۔ خاتمہ حلوہ یا شیرینی پر

جب کائنات کا خوان کرم بچھا تو اُس پر صلائے عام کا آغاز و انجام ذات اقدس سے ہوا۔ روحی فداہ۔ نہ صرف یہ بلکہ جس طرح نمک قوام بدن کا باعث اور غذا میں لطفِ ذوق پیدا کرنے والا ہی اسی طرح ذات ہمایوں قوام وصلاح عالم کا اصلی سبب اور جمالِ مبارک تمام کائنات کا نمک اور حُسن تھا۔ خاتمہ دسترخوان کا حلوہ پر ہوتا ہی جو علاوہ خوش ذائقہ ہونے کے ہاضم طعام ہونے کی حیثیت سے غذا کے اصل مفاد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہی۔ شیرینیِ ذوق کی اعلیٰ ضیافت ہی۔ اسی طرح ذات مبارک پر رسالت کا خاتمہ تمام اگلی رسالتوں کی تعلیم کی کامیابی اور مرغوب ترین انجام تھا۔ امیر خسرو کے مطلع کے اوّل مصرع میں دو صفتیں مذکور ہیں ایک سروری انبیا دوسری شفاعتِ مذنبین۔ دوسرا مصرع بہت بلند پایہ ہی۔ ع

حلوائے پسین و ملحِ اوّل

امیر خسرو فرماتے ہیں: ع "خورشید پسین و نورِ اوّل"۔ اس مضمون میں قابل غور یہ ہی کہ خورشید کے طلوع ہوتے ہی سارے تارے نظروں سے غائب ہوجاتے ہیں اور خورشید سب کا تنہا قایم مقام بن جاتا ہی۔ آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے تمام ادیانِ سابقہ کے انوار محو ہوگئے اور نورِ حق کی روشنی سے عالم رشکِ روزِ روشن بن گیا۔ دیکھو ایک لطیف مضمون۔ سورج کا نکلنا تاروں کے فنا کا باعث نہیں ہوتا بلکہ اُن کے انوار نورِ آفتاب میں محو وجذب ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح شرع محمدی نے تمام ادیان کی خوبیوں کو احاطہ کرلیا ہی۔ ملح اوّل کے مقابل نورِ اوّل حدیث کا مضمون ہی۔

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور شان وجلالت کے عین مطابق۔ مُلّا مکتبی شیرازی کا مصرع ہے

خورشید پسین و صبح اوّل

صبح اوّل میں وہ عالم نہیں جو نور اوّل میں ہی۔

مولٰنا نظامی — امیر خسرو

اے حاکمِ کشورِ کفایت (۲) سلطانِ ممالکِ رسالت

فرماں دہِ جملۂ ولایت — طغرائے صحیفۂ جلالت

امیر خسرو کے شعر کا ترفع کسی شرح کا محتاج نہیں، حاکم کشور کفایت کے مقابل سلطان ممالک رسالت ہر لفظ زور و شکوہ میں بڑھکر ہے۔ع فرماں دہِ جملۂ ولایت ع طغرائے صحیفۂ جلالت۔ مضمون اگرچہ جدا ہی تاہم شکوہِ الفاظ محتاج بیان نہیں۔

مولٰنا نظامی — امیر خسرو

اے خاکِ تو توتیائے بینش (۳) ہم نور دہِ چراغِ بینش

روشن بہ تو چشمِ آفرینش — ہم چشم و چراغِ آفرینش

توتیا آنکھ کو قوّت دیتا ہی جس سے ایک شخص دیکھ سکتا ہی بشرطیکہ عالم روشن ہو۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ چراغ بینش کا نور تیز کر دیا جس سے ہزاروں آنکھوں کے سامنے منظرِ حقیقت روشن و عیاں ہو گیا۔ دوسرے مصرع میں روشن کا مقابلہ چشم و چراغ سے کر علاوہ شوکت الفاظ کی قوّت ہدایت صاف دیدہ افروز ہو گی۔ نہ صرف آنکھیں کھولیں

بلکہ شاہ راہِ معرفت پر چراغ بھی رکھدیا۔ امیر خسرو کا دوسرا مصرع ہی ع

خاکِ قدمت بدیدہا نور

مقابلہ کرو۔ ع

اے خاکِ تو توتیائے بینش

فرق صاف روشن ہی۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

(۴) خاکِ تو ادیمِ روئے آدم — گنجینۂ کیمیائے عالم
نورِ تو چراغِ ہر دو عالم — پیش از ہمہ پیشوائے عالم

مولنا نظامی کے اوّل مصرع میں خاکِ پاک روئے آدم کی رونق کا باعث ہی۔ ادیم و آدم کا تناسب طرفہ ہی۔ امیر خسرو نے کیمیائے عالم سے اُس صفت کو بیان کیا جس نے قلب کی ماہیت بدل کر مس سے کندن بنا دیا۔ ظاہر کی رونق سے اندرونی صفائی پیدا کرنے میں زیادہ کمال ہی۔ دوسرے مصرعوں کا مضمون جدا جدا ہے۔ بندش دونوں کی قابلِ داد ہی۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

(۵) ہر کہ آرد با تو خود پرستی — سرکوبِ مخالفانِ ابتر
شمشیرِ ادب خورد دو دستی — تن پوشِ برہنگانِ محشر

مولنا نظامی کے شعر میں صرف شانِ جلال کا ظہور ہی۔ امیر خسرو نے پہلے مصرع میں اس مضمون کو ختم کر کے دوسرے میں شانِ رحمت بھی دکھلا دی ہی اور کیسے دلگداز

الفاظ میں ؏

تن پوشِ برہنگانِ محشر

صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ۔

ہم مضمون وہم قافیہ اشعار کا مقابلہ ختم ہو چکا۔ باقی اشعار دونوں اُستادوں کے اپنے اپنے رنگ میں فرد ہیں۔ مولنٰا نظامی کے حسب ذیل اشعار کس قدر بلیغ ہیں:

اے صدر نشینِ ہر دو عالم	محراب زمیں و آسماں ہم
گشتہ زمیں آسماں ز دینت	نے نے شدہ آسماں زمینت
ہر عقل کہ بے تو۔ بے بَردہ	ہر جاں کہ نہ زندۂ تو۔ مردہ
سرجوشِ خلاصۂ معانی	سرچشمۂ آبِ زندگانی
صاحب طرفِ ولایتِ جود	مقصودِ جہاں جہانِ مقصود
سرخیل توئی و جملہ خیل اند	مقصود توئی ہمہ طفیل اند

امیر خسرو کے اشعار ذیل غالباً زیادہ بلیغ اور شانِ رسالت کے مظہر ہیں۔

مجوبہ کشائے پردۂ غیب	گنجور خزینہائے لاریب
پروانہ رسانِ ظلمت و نور	وز نورِ دخاں نوشتہ منشور
یٰسیں زدہانش دُرفشاندہ	طاہاش وان یکاد خواندہ
جاروب زنانِ بارگاہش	از پرِّ فرشتہ رُفتہ راہش
در مکتبِ کاف و نوں شب و روز	زو جملہ رُسل دو حرف آموز

معراج

معراج کے ذکر میں معرکہ کا مقام قربِ خاص کا بیان ہی اور وہاں کمالِ شاعری معلوم ہوتا ہی۔ سب سے اوّل یہ دیکھنا ہی کہ دونوں اُستادوں نے اس موقع پر کیا پیرایہ اختیار فرمایا ہی۔

مولنا نظامی	امیر خسرو
ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی	دید آں چہ عبارتش نسنجد
ہم سرِّ کلامِ حق شنیدی	در حوصلۂ خرد نگنجد
از غایتِ فہم و نورِ ادراک	دیدارِ خدائے دید بے غیب
ہم دیدن و ہم شنیدنت پاک	گفتار ز حق شنید بے ریب
در خواستی آں چہ بود کامت	زاں گفت و شنید بے کم و کاست
درخواستہ خاص شد بنامت	ہم گفتن و ہم شنیدنت راست
از قُربتِ حضرتِ الٰہی	کرد از کفِ غیب شربتے نوش
باز آمدی آں چنانکہ خواہی	کز ہستیِ خویش شد فراموش
گلنار شگفتہ از جبینت	ایزد ز کمالِ مہربانی
توقیعِ کرم در آستینت	دادش بہ کمال ہرچہ دانی
آوردہ براتِ رستگاراں	بنواخت بہ عزّتِ سلامش
از بہرِ چو ما شکستہ کاراں	بسپرد ودیعتِ کلامش

امیر خسرو

مقصودِ دو کون بر تنش ریخت

گنج دو جہاں بدامنش ریخت

با بخششِ پاک بندۂ پاک

آمد سوئے بند خانۂ خاک

آورد ز حضرتِ خداوند

منشورِ نجاتِ عاصیِ چند

مولٰنا نظامی نے تصریح فرما دی ہے

ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی ہم سرّ کلامِ حق شنیدی

امیر خسرو نے جن الفاظ میں اس موقع کا ذکر کیا وہ بہت بلیغ و پرمعنی ہیں

دید آں چہ عبارتش نسنجد در حوصلۂ خرد نگنجد

وہ نظارہ ضرور ایسا ہی تھا جو وسعتِ عبارت اور حوصلۂ خرد دونوں سے ماورا تھا

مولٰنا نظامی کے مطلب کو امیر خسرو نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے

دیدارِ خدائے دید بے غیب گفتار ز حق شنید بے ریب

"دیدارِ خدائے دید بے غیب" میں جو شانِ رویت ہے وہ غالباً "ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی"

میں نہیں ہے۔

امیر خسرو	مولنا نظامی
زاں گفت و شنیدِ بے کم و کاست	از غایتِ فہم و نورِ ادراک
ہم گفتن و ہم شنیدنت راست	ہم دیدن و ہم شنیدنت پاک

مولنا نظامی کا پہلا مصرع بہت بلیغ ہی اور رسالت کے فہم و ادراک کی شان نہایت پر معنی الفاظ میں ظاہر فرمائی ہی- وہ موقع جس اہتمام و احتیاط کا تھا اُس کا اظہار امیر خسرو کے الفاظ "بے کم و کاست" اور "راست" میں لفظ "پاک" سے زیادہ مصرح ہی-
عنایت سرمدی کا ذکر مولنا نظامی ان الفاظ میں فرماتے ہیں ؎

درخواستی آں چہ بود کامت   درخواستہ خاص شد بنامت

یعنی جو کچھ مقصود تھا آپ نے چاہا اور جو چاہا عنایت خاص سے عطا ہوا- امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

ایزد بکمالِ مہربانی   دادش بکمالِ ہرچہ دانی

اوّل تو بے مانگے بخشا پھر کمال مہربانی کو کمال بخشش کے ساتھ ملا کر غور کرو تو ذہن عطیۂ الٰہی کی عظمت سے مالامال ہوجائیگا- خداوند ذوالجلال کمالِ عنایت سے بخشش علی وجہ الکمال فرمائے تو اُس کا اندازہ کون کرسکتا ہی- اسی لئے امیر خسرو زورِ کلام کو مزید ترقی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں "ہرچہ دانی"- امیر خسرو کے ان اشعار کو پڑھو لطفِ سرمدی کا نقشہ آنکھوں میں پھر جائیگا ؎

کرد از کفِ غیب شربتے نوش   کز ہستیِ خویشتن شد فراموش

بنواخت بہ عزتِ سلامش ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بسپرد ودیعتِ کلامش

مقصودِ دوکون برتنش ریخت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ گنجِ دوجہاں بدامنش ریخت

مراجعت ملاحظہ ہو۔ مولٰنا نظامی ؎

از قربتِ حضرتِ الٰہی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بازآمدی آں چنانکہ خواہی

گلنارشگفتہ از جبینت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ توقیعِ کرم درآستینت

آوردہ براتِ رستگاراں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ از بہرچوماشکستہ کاراں

امیر خسرو ؎

بابخششِ پاک بندۂ پاک ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ آمدسوئے بند خانۂ خاک

آوردزحضرتِ خداوند ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ منشورِ نجاتِ عاصیِ چند

مولٰنا نظامی کا دوسرا شعر بہت بلند پایہ ہی۔ خصوصًا دوسرا مصرع "توقیعِ کرم درآستینت" امیر خسرو نے ؎ بابخششِ پاک بندۂ پاک ٭ آمدسوئے بند خانۂ خاک ٭ میں کمال عبودیت کو جو کمال محمّدی ہی عیاں فرمایا ہی۔ کیسا پاکیزہ مصرع ہی ع

بابخششِ پاک بندۂ پاک

اس شعر کو اُن اشعار کے ساتھ ملا کر پڑہو جو قرب خاص کے بیان میں گزرے، حفظ مراتب اور پاس ادب کی داد دل سے نکلے گی۔

مولٰنا نظامی کے اخیر شعر کا امیر خسرو کے اخیر شعر سے مقابلہ کروگے تو امیر خسرو کا شعر زیادہ چست معلوم ہوگا۔

ایک اور موقع دیکھو۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کی آمد:

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
از سدرہ رسید مُرغ والا	جبریل رسید طوق در دست
خواندش بہ نوید حق تعالیٰ	کز بہر تو آسماں کمر بست
آور دجنیبۂ فلک گام	ہر ہفت فلک کہ حلقہ بستند
فردوس نوردو فرقد آشام	نظّارۂ تست ہر چہ ہستند
داد از نمط جنیبہ داری	برخیز و ہلا نہ وقت خواب ست
شہ را بہ جنیبہ شہسواری	مہ منتظرِ تو آفتاب ست

آگے باقی سیّاروں کا ذکر کرکے فرماتے ہیں:

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
آں شاہ سوار آسماں گرد	امشب شبِ قدرِ تست دریاب
آہنگ بہ گشتِ آسماں کرد	قدرِ شبِ قدرِ خویش دریاب
	آرایشِ سرمدی ست امشب
	معراجِ محمّدی ست امشب

اشعار بالا کے مقابلہ سے واضح ہوگا کہ غالباً حفظ مراتب کلام خسروی میں زیادہ ہے۔ اور زور کلام مولٰنا نظامی کے یہاں۔

روانگی معراج کے موقع پر:

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
اوّل ز سرائے ام ہانی	سر بر زدہ زیں سرائے فانی
شد محرم کعبۂ یمانی	بر اوج سرائے اُم ھانی

امیر خسرو

پس داد بابروئے مقوّس

محراب بہ قبلۂ مقدّس

در قبلہ شدو بہ قعدہ بنشست

تحریمہ بہ قبلۂ سما بست

علاوہ خوبیِ کلام امیر خسرو کے اشعار میں شان عبودیت کا پورا جلوہ ہے ۔

امیر خسرو	مولانا نظامی
بازارِ جہت گذاشت برجائے	بازارِ جہت بہم شکستی
بنہاد بہ نطعِ بے جہت پائے	از زحمتِ فوق و تحت رستی
سرزاں سوئے کائنات برکرد	خرگاہ بروں زدی زِکونین
ملکِ ازل و ابد نظر کرد	در حجلۂ قربِ قابَ قوسین

زور کلام امیر خسرو کے یہاں زیادہ ہی۔ دیکھو انسان جب کسی بلند مقام پر پہنچتا ہی تو شوق سے چاروں طرف کا منظر دیکھتا ہی۔ امیر خسرو نے کیا نظارہ گاہ پیدا کیا۔ ع

ملکِ ازل و ابد نظر کرد

مولانا نظامی کا یہ شعر ؎

جبریل زِ ہمرہیت ماندہ　　　اللہ معک زدور خواندہ

لاجواب ہی۔ اللہ معک لاکھوں موقعوں پر استعمال ہوا ہوگا، لیکن شاید ہی اس سی بہ

مستعمل ہوا ہو۔ عالم ملکوت میں اپنے مرتبہ پر حضرت جبریل کا رہ جانا اور دُور سے "اللہ معک" زبان پر لانا کس دلآویز اور بلیغ پیرایہ میں آپ کے علو مرتبہ اور تقرب الٰہی پر دلالت کرتا ہی۔ اللہ معک معمولاً کلمۂ رخصت ہی لیکن اس موقع پر جو قرب ذاتِ باری کا پہلو اُس میں نکل رہا ہے وہ شانِ بلاغت بلکہ جانِ بلاغت ہی۔ حضرت جبریل بارگاہ جلال میں قدم آگے نہیں بڑھا سکتے اور دُور سے کہتے ہیں اللہ آپ کے ساتھ ہی۔ یعنی اب خدا کی ذات اور آپکے سوا اور کوئی نہیں۔ اُردو میں اس موقع پر "اللہ کے سپرد" کہتے ہیں لیکن اُس میں یہ پہلو نہیں۔ مولنا نظامی کی عربی فقروں کی تضمین کندن میں نگینہ ہی۔ بعض نمونے اوپر بھی دیکھ آئے ہو۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مقابلہ کی کشمکش دیباچہ کے مضامین (خصوصاً مضامین مذکورۂ بالا) میں ختم ہوجاتی ہی۔ آگے (داستان لیلیٰ مجنوں کا میدان) اقلیم خسروی ہے ع

شرکت نبرد بہ ملک راہی

صرف دونوں اُستادوں کا کلام بالمقابل پڑھنے سے فرق عظیم نمایاں ہوجاتا ہے۔ لہٰذا وجوہ مقابلہ کی تفصیل تحصیل حاصل ہی۔ معلوم ہوتا ہی کہ خود مولنا کو اس کا احساس تھا کہ یہ میدان اُن کے اشہب قلم کے واسطے تنگ ہی۔ چنانچہ سبب تالیف میں اُس موقع پر فرماتے ہیں جب فرمان شاہی داستان لیلیٰ مجنوں کے نظم کرنے کی بابتہ پہنچا ہی۔ مولنا کو تامل ہی۔ صاحبزادہ محمد نظامی کو اصرار کہ شاہی فرمایش کی تعمیل ضرور ہو۔

گفتم سخنِ تو ہست بر جائے ‌ ‌ ‌ ‌ اے آئینہ روئے و آہنیں رائے

لیکن چہ کنم ہوا دو رنگ ست	کاندیشہ فراخ و سینہ تنگ ست
دہلیزِ فسانہ چوں بود تنگ	گردد سخن از شد آمدن لنگ
میدانِ سخن فراخ باید	تا طبع سواریِ نماید
اسبابِ سخن نشاط و نازست	زیں ہر دو سخن بہانہ سازست
بر شیفتگی و بند و زنجیر	باشد سخنِ برہنہ دلگیر
ایں آیۃ اگرچہ ہست مشہور	تفسیرِ نشاط ہست ازو دور
در مرحلۂ کہ رہ ندانم	پیداست کہ نکتہ چند رانم
نے باغ نہ بزمِ شہریاری	نے رود نہ مے نہ کامگاری
بر خشکیِ ریگ و سختیِ کوہ	تا چند رود سخن بانبوہ

دیکھو، امیر خسرو کی روانیِ طبع نے اسی خشک ریگ اور سنگ لاخ پہاڑ پر فصاحت کے دریا بہادئے اور رنگینیِ کلام سے اُن کو رشکِ گلستاں بنا دیا۔ فقد صدق افصح العرب والعجم صلّی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْراً۔

جمالِ لیلیٰ

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
بود از صدفِ دگر قبیلہ	بود از صفِ آں بتان دلخواہ
نا سفتہ دُرے[1] ز ہم طویلہ	ماہے کہ زد آفتاب را راہ

[1] ضمیر شین راجع بہ جانب مجنون ۱۲ حسرت

مولنا نظامی	امیر خسرو
آفت نرسیده دخترے خوب	لیلیٰ نامے که مه غلامش
چوں عقل به نامِ نیک منسوب	خالش نقطے ز نقشِ نامش
آراسته لعبتے چو ماہے	مشعل کُشِ آفتاب و انجم
چوں سرو سہی نظاره گاہے	دیوانه کُنِ پری و مردم
شوخیکه به غمزهٔ کمینه	تاراج گرِ متاعِ جانہا
سفتے نه یکے ہزار سینه	بنیاد شگافِ خانمانہا
آہو چشمے که ہر زمانے	سلطانِ شکرلبانِ آفاق
کشتے بکرشمه جہانے	لشکر شکنِ شکیبِ عشاق
ماہِ عربی به رُخ نمُودن	گردن زنِ عافیت فروشاں
ترکِ عجمی به دل ربودن	تشویش دهِ صلاح کوشاں
زلفش چو شبے رخش چراغے	سرتا به قدم کرشمه و ناز
یا مشعلهٔ به چنگِ زاغے	ہم سرکشِ حسن و ہم سرافراز
محبوبهٔ بیتِ زندگانی	نازے و ہزار فتنه در دہر
شه بیتِ قصیدهٔ جوانی	چشمے و ہزار کشته در شہر
تعویذِ بُتانِ ہمنشیناں	چشمش ز کرشمه مست و بیہوش
درخوردِ کنارِ نازنیناں	آہو برهِ به خواب خرگوش

مولنا نظامی

بر رشتۂ عقدِ زلف و خالش
آمودہ جواہرِ جمالش
گلگونہ زروے خویش پرورد
سُرمہ ز سوادِ مادر آورد
در ہر دلے از ہواش میلے
گیسوش چو لیل و نام لیلے
شکّر شکنی بہر چہ خواہی
شکّر شکن از شکر چہ خواہی

امیر خسرو

خنداں چو سمن بہ تازہ روئی
شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشم دیو بستہ
تسبیحِ فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغِ بت پرستاں
طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں
فرمودہ کلالہ را سواری
دادہ مژہ را سلاح داری
افگندہ بہ دوش زلف چوں شست
او بے خبر و نظارگی مست
معجونِ لبش بہ دُر فشانی
پروردہ بہ آبِ زندگانی
ہمخوابۂ لالہ گیسوانش
ہمشیرۂ انگبیں دہانش
خورشید غلام زادۂ او
مہ داغِ جبیں نہادۂ او

امیر خسرو

اندر صفِ آں بتانِ شیریں
چوں زہرہ بہ نور و مہ بہ پرویں

ابتدائے عشق

مولٰنا نظامی

عشق آمد و جام جام درداد
جامے بدو خوئے خام درداد
مستی بہ نخست بادہ سخت ست
افتادن نافتادہ سخت ست
چوں از گلِ مہر بو گرفتند
با خود ہمہ روز خو گرفتند
ایں جاں بہ جمالِ او سپردہ
دل بُردہ و لیک جاں نبردہ
آں بر رُخِ او نظر نہادہ
دل دادہ و کامِ دل ندادہ
عشق آمد و خانہ کرد خالی
برداشتہ تیغ لااُبالی

امیر خسرو

ہر دو بہ نظارۂ رُوئے در روئے
وارفتہ خیالِ موئے در موئے
لب ماند ز گفتن و زباں ہم
دل گشتہ بہم یکے و جاں ہم
بیہوشیِ شاں بہ گفتنِ راز
خاموشیِ شاں بہ پردہ آواز
ہر دو بہ غم و گداز ماندہ
لب بستہ و دیدہ باز ماندہ
آں کردہ نظر بہ روئے ایں گرم
وافگندہ ز دیدہ برقعِ شرم
ایں تن بہ ہلاک ساز دادہ
او سینہ بہ تیغِ ناز دادہ

مولنا نظامی

غم داد و دل از کنار شان برد
وز دل شدگی قرار شان برد
زان دل که بیکدگر بدادند
در معرض گفتگو فتادند
این پرده دریده شد بهر سوئے
وان راز شنیده شد بهر کوئے
این قصه که محکم آیتے بود
در هر دهنے حکایتے بود
کردند بهم بسے مدارا
تا راز نگردد آشکارا
بند سر نافه گرچه خشک ست
بوئے خوش او گواه مشک ست
بادے که ز عاشقی خبر داشت
برقع ز جمال عشق برداشت
کردند شکیب تا بکوشند
کان عشق برهنه را بپوشند

امیر خسرو

این گفته غم خود از رخ زرد
او داده جوابش از دم سرد
این دیده درو به چشم پاکی
او نیز ولے به شرمناکی
این کام خود از فغان خود دوخت
او سینهٔ خود ز آه خود سوخت
عشق آمد و خون به خون در آمیخت
خونابهٔ دل ز دیده می ریخت
اندیشه متاع صبر گم کرد
غم بر دل و دیده اشتلم کرد
سلطان خرد برون شد از تخت
هم خانه بباد داد هم رخت
طوفان ز تنور سر بر آورد
وآفاق بموج خون در آورد
افتاد ز فرق عافیت تاج
خازن شده و خزینه تاراج

امیر خسرو

دردادہ چو بادہ ساقیِ شوق
گم شد دو حریف در یکے ذوق
مستاں ز شراب خانہ جستند
خُم بر سرِ محتسب شکستند
در شہرِ وفا در آمد آں بوئے
ہم خانہ خراب گشتہ ہم کوئے
عاشق منگر کہ داغ پوشد
کو مقنعہ بر چراغ پوشد
دستے کہ کند عبیر سائی
انگشت برو دہد گوائی
بودند بہ زاری آں دو غمخوار
در چنبرِ یکدگر گرفتار
میکرد دو سینہ جوشِ بر جوش
میرفت دو قصّہ گوش در گوش
یاراں کہ ہمہ کنارہ بودند
دز دیدہ درآں نظارہ بودند

امیر خسرو

بینندہ بہ نقش بینی از دور
عاشق بہ حسابِ خویش مستور
رازیکہ ز سینہا بجو شد
آں باز کند گرایں بپو شد
باشد چو خریطہ پر ز سو زن
بندی دہنش چہ زر وزن
بر روئے محیط پل تواں بست
نتواں لبِ خلق را زباں بست

مجنوں کی آشفتگی لیلی کی پردہ نشینی کے بعد

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
مجنوں چو ندید روئے لیلی	چوں ماند پری وشِ حصاری
از ہر مژہ کشاد سیلی	در حجرۂ غم بہ سوگواری
میگشت بگرد کوئے و بازار	قیس از ہوسِ جمالِ دلبند
در دیدہ سرشک و در دل آزار	در درسِ ادب ودید یک چند
میگفت سرودہائے کاری	در گوشۂ صحن و کنج دیوار
میخواند چو عاشقاں بہ زاری	می کرد سرودِ عشق تکرار

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
ہر صبحدمے شدی شتابان	آہی بہ جگر فرو دمی خورد
سر پائے برہنہ دربیابان	والماس بہ سینہ خورد می کرد
او می شد و می زدند ہر کس	زان ناوکِ غم کہ بے سپر بود
مجنون مجنون ز پیش و از پس	ہر دم خلہ ایش در جگر بود
کوشید کہ رازِ دل بپوشد	زیں گونہ بہ چارۂ کہ دانست
با آتش دل کہ باز کوشد	می کرد شکیب تا توانست
خون از جگرش بہ دل برآمد	چون سیل غمش رسید بر فرق
وز دل بگذشت و بر سر آمد	از پردہ برون فتاد چون برق
او در غمِ یار و یار ازو دور	بیرون شد و کرد پیرہن چاک
دل پر غم و غمگسار ازو دور	وافگندہ بہ تارک از زمین خاک
چون شمع بہ ترکِ خواب گفتہ	گریان بہ زمین فتاد از تاب
ناسودہ بہ روز و شب نخفتہ	و رخاک مراغہ کرد چون آب
می کُشت بہ درد خویشتن را	برداشت زخانہ راہِ صحرا
می جُست دوائے جان و تن را	چون خضر نمود میلِ خضرا
می کند بریں اُمید جانے	میرفت چو باد کوہ بر کوہ
می کوفت سرے بر آستانے	خلقے ز پیش دوان بانبوہ

امیر خسرو	مولانا نظامی
ہر کس ز لطافتِ جوانیش	او بندۂ یار رو یار دربند
می خورد فسوس زندگانیش	ازیکد گراں بوئے خرسند
اینش ز درونہ پند می داد	ہر شب بہ فراق بیت خواناں
وانش بہ جفا گزند می داد	چوں باد شدے بکوئے جاناں
طفلاں بہ نظارہ سنگ در دست	در بوسہ زدے و باز گشتے
اینش زد و آں شکستہ و اوخست	باز آمدنش دراز گشتے
با آں شغبے کہ در گذر بود	در وقتِ شدن ہزار پر داشت
دیوانہ ز خویش بے خبر بود	چوں آمد خار بر گذر داشت
میراند ز آبِ دیدہ رودے	
میگفت چو بلبلاں سرودے	
می زد ز درونِ جاں دمِ سرد	
زاں باد چو ریگ وجد می کرد	

مجنوں کے نالہائے زار

امیر خسرو	مولانا نظامی
ما ہیچکسانِ کوئے یاریم	چوں ماندہ شد از عذاب اندوہ
ماسوختگانِ خام کاریم	سجادہ فزوں فگند زانبوہ
جانے نہ و با خضر ہم آبیم	بنشست و بہ ہائے ہائے بگریست
نورے نہ و یارِ آفتابیم	کاوخ چہ کنم دوائے من چیست

امیر خسرو	مولنا نظامی
چوں گل بہ خوشی بہ خندہ کوشیم	آوارہ زخانماں چنانم
ہر چند پلاس ژندہ پوشیم	کز کوئے بہ خانۂ ندانم
گر از خز و پرنیاں گدائیم	نے بر درِ دیرِ خود پناہے
در زیرِ گلیم بادشائیم	نے بر سرِ کوئے دوست راہے
جامہ زِ پلاس پارہ دوزیم	قرّابۂ نام و شیشۂ ننگ
خانہ زپئے نظارہ سوزیم	اُفتاد و شکست بر سرِ سنگ
بے منّتِ تاج سرفرازیم	ویراں نہ چناں شدہ است کارم
بے منّتِ دیدہ عشق بازیم	کابادیِ خویش چشم دارم
با شیر و گوزن ہمعنانیم	اے کاش کہ بر من اوفتادے
با زاغ و زغن ہم آشیانیم	بادے کہ مرا بہ باد دادے
در سایۂ بوم جائے روبیم	یا صاعقۂ برآمدے سخت
بر نغمۂ جغد پائے کوبیم	ہم خانہ بسوختے وہم رخت
گنجیست غم اندرونِ سینہ	کس نیست کہ آتشے درآرد
ماراست کلیدِ آں خزینہ	دود از تن و جانِ من برآرد
دل خستہ و گریہ خونِ ناب ست	انداز دو در دمِ نہنگم
ہاں گر ہوسِ می و کباب ست	تا باز رہد جہاں ز ننگم

مولنا نظامی

خونریزِ من خراب و خستہ
ہست از دیت و قصاص رستہ

اے ہمنفسانِ مجلسِ رود
بدرود شوید جملہ بدرود

کاں شیشۂ مے کہ بود در دست
اُفتادہ شد آبگینہ بشکست

اے بے خبراں ز دردِ آہم
خیزید رہا کنید راہم

من سوختہ ام مرا مسوزید
بر سوختگاں نمک مریزید

از پاۓ فتادہ ام بہ تدبیر
اے دوست بیا و دستِ من گیر

ایں خستہ کہ دل سپردۂ تست
زندہ بہ تو بہ کہ مردۂ تست

بنواز بہ لطف یک سلامم
جاں تازہ کنم بہ یک پیامم

امیر خسرو

یارب چہ خوش ست نالۂ زار
خاصہ ز درونہاۓ افگار

جانم ز فراق بر لب آمد
مے آئی و یا بروں خرامد

جز نیم دلم نماند حالی
باز آ کہ خانہ گشت خالی

گفتی کہ صبور شو بہ دوری
دوری ز تو انگہے صبوری

بنماۓ رُخِ چو یاسمینم
بنواز بہ شربتِ لبینم

تیغم بزن آستاں بکن پاک
بگذار کہ بر درت شوم خاک

گنجینۂ عشق شد وجودم
بے عشق مباد تار و پودم

آسودہ مباد جانم آں روز
کز دودِ غمت نباشدم سوز

مولنا نظامی

زلفِ تو دریده هرچه دل دوخت
ایں جامه دری و را که آموخت

اے راحتِ جانِ من کجائی
در بردنِ جانِ من چرائی

جُرمِ دلِ عذر خواهِ من چیست
جز دوستیت گناهِ من چیست

یک شب ز هزار شب مرا باش
یک رائے صواب گو خطا باش

عشقِ تو ز دل نهادنی نیست
ایں راز بکس کشادنی نیست

با شیر به تن درآمد ایں راز
با جاں بدر آید از تنم باز

آں را که خبر نه ز آتشِ گرم
گو دست بروز ند با آزرم

ایں گفت و فتاد بر سرِ خاک
نظّارگیاں شدند غمناک

امیر خسرو

گیرم خوش و شادماں تواں زیست
هیهات که بے تو چوں تواں زیست

فریاد که جاں ز غم زبوں شد
وز رخنهٔ دیده دل بروں شد

آں تن که خمیده بود بشکست
واں دل که نداشتم شد از دست

سیلابِ بلا برآمد از فرق
کشتیم چه سود چوں شدم غرق

بر سوزِ دلم که رستخیز ست
انگشت منه که شعله تیز ست

هر قطرهٔ خوں بریں رُخِ زرد
پندار که چشمه ایست از درد

از دیده رود چو جوئے خونم
شیراں نکشند بوئے خونم

از شعلهٔ آه دردهانم
پُر آبله بیں همه زبانم

امیر خسرو

شادم بہ رخت کہ غم کند کم
پیشِ چو توئی و آنگہی غم
ور غم رسد از تو نیز شادم
ایں شادی و غم ہمیشہ بادم
مہرِ تو در استخوانِ من باد
دردِ تو دوائے جانِ من باد
مجنوں چو بدیں دمِ دل انگیز
از سینہ بروں زد آتشِ تیز
کوہ از جگرش بہ خوں در آمد
فریاد ز وحشیاں بر آمد

بہار

مولنا نظامی

چوں پردہ کشید گل بہ صحرا
شد خاک بروئے گل مطرّا
خندید شگوفہ بر درختاں
چوں سکہ بروئے نیکبختاں

امیر خسرو

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز
بشگفت بہارِ عالم افروز
ابر از صدفِ سپہر یکسر
در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر

مولنا نظامی

از لالہ لعل و از گلِ زرد
گیتی علمِ دو رنگ بر کرد
سیرابیِ سبزہائے نوخیز
از لولوئے تر زمرد انگیز
لالہ ز ورق فشاند شنجرف
کافتاد سیاہیش بران حرف
زلفینِ بنفشہ از درازی
در پائے فتادہ وقت بازی
غنچہ کمر استوار می کرد
پیکاں کشی زخار می کرد
گل یافت ستبرقِ حریری
شد باد بگوشوارگیری
شمشاد بہ جعد شانہ کردن
گلنار بہ ناردانہ کردن
سنبل سرِ نافہ باز کردہ
گل دست بدو دراز کردہ

امیر خسرو

سرو از علمِ بلند پایہ
بر فرقِ سمن فگند سایہ
از شبنمِ گوہریں شمائل
آراست گلوئے گل حمائل
غنچہ بدر آمد از شبستاں
پر شیر شدش ز ابر پستاں
بید از سرِ خنجرِ گہردار
شد بر سرِ یاسمن گہربار
نازک تنِ لالۂ دل افروز
لرزندہ شد از نسیم نوروز
با شاہدِ وے خجستہ ناماں
گشتند بہ سرِ چمن خراماں

مولنا نظامی

نرگس ز دماغِ آتشیں تاب
چوں تب زدگان بجستہ از خواب
جوشیدنِ قطرہائے بادہ
خوں از رگِ ارغواں کشادہ

رنگینیِ کلام و زورِ مضموں آفرینی مولنا نظامی کے یہاں ہی، مصوّریِ فطرت امیر خسرو
کے یہاں۔ اشعار ذیل مقابل پڑہو۔

مولنا نظامی

چوں پردہ کشید گل بہ صحرا — شد خاک بروئے گل مطرّا
لالہ ز ورق فشاند شنجرف — کافتاد سیاہیش براں حرف

امیر خسرو

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز — بشگفت بہارِ عالم افروز
نازک تنِ لالۂ دل افروز — لرزندہ شد از نسیم نوروز

خِزان

مولنا نظامی

شرطست بوقتِ برگ ریزاں
خونابہ شود ز برگ ریزاں

امیر خسرو

آمد چو خزاں بہ غارتِ باغ
بنشست بجائے بُلبلاں زاغ

امیر خسرو	مولنا نظامی
رُخسارهٔ لاله پرز چین شد	خونے کہ بود درونِ ہر شاخ
آئینۂ آب آہنین شد	بیرون و مداز مشامِ سوراخ
ہر غنچہ کہ جلوہ کرد گُستاخ	قارورہ زآب سرد گردد
در ریختن آمد از سرِ شاخ	رُخسارۂ باغ زرد گردد
پر برگ شدہ زمینِ گلزار	شاخ آبلۂ ہلاک یابد
چوں مجلسِ کرماں زدینار	زر جوید ولیک خاک یابد
ریزاں گل و لالہ شست در شست	نرگس بہ جمازہ بر نہد رخت
مالیدہ چنار دست بر دست	شمشاد در افتد از سرِ تخت
ہر سُوئے برہنہ گلتانے	سیمائے سمن شکست گیرد
چوں راہ فتادہ کاروانے	گل نامۂ خوں بدست گیرد
زآسیب طپانچہائے صرصر	برفرقِ چمن کُلالۂ تاک
غلطاں بزمیں شگوفۂ تر	پیچیدہ شود چو مارِ ضحّاک
منقارِ کلاغ برسرِ گل	چوں بادِ مخالف آید از دور
مقراض شدہ بہ پرّ بلبل	اُفتادنِ برگ ہست معذور
خفتہ علمِ شگوفہ بر خاک	کانانکہ زغرقہ می گریزند
عبّاس شدہ درختِ ضحّاک	زاندیشۂ باد رخت ریزند

مولٰنا نظامی

چوں سبزۂ چرخِ لاجوردی
خیری شود از غبار زردی
نازک جگرانِ باغ رنجور
شیریں نمکانِ تاک مخمور
انداختہ ہندوئے کدیور
زنگی بچگانِ تاک را سر
سرہائے بہی ز طرّۂ کاخ
آویختہ ہم بطرّۂ شاخ
نارا ز جگر کفیدۂ خویش
خونابہ چکاند بر دلِ ریش
برپستہ کہ شد دہن دریدہ
عنّاب ز دور لب گزیدہ
نارنج ز روئے زرد روئی
بردہ ز ترنج مشکبوئی
دہقاں زخُمِ مُغانہ
سرمست شدہ ببوئے خانہ

امیر خسرو

شیرازۂ گل گرہ کشادہ
ہر سو ورقے بروں فتادہ
ماندہ ہمہ غنچہائے خوشبوئے
از خندۂ شکّریں ترش روئے
برگے کہ ز باد شد گریزاں
ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں
نرگس کہ بخواب چشم بستہ
از بانگِ زغن ز خواب جستہ
سوسن ز غبارِ سینہ پرخار
کآزادۂ و باخساں سروکار
رُخسارۂ یاسمیں زمیں سائے
پیمانۂ لالہ بادپیمائے
گیسوئے بنفشہ خاک بوساں
چوں زلفِ خمیدۂ عروساں
نسریں بہ لتِ زمانہ خوردن
وز شاخ بتازیانہ خوردن

امیر خسرو

درہم شدہ جعدِ سنبل از باد
شانہ طلب از درخت شمشاد

قاصد و پیام

مولانا نظامی

(مجنوں ایک درخت پر کوّا بیٹھا ہوا دیکھتا ہی)

برشاخ نشستہ دید زاغے
چشمے و چہ چشم چوں چراغے
چوں زلفِ بتاں سیاہ و دلبند
با دل چو جگر گرفتہ پیوند
صالح مرغے چو ناقہ خاموش
چوں صالحیاں شدہ سیہ پوش
برشاخ نشستہ چست و بینا
ہمچوں شبہ میانِ مینا
مجنوں چو مسافرے چناں دید
با او دلِ خویش ہمعناں دید
گفت اے سیہ سپید نامہ
از دست کہ سیاہ جامہ

امیر خسرو

(مجنوں ایک بلبل دیکھتا ہے)

دید از سرِ شاخ بلبلِ مست
درجستن صوتِ خویش می جست
دل درغمِ گل بہ خار می سفت
بریادِ سمن سرود می گفت
مجنوں زنشاطِ آں فسانہ
چرخے بنمود عاشقانہ
مرغ از سرِ سوز در مقالت
مجنوں بہ بیانِ وجد و حالت
گفت اے زشرابِ عاشقی مست
با غمزدگاں بہ نالہ ہم دست
سازت کہ نوائے عشق بازیست
مجبو بہ کشائے عشق بازیست

مولنا نظامی

شبرنگ چرائی اے شب افروز
روزت بچہ شد سیہ بدین روز
بر آتش غم منم تو جوشی
من سوگ زدہ سیہ تو پوشی
نہ سوختہ دل نہ خام رائی
چون سوختگان سیہ چرائی
زنگی بچۂ کدام سازی
ہندوے کدام ترکتازی
روزے کہ روی بہ نزد یارم
گوئی کہ ز دست رفت کارم
دریاب کہ گر تو در نیابی
ناچیز شوم بدین خرابی
گفتی کہ مترس دست گیرم
ترسم کہ درین ہوس بمیرم
بینائی دیدہ چون بریزد
از دادن توتیا چہ خیزد

امیر خسرو

در موسم گل کہ نو کنی ساز
بس عشق کہن کہ نو شود باز
من با تو بہ عشق ہم شرابم
زیرا کہ تو مست و من خرابم
بوئے کشم و کنم خرابی
فریاد ازین تنک شرابی
چون زمزمۂ وفا سگالی
بہر گل بیوفا چہ نالی
چندین کہ بہر چمن گزشتی
در گرد گل و شگوفہ گشتی
گر چون گل من بہ بوستانے
دیدی سمنے و ارغوانے
گو تا بہ تبرکش ربایم
گہ بر دل و گہ بدیدہ سایم
چون سرو من آید اندران باغ
تا در دل لالہ نو کند داغ

مولٰنا نظامی

چوں گرگ برہ زمیش بر بود
فریاد رِشباں کجا کند سود
چوں سیل خراب کرد بنیاد
دیوار چہ کاہ گل چہ پولاد
چوں کشتہ بماند خشک و بے بر
خواہ ابر ببار خواہ بگزر
او تیرِ سخن کشادہ گستاخ
واں زاغ پریدہ شاخ در شاخ
او تیرِ سخن دراز کردہ
پرّندہ رحیل ساز کردہ
چوں گفت بسے فسانہ با زاغ
بشنید (رفت ۱۲) زاغ بنہادہ بردلش داغ
مجنوں چو شبِ چراغ مردہ
اُفتادہ دو دیدہ زاغ بردہ
میریخت سرشکِ دیدہ تا روز
مانندۂ شمعِ خویشتن سوز

امیر خسرو

گوئی ز زبانِ من دُعایش
بوسی بہزار عذر پایش
وانگہ بہ عبارتے کہ دانی
ایں قصّہ بگوشِ او رسانی
کاے دعویِ مہر کردہ با من
وانگہ ز وفا کشیدہ دامن
دور از تو بہ من نماند جز پوست
دوری و نعوذ باللہ از دوست
بر بوئے گل آمدم دریں گشت
ورنہ چہ کم ست خار در دشت
گلزار کہ بے رُخِ تو بینم
آں بہ کہ بہ کنجِ غم نشینم
زیناں چمنے چو پرِّ طاؤس
افسوس کہ بے تو بینم افسوس
او در سخن از درونۂ خویش
بلبل بہ نشاطِ نعرۂ خویش

امیر خسرو

پیغام رساں بہ گریہ تر بود
پیغام پذیر بے خبر بود
مجنوں دل از آہ پارہ می کرد
بلبل بہ چمن نظارہ می کرد
مجنوں ز سرشک لالہ می ساخت
او با گل و لالہ عشق می باخت
چوں دید کہ گفتۂ ناصواب ست
قاصد نہ میانجیِ جواب ست
نالید دمے ز بختِ ناشاد
وز سایۂ سرو جست چوں باد

لیلی بسترِ مرگ پر

مولٰنا نظامی

در معرکۂ چنیں خزانے
شد زخم رسیدہ گلستانے
لیلی ز سریرِ سربلندی
اُفتاد بچاہِ دردمندی

امیر خسرو

ناگہ بہ چنیں شگوفہ ریزے
اُفتادگلے بر ستخیزے
لیلی کہ بہارِ عالمے بود
ز و چشمۂ زندگی نمے بود

مولنا نظامی

شد زخم زدہ بہار و باغش
ز باد طپانچہ بر چراغش
آں سر کہ عصابہائے زر بست
خود را بہ عصابۂ دگر بست
گشت از تبِ آں گلِ قصب پوش
چوں تارِ قصب ضعیف و بیہوش
شد بدرِ مہیش چوں ہلالے
شد سروِ سہیش چوں خلالے
سودائے دلش بہ سر بر آمد
سرسامِ سرش بہ دل در آمد
گرمائے تموز ژالہ را برد
باد آمد و برگ لالہ را برد
زاں روز کہ یار ازو جدا شد
سروش ز گداختن گیا شد
زاں پیشتر ارچہ مہرباں بود
آں مہر یکے بہ صد بیفزود

امیر خسرو

آتش زدہ گشت نو بہارش
وز آب برفتہ چشمہ سارش
آں ریشِ کہن کہ در جگر داشت
جاں بُرد کہ سوئے جاں گزر داشت
آں دل کہ شدش بہ عشق پامال
جاں نیز رواں شدش بہ دُنبال
آمیخت بہ سروِ نوجوانش
بیماریِ جسمِ ناتوانش
شعلہ ز تنش چناں بر آمد
کش دود ز استخواں بر آمد
پہلو بہ کنارِ بستر آورد
سر پوشِ اجل بسر در آورد
گشتش تنِ گوہریں سفالیں
وز بسترِ رنج ساخت بالیں
چشمے کہ ہمے بہ خواب در گشت
در بند غنودنِ دگر گشت

مولانا نظامی

چون عاشقِ خویش را بہ صد بند
دلسوختہ دید و آرزومند
بر خاطرِ او فراق رہ کرد
سودائے ورا یکے بدہ کرد
تا کار بداں رسید کز کار
یکبار فتاد و گشت بیمار
لرزہ شکست پیکرش را
تبخالہ گزید شکرّش را
بالیں طلبید زاد سروش
وز سرو فتادہ شد تذروش
اُفتاد چنانکہ دانہ از کشت
سربندِ قصب بہ رُخ فرو ہشت
ایں گفت و بگریہ دیدہ تر کرد
آہنگِ ولایتِ دگر کرد
چوں رازِ نہفتہ بر زباں راند
جاناں طلبید و رفت و جاں داد

امیر خسرو

در آتشِ تپ فتادہ نعلش
یاقوتِ کبود گشتہ لعلش
گفتش خوئے تپ رواں بہ تعجیل
ہم وسمہ ز روئے شست و ہم نیل
گیسو ز شکنج ناز ماندش
نرگس ز کرشمہ باز ماندش
شد تیرہ جمالِ صبح تابش
واُفتاد بہ زردی آفتابش
تپ لرزہ بسوخت روئے چوں باغ
تبخالہ نہاد بر لبش داغ
ہم رنجِ تن و ہم اندہِ یار
یک جاں بدو غم شدہ گرفتار
گفت ایں سخن و ز حال درگشت
وز حالتِ خویش بے خبر گشت
جانش کہ میانِ موجِ خوں رفت
مجنوں گویاں ز تن بروں رفت

امیر خسرو، ملّا مکتبی شیرازی، ملّا ہاتفی ہروی

میں نے ملّا مکتبی شیرازی اور ملّا ہاتفی ہروی کی لیلیٰ مجنوں کا مختلف مقامات سے مطالعہ کیا۔ ملّا مکتبی شیرازی کی لیلیٰ مجنوں کی والۂ داغستانی نے اپنے تذکرہ میں خصوصیت سے تعریف کی ہے۔ ملّا ہاتفی ہروی مثنوی گویوں میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں اور مولٰنا جامی کے بعد اُن کا شمار ہے۔ تاہم ان دونوں کی مثنوی لیلیٰ مجنوں امیر خسرو کی مجنوں لیلیٰ سے باعتبار خوبیِ مضامین اور لطفِ کلام کے پست ہے۔ دو ایک مقام کے کلام بالمقابل لکھتے ہیں اہلِ ذوق خود اندازہ فرمالیں گے۔

حمد

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
اے دادہ بدل خزینۂ راز	اے براحدیّت زآغاز	ایں نامہ کہ خامہ کرد ایجاد
عقل از تو شدہ خزینہ پرداز	خلقِ ازل و ابد ہم آواز	توقیعِ قبول روز یش باد
اے دیدہ کشائے دُور بیناں	اے سایہ مثال گاہِ بینش	طغر اش بنامِ پادشاہے
سرمایہ دہِ تہی نشیناں	در حکمِ وجودت آفرینش	کو راست چو عرش بارگاہے
اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار	اے کالبد آفرینِ جانہا	بینا کُنِ چشمِ اہلِ بینش
نامِ تو گرہ کشائے ہر کار	گوہر کشِ رشتۂ زبانہا	فیّاضِ وجودِ آفرینش
اے بیش زدانشِ خردمند	اے ظرفِ نہ آسمانِ عالی	نقّاشِ نگار خانۂ غیب
فرمانِ تو نطق را زباں بند	در بحرِ تو چوں حباب خالی	منشیِ صحیفہائے لاریب

امیر خسرو

ے بندہ نواز بندگی دوست
ن توجہاں مغز تا پوست
ے ستر تو بستہ وہم را گوش
ر معرفتِ تو عقل بیہوش
ے حکمتِ تو بامر مطلق
الم ز دو حرف کردہ مشتق
اے جلوہ گرِ بہارِ خنداں
یناکنِ چشمِ ہوشمنداں
ے کردہ ز گنج خانۂ راز
ر آدمیاں درِ سخن باز
اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی
زینت پدید کردہ ہستی
اے باز کنِ درِ معانی
رما بہ کلیدِ آسمانی
اے جان بہ جسد فگندۂ تو
ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو

ملا مکتبی شیرازی

اے طائرِ عقلِ عرش پرواز
بے یادِ خوشِ تو نا خوش آواز
اے مبدعِ آفریدگاری
سرمایہ دہِ بزرگواری
اے قطرۂ ابرو ذرّۂ ریج
در حلقۂ طاعتت بہ تسبیح
اے برتر از آنکہ دیدہ جوید
یا نطقِ زباں بریدہ گوید
اے بحرِ تو بیش از آں مقعّر
کانجا بتواں فگند لنگر
در بحرِ تو گوہریست نایاب
زیرا کہ کسش ندیدہ پایاب
از بحرِ تو یک حباب بشکست
ایں دائرہائے آبگوں بست
یعنی فلک ارچہ دیر پا ہست
با بودِ تو چوں خطے بر آبست

ملا ہاتفی ہروی

زینت گرِ آسماں بانجم
تشریف دہِ زمیں بآدم
لطفش ز میہ خجستہ عید
خلخال بہ ساقِ عرش بخشید
بر کوہۂ فیلِ چرخ خود رائے
او دادہ بہ ہندوئے زحل جائے
داد از پئے ضبطِ فیل مستش
از قوسِ قزح کجک بدستش
او دادہ زنارہائے خورشید
ابریشمِ چنگ عودِ ناہید
بر جیں کہ دید دولتِ دیں
سبحہ دہدش ز عقدِ پرویں
شد قوسِ فلک کمانِ بہرام
لشکر کشیش چو کرد انعام
او دادہ بآفتاب شاہی
وز خیلِ کواکبش سپاہی

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
اے صانعِ جسم وخالقِ روح	عقل از کرمت بہ نکتہ دانی	او کردہ بنا سراچۂ تن
مرہم نہِ سینہائے مجروح	دریائے گہر کفِ معانی	بکشاد درونِ دیدہ روزن
اے چار بساط وہفت پردہ	ہستیِ تو بحرِ بیکرانست	بستہ بہ کمالِ قدرت ازموئے
برہفت عروس عقد کردہ	واں در ہمہ قطرۂ عیانست	برمنظرِ دیدہ طاقِ ابروئے
اے نوردہِ چراغِ عالم	حرفے کہ زماہ تابماہی ست	او ساختہ ایں ہمہ عجائب
مَردُم کُنِ آدمی وآدم	برذاتِ تو محضرِ گواہی ست	او کردہ بنائے ایں غرائب

نعت

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
شاہِ رسل وشفیعِ مُرسل	شاہنشہِ انبیا محمدؐ	آں دُرّ یتیم بحرِ سرمد
خورشیدِ یقین ونورِ اوّل	ماہ افسر آفتاب مسند	سرخیلِ پیمبراں محمدؐ
ہم نوردہِ چراغِ بینش	عنوانِ صحیفۂ الٰہی	ای خاتمِ انبیائے مرسل
ہم چشم وچراغِ آفرینش	سرخیل سپیدی وسیاہی	شد فتوئے دیں زتو مسجّل
شاہنشہِ تختِ آسمانی	آں مجملِ آخریں مفصّل	اے قاضی شرع وفتوئ دیں
خوانندۂ تختۂ نہانی	خورشیدِ یقین وصبح اوّل	توقیعِ تو خاتم النبیین
سلطانِ ممالکِ رسالت	آں سایۂ رحمتِ الٰہی	اے چشم وچراغِ اہلِ بینش
طغرائے صحیفۂ جلالت	فیروزہ نگینِ مہرِ شاہی	مقصود توئی زآفرینش
مجوبہ کشائے پردۂ غیب	زاں از ہمہ سایہ اش نہاں بود	قایم بہ طفیلِ تست عالم
گنجورِ خزینہائے لاریب	کش سایہ بروں ازاں جہاں بود	وزنورِ تو شد مکرم آدم

امیر خسرو	ملا کاتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
پروانہ رسانِ ظلمت و نور	زاں مُہرِ ازل کہ بر نگیں داشت	چوں روزیِ آدمی نمک شد
وز نور دو خاں نوشتہ منشور	اقبالِ ابد در آستیں داشت	شائستہ بہ سجدۂ ملک شد
سرکوبِ مخالفانِ ابتر	عقل از کلمات اوست محظوظ	شاہِ قرشی و ہاشمی خیل
تن پوشِ برہنگانِ محشر	دل عرش و زبانش لوحِ محفوظ	زلفیں تو شدہ و لامِ واللیل
گنجینۂ کیمیائے عالم	او پیش قدم تر از جہاں بود	آمد حرمت حریم بطحا
پیش از ہمہ پیشوائے عالم	زاں پیشترِ و جہانیاں بود	فرّاش درت دمِ مسیحا
در کتبِ کاف و نون شب و روز	آدم کہ شدہ است لوحِ تصویر	ہم خادم خوانِ تو خلیلے
ز و جملہ رسل دو حرف آموز	زاں صورتِ خوب شد جہانگیر	ہر مرغِ مدینہ جبرئیلے
یٰسین ز دہانش در فشاندہ	سجّادۂ شرعِ او کہ بکشود	بر درگہت اے رسولِ یثرب
طاہاش واں یکا دخواندہ	در کشتیِ نوح بادباں بود	موسیٰ بہ عصائے خویش حاجب
نون والقلمش ز حق تعالیٰ	تا مسّ خلیل از و زر آمد	خضر آمدہ نیز سوئے ایں در
چترے زبر ستونِ والا	ز آتشکدہ سُرخ رو بر آمد	کز خاکِ درت لبے کند تر
مہ میم شود بہ چرخ نوں ہم	ہر ریگ ز رہگذارِ آں نور	باغِ ارم از نسیمِ کویت
یعنی کہ ز بحرِ حسنِ او نم	ہاروں و کلیم راشدہ طور	خوشبوئے بنفشہ راز مویت
کلک از صفتش زباں بریدہ	ہر ذرہ ز خاکِ راہِ آں تاج	از بوئے خوشِ نسیمِ آں کوئے
نہ بحر ز کلکِ او چکیدہ	ادریس و مسیح راست معراج	روحِ قدس ست خاصیت جوئے

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
نامش بہ سریرِ پادشاہی	گر سدّ شریعتش نہ بودے	خورشید زبہرِ درّۂ تاج
توقیعِ سپیدی و سیاہی	طوفانِ بلا جہاں ربودے	با مُہرۂ سبحۂ تو محتاج
جاروب زنانِ بارگاہش	ور غنچۂ لب نہ بر کشادے	گردیدہ ستونِ دیں عصایت
از پرِّ فرشتہ رُفتہ راہش	از باغِ جناں کہ در کشادے	شد پردہ سرائے حق نوایت

دیکھو انبیا علیہم السلام کا ذکر جس پیرایۂ بیان میں مکتبی و ہاتفی کے کلام میں ہی اُس کا شائبہ بھی امیر خسرو کے کلام میں نہ پاؤگے۔

لیلی

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
بود از صفِ آں بتانِ دلخواہ	زاں جملہ یکے عروس زیبا	بس نادرہ دخترے لطیفے
ماہی کہ زد آفتاب را راہ	چوں صورتِ چیں میانِ دیبا	خلوتگہ اُنس را حریفے
لیلی نامے کہ مہ غلامش	از جلوۂ سروِ او برفتار	دریائے حیا و کانِ آزرم
خالش نقطے ز حرفِ نامش	صد خانۂ مرغِ دل گرفتار	گویا کہ سرشتہ اندش از شرم
مشعل کُشِ آفتاب و انجم	رویش کہ بہشت را لقا بود	خورشید ندید سایہ اش را
دیوانہ کُنِ پری و مردم	حورانِ بہشت را لقا بود	مہ نیز نیافت پایہ اش را
تاراج گرِ متاعِ جانہا	در تنگ زرنگیں دہانش	دایم گلِ عارضش زیبا کی
بنیاد شگافِ خانمانہا	در گرد ز سُرمہ آہوانش	در زیرِ عرق ز شرمنا کی

امیر خسرو

سلطانِ شکرلبانِ آفاق
لشکر شکنِ شکیبِ عشّاق
گردن زنِ عافیت فروشاں
تشویش دہِ صلاح کوشاں
سرتابقدم کرشمہ و ناز
ہم سرکشِ حسن وہم سرانداز
تا نے و ہزار فتنہ در دہر
چشمے و ہزار کشتہ در شہر
چشمش زکرشمہ مست و بیہوش
آہو برہ بخوابِ خرگوش
خنداں چو سمن بہ تازہ روئی
شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشمِ دیو بستہ
تسبیحِ فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغِ بت پرستاں
طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں

ملا مکتبی شیرازی

چشمش بہ ستارہ راہ مے زد
مژگانش سناں بماہ مے زد
مژگاں بہ دلِ خراب کردہ
بر آتشِ رُخ کباب کردہ
مہ غالیہ دانِ دایۂ او
خورشید ندیدہ سایۂ او
لعلش عسلِ نخوردکس داشت
کز مردمِ دیدہا مگس داشت
وزمو چو فلک خمے فگندہ
برگردنِ عالمے فگندہ
از نازکی کمرکہ او داشت
گفتی کہ بہ دل خیالِ مو داشت
زابرو و مژہ کمیں کشادہ
صد تیر بہ یک کماں نہادہ
باغے نشگفتہ گل بنش دم
ماہے نشکستہ لیلیش نام

ملا ہاتفی ہروی

مینخورد مہش زروئے خور آب
زو پنجۂ آفتاب در تاب
لیلیٰ نامے سمن عذارے
غنچہ دہنے سخن گزارے
با روئے گل و چو موئے سنبل
خنداں چمنے ز سنبل و گل
شیریں حرکات عشوہ انگیز
درخندۂ شکّریں شکر ریز
چشمے و ہزار ناز با اُو
صد گونہ کرشمہ اش در ابرو
از شکّرِ لب شکر ستانے
وز سنبلِ زلف بوستانے
بادامِ دو چشمِ آں سمن بر
مے بود نہالِ تازہ را بر
آں ہر دو ہلالِ ابروان نام
از وسمہ دو برگِ سبزِ بادام

ملّا ہاتفی ہروی	امیر خسرو
ہر ناخنِ آں نگار رعنا	فرمودہ گُلالہ را سواری
چوں برگ شقائقے بہ حنا	دادہ مژہ را سلاح داری
رُخسارہ دلفریبش آبے	افگندہ بہ دوش زلف چوں شست
گوئی زتنش ازاں حبابے	او بے خبر و نظارگی مست
زاں پائے کہ در نگار بستہ	معجونِ لبش بہ دُر فشانی
سرویست زلالہ زار رُستہ	پروردہ بہ آبِ زندگانی

ختمِ کلام اس مقدمہ کے دورانِ تحریر میں دو نسخے مجنوں لیلی کے اور ملے (ایک کلکتہ کا مطبوعہ ۱۸۳۲ء دوسرا قلمی) ان دونوں نسخوں سے بھی صحت کی گئی۔ اس طرح اب ہمارا یہ نسخہ ایک نسخے سے نقل اور دو نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ مسودہ اور اس کی کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح میں تابحد امکان بشری پوری کوشش کی گئی ہے۔ باقی العلم عند اللہ وما توفیقی الا بہ۔

محمد حبیب الرحمن خاں شروانی حسرت

حبیب گنج ضلع علیگڈھ

۳ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

نوٹ: مقدمہ کے صفحہ ۱۲ پر چوتھے شعر کے پہلے مصرعہ میں بجائے "تاباں" کے "تاماں" اور متن کے صفحہ ۸۸ پر چودھویں شعر کے دوسرے مصرعہ میں بجائے "سوخت" کے "دوخت" پڑھنا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

این قصہ کہ از احسن القصص[1] نمونہ ایست بنام[2] مجنون و لیلیٰ داغ[3] کردہ شد و ثنای باری تعویذِ صحتش ساختہ آمد تا بیمارانِ دل را مدام از خواندن آن صلاح قلب حاصل شود ان شاء اللہ تعالیٰ واہب الصحۃ

ای دادہ بدل خزینۂ راز — عقل از تو شدہ خزینہ[4] پرداز

اے دیدہ کشائے دور بیناں — سرمایہ دہِ تہی[5] نشیناں

اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار — نامِ تو گرہ کشائے ہر کار

اے بیش ز دانشِ خردمند — فرمانِ تو نطق را زبان بند

اے بندہ نواز بندگی دوست — زانِ تو جہاں ز مغز تا پوست

اے سرِّ تو بستہ وہم را گوش — در معرفتِ تو عقل بے ہوش

[1] اے قصۂ حضرت یوسف علیہ السلام ۱۲ حسرت [2] نام نہادہ شد ۱۲ حسرت [3] صرف کندہ و آرایندہ ۱۲ حسرت
[5] تہی دستاں ۱۲ حسرت

اے حکمتِ تو بامر مطلق | عالم ز دو حرف[1] کردہ مشتق
اے جلوہ گرِ بہارِ خنداں | بینا کن چشم ہوشمنداں
اے کردہ ز گنج خانۂ راز | بر آدمیاں درِ سخن باز
اے قدرتِ تو بچیرہ دستی | از نیست پدید کردہ ہستی
اے باز کنِ درِ معانی | بر ما بکلیدِ آسمانی
اے جان بحد فگندۂ تو | ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو
اے صانعِ جسم و خالقِ روح | مرہم نہ سینہائے مجروح
اے چار بساط[2] و ہفت پردہ | بر ہفت عروس عقد کردہ
اے نوردہِ چراغ عالم | مردم[3] کنِ آدمی و آدم
عالم ز تو شد بہ حکمت آباد | حکمت ز تو یافت آدمی زاد
ہست از تو شدہ جہانِ فانی | و ز نیست کنیش[4] ہم تو دانی
در کارِ تو آسماں زبونے | و ز کلکِ تو کون[5] کاف و نونے
کونین کہ از صفت برون ست | بالا و فروش کاف و نون ست
تقدیر تو چرخ بر زمیں کرد | جز تو کہ تواند اینچنیں کرد
بودی تو نہ چرخ و نے زمین بود | جز تو کہ تواند اینچنیں بود
دعوی گرِ سپہرِ پُر پیچ | در حکم قضائے تو ہیچ

[1] کُن فیکون ۱۲ حسرت [2] چار بساط اربعہ عناصر، ہفت پردہ ہفت افلاک، ہفت عروس سبعہ سیّارہ ۱۲ [3] مروت ۱۲ [4] ش [5] مراد از کُن ۱۲ حسرت

کرده قلمِ تو حرف‌رانی — بر تختهٔ مرگ و زندگانی

حرفِ تو بنامهٔ الٰهی — بیرون ز سپیدی و سیاهی

ق اندیشه بهر بلندی و پست — بگذشت و بدامنت نزد دست

گر دست منت رسد بدامن — پس فرق چه باشد از تو تا من

هرچه از تو گمان برم بچونی — آن من بوَم و تو زان برونی

با حکمِ تو گاهِ کارسازی — منصوبهٔ عقل جمله بازی

زین عقل تراشناخت نتوان — زان بیش جنیبه[۱] تافت نتوان

زینسان که کمندهاست کوتاه — بر کنگرِ تو کرا بود راه

پس در رهِ تو به تیزهوشی — بیهوده بود سخن‌فروشی

آن به که زنیم سر خرد را — اقرار کنیم عجزِ خود را

با تو نه سخن رفیع سازیم — نادانیِ خود شفیع سازیم

داننده توئی بهر که رازیست — سازنده توئی بهر چه سازیست

از بودنی آنچه بود دارد — از تو رقمِ وجود دارد

وان چه عدمست نامش آن نیز — از حکمتِ تست مانده ناچیز

بود همه گشته از تو موجود — حکمِ تو روان به بود و نابود

چون حکمِ تو گردد آشکارا — کس را بچرا و چون چه یارا

---

[۱] جنیبه اسپ ۱۲ ش

باریکیِ حکمت که داند — کز کُن مکُن تو نکته راند

هر ذرّه که از هواش تابیست — از صنع تو در روے آفتابیست

از امرِ تو شد کفایت اندوز — منشور شب و جریدهٔ روز

وز تربیت تو یافت ایام — پیرایهٔ صبح و زیور شام

از صنع تو گشت گوهرین چهر — یاقوتِ مه و زبرجد مهر

کردی بازل تمام کاری — کز هیچ کست نه بود یاری

عاجز نهٔ از اساس هر ساز — تا یار طلب کنی و انباز

شرکت نبرد به ملک راہے — خاصه که به ملک چوں تو شاہے

قادر توئی آں دگر که باشد — منعم توئی آں دگر چه باشد

جز تو که نهد به جیب اُمید — دریوزهٔ[۱] مفلسانِ جاوید

کارے که خرد صلاحِ آں جست — موقوف بکار سازیِ تست

قفلِ همه را کلید بر تو — پنهانِ همه پدید بر تو

لطفِ تو انیسِ مستمنداں — قهرِ تو هلاکِ زورمنداں

گر لطف کنی و گر کنی قهر — در هر دو بود ز مرحمت بهر

اے خاک بر آں سرے کز اخلاص — بر خاکِ عبادتت نشد خاص

همواره درِ تو جائے من باد — توفیقِ تو رهنمائے من باد

---

۱ دریوزه بھیک ۱۲ حسرت

مناجات بدرگاہِ الٰہی

ای عذر پذیرِ عذر خواہاں
عفوِ تو شفیع بر گناہاں

خسرو کہ کمینہ بندۂ تست
در ہرچہ فتد فگندۂ تست

آں را کہ تو افگنی بہر زیست
برداشتنش ببازوئے کیست

ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست
افگندۂ خویش را دہد دست

دستے[۱] کہ فتاد نفسِ خودرائے
در مطرحِ سیل بے سر و پائے

بردار ز خاکِ رہ کہ پستم
از دست رہا مکن کہ مستم

ق

ہرچند تنِ گناہ پرورد
در حضرتِ قرب نیست درخورد

با ایں ہمہ گر پذیری ایں خاک
نقصاں چہ بود بہ عالمِ پاک

نزدیک خودم بخواں بداں نور
کز خود ابدالآباد شوم دور

از یادِ خودم کن آں چناں شاد
کز ہستیٔ خود نیایدم یاد

جائیم رساں کز اوجِ اخلاص
دیوم[۲] بفرشتگی شود خاص

در گلشنِ قدس کن نہالم
مگذار بگلخنِ وبالم

گنجم کہ تو کردۂ نثارش
ہم تو بہ کرم نگاہدارش

در گرچہ دریں خزانہ کم نیست
چوں بدرقۂ عونِ تست غم نیست

---

۱ یعنی مددے ۱۲ حسرت

۲ یعنی نفس امارۂ من فرشتہ گردد ۱۲ حسرت

ایں[۱] داده نگهدار با من ‌‌ ‌‌ ناداده نثار کن بدامن

آں بخش که از تو ام دهد یاد ‌‌ ‌‌ آں ده که براهِ تو تواں داد

گر تر کنی از نمے دهانم ‌‌ ‌‌ بکشائے بشکرِ آں زبانم

شکرِ تو بهر که کامِ[۲] تو زیست[۳] ‌‌ ‌‌ مفتاحِ خزینهائے روزیست

تا جاں بودم امید وارم ‌‌ ‌‌ کز شکرِ تو دل تهی ندارم

خواهم بستایشِ تو بودن ‌‌ ‌‌ من خود چه تو امت ستودن

هم تو دلِ پاک ده زباں هم ‌‌ ‌‌ در مدحتِ خویش بلکه جاں هم

تا گوید ذکرِ تو به تمییز[۴] ‌‌ ‌‌ تنها نه زباں که جان و دل نیز

به گر ندهی بهیچ سانم ‌‌ ‌‌ آں جاں که بخویش زنده مانم

جانیم ده از خزینه خویش ‌‌ ‌‌ کم زنده بتو کند نه از خویش

آں چشم[۵] نهم که بیش بیند ‌‌ ‌‌ عفو تو و جرمِ خویش بیند

آں پرده کشا که باریابم ‌‌ ‌‌ در پرده صلاحِ کار یابم

توفیق دهم ولے بکارے ‌‌ ‌‌ کز فضلِ تو باشدش شمارے

دلشاد کن از امید خویشم ‌‌ ‌‌ نومید بروں مراں ز پیشم

پیداست که نیست از همه هست ‌‌ ‌‌ نقدیم بجز امید بر دست

افلاس ببین و از سرِ جود ‌‌ ‌‌ بکشائے خزینهائے مقصود

---

۱ هرچه مرا داده حفاظت آں کن و نبخشیده مرا عطا کن ۱۲ ش ۲ تفسیر آیه لئن شکرتم لازیدنکم است ۱۲ ش ۳ توزیدن اندوختن و جمع کردن (برهان) ۱۲ حسرت ۴ ... ۱۲ حسرت ۵ آں چشم ده مرا ۱۲ حسرت

گیرم که نیم بلطف درخور — آخر نه که بنده ام برین در

گر رحمتِ تست بر نکو زیست[1] — رحمت کن بندگانِ بد زیست

چون زانِ تو ئیم پاک و ناپاک — هم تو بکرم نگر درین خاک

آخر نه گِلم سرشتهٔ تست — نیک و بدِ من نوشتهٔ تست

چون من رقم از تو می پذیرم — گر نامه سیه بود مگیرم[2]

جرمم منگر که چاره سازی — طاعت مطلب که بی نیازی

گر فضلِ تو رحمتے نه ریزد — از طاعتِ چون منے چه خیزد

فردا که ز بنده راز پرسی — ناکردهٔ و کرده باز پرسی

چون میدانی بکار سستم — شرمنده مکن بباز جستم

از رحمتِ خویش کن درم باز — بی آنکه ز کرده پرسیم باز

در صدرِ نعیم ده نشستم — منشور نجات نه بدستم

عفو تو که مشعلے ست پر نور — از ظلمتِ راه من مکن دور

روشن کن ازاں نمط رهم را — کاری بسحر شبانگهم را

خاکِ تنِ من درین شب داج[3] — از طاعتِ خود رساں بمعراج

زانگونه بخویش ده پناهم — کز فضل تو خواہم انچه خواهم

زینساں که امید وارم از تو — خواهش بجز این ندارم از تو

[1] نکو زیست آنکه زندگی او نیک ست ۱۲ حسرت [2] ای مواخذه مفرما ۱۲ حسرت
[3] یعنی تاریک ۱۲ شس

کاندم که دمم زتن برآید | با نامِ تو جانِ من برآید
در حجلهٔ قدس بخش جایم | تا با تو بجانبِ تو آیم[1]
آن راه نما بمن نهانی | کاندر تو رسم دگر تو دانی
در قربتِ حضرتِ مقدس | پیغمبرِ پاک رهبرم بس

نعت خاتم انبیا که لوح محفوظ نگین راستین[2] اوست و کلام الله نقش مُبین او و زین الله خواتم امورنا بایادہ

شاهِ رسل و شفیعِ مرسل | خورشیدِ یقین و نورِ اوّل
هم نور دهِ چراغِ بینش | هم چشم و چراغِ آفرینش
شاهنشهِ تختِ آسمانی | خوانندهٔ تختهٔ[3] نهانی
سلطانِ ممالکِ رسالت | طغرائے صحیفهٔ جلالت
محجوبه کشائے پردهٔ غیب | گنجورِ خزینه هائے لاریب
پروانه رسانِ ظلمت و نور | وز نور و دخان[4] نوشته منشور
سرکوبِ مخالفانِ ابتر | تن پوشِ برهنگانِ محشر
گنجینهٔ کیمیائے عالم | پیش از همه پیشوائے عالم
در مکتبِ کاف و نون شب و روز | زو جمله رسل دو حرف آموز

[1] فنا فی الله ۱۲ حسرت [2] نقش است ضد نقش و اژگون۔ چراکه نقش نگین منقلب می باشد و این عجیب است ۱۲
[3] تختهٔ نهانی لوح محفوظ ۱۲ ش [4] نور و دخان نام سورتهائے قرآن ۱۲ ش

یٰسٓ[1] ز دہانش دُر فشاندہ — طٰہٰ ش وَاِن یَکَاد[2] خواندہ

نون و القلمش ز حق تعالیٰ — چترے ز بر ستونِ والا

ہر میم شود بچرخ نون ہم — یعنی کہ ز بحرِ حُسنِ او نم

کلک از صفتش زباں بریدہ — نُہ بحر ز کلکِ او چکیدہ

نامش بسریرِ پادشاہی — توقیع سپیدی و سیاہی

جاروب زنانِ بارگاہش — از پرِ فرشتہ رُفتہ راہش

شمشیرِ سیاستش سر انداز — شمشیر زبانش گوہر انداز

شرعش بدو کون باز خوردہ — ہر دو بدو تیغ ضبط کردہ

لشکر کشِ[3] آسماں غلامش — تعویذِ کلاہ کرد نامش

خورشید بہ نیلگوں عماری — دربانِ درش بہ پردہ داری

ذیلِ کنفش ز فتنہا دُور — خاکِ قدمش بدیدہ ہا نور

بستہ کمر آسماں بکارش — انجم ہمہ چاوشان[4] بارش

برکنگرہ کشیدہ فتراک — کانجا نرسد کمندِ ادراک

---

[1] اتباع رسم قرآنی کردہ شد، تلفظ یاسین و طاہا باشد ۱۲ حسرت

[2] مراد از آیہ وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارہم لما سمعوا الذکر ویقولون انہ لمجنون (سورہ قلم) کہ برائے دفع نظر بد می خوانند ۱۲ حسرت

[3] مراد از ستارۂ مرّیخ کہ جلاد فلک ہست ۱۲ حسرت

[4] چاؤشاں بار نقیبان دربار ۱۲ ش

مرغِ قاف قراں سوئی سوادِ ما زاغ باطاؤسِ سدرہ ہمدِ ظلہا البینا

شبے کہ آں جہانگیر | از نطع زمیں شد آسماں گیر
ہ زحجرہ برقمر تاخت | زیں نہ سوئے آں نہِ دگر تاخت
ت زخوابگاہِ ایں دیر | در مرقدِ چرخ شد سبک سیر
رہ رسید مرغ والا | خواندش بنویدِ حق تعالے
دجنیبۂ فلک گام | فردوس نوردِ فرق آشام
از نمط جنیبہ داری | شد راکبِ جنیبہ شہسواری
شاہ سوارِ آسماں گرد | آہنگ بگشتِ آسماں کرد
از سرائے اُمّ ہانی | شد محرمِ کعبۂ یمانی
او زابروے مقوّس | محراب بقبلۂ مقدّس
ہ شد وبقعدہ نشست | تحریمہ بقبلۂ سما بست
ت ازیں خرابہ محمل | در منزلِ ماہ کردہ منزل
بطریقِ تاجداری | بنشست بدو بمیں عماری
بسرِ بلندیِ بخت | شد تخت نشینِ سومیں تخت

رہ جبریل علیہ السّلام ۱۲ ش ۲ نطع بستر ۱۲ حسرت ۳ کنایہ از اسپ تیز رو (غیاث) ۱۲ حسرت
ش گانہ و موالید ثلاثہ، نہِ دگر نہ افلاک ۱۲ حسرت ۵ جنیبہ داری سائیسی ۱۲ حسرت
۱۲ حسرت

زانجا کہ رسید بر چہارم | شد خواجہ آں خجستہ طارم
زانجا چو زبر کشید رایت | شد والیِ پنجمیں ولایت
زانجا چو بلند بارگہ گشت | شہباز ششم شکارگہ گشت
زانجا چو نمود بیشتر جہد | شد مہدیِ خاصِ ہفتمیں مہد
زانجا چو شد آں طرف روانہ | شد خازنِ ہشتمیں خزانہ
زانجا چو پرید بر نہم بام | آزاد شد از شکنجِ نہ دام
بازارِ جہت گذاشت بر جاے | بنہاد بنطع[1] بے جہت پاے
سر زاں سوے کائنات بر کرد | ملکِ ازل و ابد نظر کرد
بست از دو دوال بندِ نعلین | شہباز غرض[2] بقاب توسین
دید آنچہ[3] عبارتش نسنجد | در حوصلۂ خرد نگنجد
دیدار خداے دید بے غیب[4] | گفتار ز حق شنید بے ریب
زاں گفت و شنید بے کم و کاست | ہم گفتن و ہم شنیدنش راست[5]
کرد از کفِ غیب شربتے نوش | کز ہستیِ خود شدش فراموش
ایزد بکمالِ مہربانی | دادش بکمال ہرچہ دانی
بنواخت بعزت سلامش | بسپرد ودیعت کلامش[6]

[1] نطع بے جہت یعنی ملا اعلیٰ ۱۲ حسرت [2] یعنی از دو تسمہاے پاپوش خود شہباز غرض او رقاب قوسین بست ۱۲ ش
[3] آنچہ معائنہ کرد او را عبارت نتواں سنجید ۱۲ ش [4] عیاں ۱۲ حسرت [5] یعنی صحیح و درست ۱۲ ش
[6] کلام کتاب اللہ و سلام السلام علیک ایہا النبی کہ در تشہد میخوانند ۱۲ ش

مقصود دو کون برتنش ریخت ‏ گنج دو جہاں بدامنش ریخت
با بخششِ پاک بندۂ پاک ‏ آمد سوئے بند خانۂ خاک
آورد ز حضرت خداوند ‏ منشور نجات عاصی چند
پس داد بہر خجستہ یارے[۱] ‏ ز آوردۂ خویش یادگارے
یاراں کہ ستودہ حال بودند ‏ منعم ہم ازاں نوال بودند
بودند ہمہ ز سینہ پُر ‏ جوئے ہم ازاں محیط پُر دُر
بوبکرؓ بعار ہم قدم بود ‏ فاروق بعدل محترم بود
واں حرف کشِ[۲] جریدہ[۳] پرداز ‏ با خازنِ علم بود ہمراز
ہر چار چو ہشت باغ بودند ‏ پروانۂ یک چراغ بودند
زیں چار ستون فرخ آرام ‏ چون دینِ مرا بلند شد نام
اُمید کہ ایں خجستہ بنیاد ‏ تا روزِ ابد بماند آباد
جانم کہ چنیں حصار دارد ‏ بیگانہ در و چہ کار دارد
یارب کہ سرش بر آسمان باد ‏ وز رخنۂ دیو در امان باد
خسرو ز چنیں اساسِ محکم ‏ چون معتکفانِ کعبہ بے غم

۱؎ صحابی ۱۲ حسرت ۲؎ حرف کش محرر و نویسندہ (بہارِ عجم) ۱۲ حسرت
۳؎ آراسندہ و جامع قرآن یعنی حضرت عثمان ابن عفان۔ خازن علم باب العلم حضرت علی یعنی عثمان و علی باہم ہمراز بودند ۱۲ش

مدحِ شیخ الطریقه نظام الحق والحقیقه محمدی که عیسیٔ آخر الزمانش فرستادند تا دمِ جان بخشِ اسلامِ محمدی را از سر زنده گردانید و عمرِ جاوید بخشید متع الله المسلمین بطول بقائه

چوں گوهرِ مدحِ خواجه سفتم — از غیب شنیدم آنچه گفتم

اکنوں قدرے دُرِ معانی — ریزم بسرِ جنید ثانی

قطبِ زمن و پناهِ ایماں — سر حلقهٔ حلقهٔ کریماں

در شرع نظامِ دینِ احمد — یعنی که نظامِ دینِ محمد

در حجرهٔ فقر بادشاهے — در عالمِ دل جهاں پناهے

برخاک ز رحمت آسمانے — بر چرخ ز دولت آستانے

بر مه ز گلیم برده رایت — سلطانِ ممالکِ ولایت

شاهنشهِ بے سریر و بے تاج — شاهانش بخاکِ پائے محتاج

در پردهٔ غیب محرمِ راز — ذرّارِ سپهر کیسه پرداز

در عالمِ وحدت ایستاده — بر هر دو جهاں قدم نهاده

از خواجگی آستیں کشیده — در پایهٔ بندگی رسیده

ل حضرت نظام الدین معروف باولیاؑ قدس الله سره ۱۲ش

بنا تر جملہ پاک بنیاں
ہر شب کہ رود بریں کہن بام
در پیش روند جملہ مشتاق
مسند ز سپہر برترش باد

بیدار ترینِ شب نشیناں
بر فرشِ فرشتگاں زند گام
گویند بعرشش قم علی الساق
خسرو چو ستارہ چاکرش باد

فی المحمدة المحمدیہ ہو ختم خلفاء العرب والعجم وارث خلافت بنی آدم علاء الدنیا
والدین ناصر امیر المومنین المستنصر برب العلمین المعتصم بحبل اللہ المتین
رفع اللہ فی الخلافۃ درجاتہ وجعل الخلافہ خلفاء الاقالیم فی حیاتہ

اے بخت زپیش پردہ بردار
بنمائے بما کہ تو چہ چیزی
نے مردم و نے فرشتہ نامی
دولت کہ چنیں بزرگوار ست
ہر پایہ کہ در جہاں تواں جست
بیں تا تو چہ بندۂ دریں خاک
باآں کہ بجستگی ز باہنما
لیک آمدنِ تو زیر نہ مہد

مارا رخ خویش در نظر دار
کاندر ہمہ جا چنیں عزیزی
دیوی کہ فرشتۂ؟ کدامی؟
پیش تو کمینہ پیشکار ست
موقوف بکار سازی تست
کیں مرتبہ داد ت ایزد پاک
بود از تو صلاح خانمانہا
مخصوص شد از برائے ایں عہد

تابندہ بوی بجبہد و تسلیم — در خدمتِ شاہِ ہفت اقلیم

شاہے کہ بنصرتِ خدائی — ختمست برو جہاں کشائی

سلطان جہاں علائے دنیا — سرمایہ دہ سرائے دنیا

چوں سعد[1] فلک سعادت اندود — یعنی کہ محمد ابن مسعود

ختم خلف دریں کہن طاس — زادہ شدہ نے ز آلِ عباس

سینہ اش صدفِ دُرِ الٰہی — سنگش[2] محکِ عیارِ شاہی

ملکش بچہار حد شد آباد — با سبع[3] شداد بستہ بنیاد

دولت خبرے ز داستانش — گردوں صفتے ز آستانش

رسمش ز سریر سرفرازی — قادر کشی و زبوں نوازی

فرمانش زمانہ را زبوں گیر — سہمش بدل زبوں کشاں تیر

خلقے بحمایتش زن و مرد — از ظلِ خدائے سایہ پرورد

برتر جہتِ[4] جہاں مقامش — وز حدِ جہت گذشتہ نامش

مصباح کواکب اختر او — معراجِ ستارہ بر درِ او

شیرانِ سپاہ بارگاہش — بر بامِ فلک کشادہ راہش

اندیشہ گم اندرونِ صدرش — ز اندیشہ برون قیاس قدرش

---

۱ سعد فلک، سیارہ مشتری و زہرہ ۱۲ اش ۲ سنگ تمکین و وقار ۱۲ حسرت ۳ سبع شداد ہفت آسمان
۴ اے از جہت جہاں ۱۲ حسرت

در داشتن جهان همه گاه | بازوش[1] دراز و دست کوتاه[2]

زانکه که فگنده[3] نطع شاهان | بنشسته[4] نفیر دادخواهان

گر روئے ترش کند به تندی | دندان فلک فتد بکندی

هر بیخ عدو که هست در دهر | برکنده همه بصرصر قهر

تا صرصر او خس از زمین رفت | هر فتنه که بود در جهان خفت

آهو بزبانش بے تظلم | پیشانیٔ شیر خار وا زُسم

پیلاں بدرش به پیش بینی | رفته ره مورچه به بینی

میزانِ عطا گرفت در چنگ | زر داد بخاک و چرخ را سنگ

هنگام عطا چو شرمساران | بخشنده با حیا چو باران

بذلش که درونِ حد نه گنجد | در حوصلهٔ خرد نه گنجد

زاں لطف که دست مایه کرده | بر خلق ز دست سایه کرده

دستش همه جود غرب تا شرق | ذاتش همه حلم پائے تا فرق

آفاق بجو انچه جلالش | مهمان وظیفهٔ نوالش

پیمانهٔ دوست پُر ز دُر کرد | پیمانهٔ خصم[5] نیز پُر کرد

چوں کوکبه سپه کند راست | تکبیر[6] زند ستاره بے خواست

---

[1] اے در حفاظت ملک ۱۲ حسرت [2] اے از ظلم ۱۲ حسرت [3] اے شاہان جہان را سر نداخت یا آں کہ بر سریر شاہی جلوه کرد ۱۲ حسرت [4] نفیر دادخواہاں فرو نشست یعنی کسے فریادی نیست [5] یعنی ترک کرد ۱۲ حسرت [6] تکبیر زند یعنی از حیرت اللہ اکبر گوید ۱۲ ش

با دیست جنیبتش روانہ — کز وے پرد ابلق زمانہ

چترش سلبِ سیاہ بردوش — ز و ہفت خلیفہ جامگی[1] پوش

شبگوں علمش چو لیلۃ القدر — از چترِ سفید یافتہ بدر

خورشید جنیبہ شکارش — مریخ سلاح دار بارش[2]

مہ کوست بر آسمان حشم را — در داخلِ دولتش[3] علم را

کوسش زدہ بانگ بر ثریا — لرزان شدہ آسمان چو دریا

دین را ز علمش عماری خواب — محرابی[4] او پناہِ محراب

آن را کہ کشد بہ تیغ خونی — رحمت کندش گہہ زبونی

خصم ار ہمہ درخورِ دونیم است — شمشیرِ سیاستش رحیم است

از تیغ چو آبِ قطرہ پاک — بنشاند غبارِ عالمِ خاک

تیغش چو زمین زخون رزیدہ — بس جان کہ بہشتِ او خزیدہ

دریائے از کفِ چو میغش — دوزخ شررے ز تابِ تیغش

رمحش ز خطِ سما گزشتہ — تیرش ز حد[5] خطا گزشتہ

لو حیست حسامش آبگوں سطح — حرفش رقمے ز سورۂ فتح

آراستہ ہدبہ[6] سریرش — نون و القلم کمان و تیرش

---

[1] جامگی پارچۂ کہنہ (غیاث)، ہفت خلیفہ مراد از روح حیوانی و عقل و سامعہ و باصرہ و ذائقہ و شامہ و لامسہ باشد این ہفت خادم و تربیت یافتۂ ممدوح ہستند ۱۲ حسرت [2] بار، بارگاہ ۱۲ حسرت [3] اے در حرمِ دولتش ۱۲ حسرت [4] محرابی نوعے از شمشیر (غیاث) ۱۲ حسرت [5] یعنی تیرش خطا نمی کند ۱۲ ش [6] بالضم مسلسل چادر (منتخب) اردو جھالر یعنی ہدبہ سریرِ ممدوح از تیر و کمانش آراستہ است ۱۲ حسرت

بادا بہ نشاطِ جاودانہ	در سایۂ تیغِ او زمانہ

در خطاب سکندر ثانی وسد عصمت مسلمانی ایدہ اللہ ارکان سیر
علیٰ قوائم التائید واید بنیان سدتہ علے اساطین التابید

اے روئے تو آفتابِ جاوید	وے رائے تو شب چراغِ خورشید
بر فرقِ تو چترِ بادشاہی	ہمسایۂ سایۂ الٰہی
بازوئے تو تختِ جم گرفتہ	ملکِ عرب و عجم گرفتہ
خاکِ درِ تو بہ روشنائی[1]	مصروف بشغلِ توتیائی
عہدت بدلِ بزرگ حالاں	چوں عید بطبعِ خوردسالاں
نامِ تو کلیدِ تنگی حال	مدحِ تو فسونِ جذبۂ مال[2]
در مشتِ تو نقدِ جملہ ہستی	احسنت زہے فراخ دستی
ابرے کہ جہاں دہ (کشاں) دست ست	با مکرمتِ تو نیک پست ست
دستت بکرم ضمانِ روزی	عالم بہ تو میہمانِ روزی
ہر تعبیۂ[3] تو در زمانہ	منصوبہ کشائے جاودانہ

[1] خاکِ درِ تو برائے روشنیِ چشم بسرمہ دادن مصروف است ۱۲ ش

[2] مداحِ تو مال در زر می کشد ۱۲ ش

[3] تعبیہ، ساختن چیزے کہ قدرے عزیب نماید (غیاث) مراد آئین نادر سلطنت باشد ۱۲ حسرت

رمزے ز تو شد بہ بخشش گنج تضعیف محاسبان شطرنج

نزدِ خردِ نہایت اندیش زاں بیشتری کہ گوییت بیش

من مدحتِ تو کہ بیش خواہم بے قیمتِ بیتِ خویش خواہم

آن نادرہ کش بہا نبا شد قیمت کنمش روا نباشد

پیدا است کہ قیمتِ معانی دانستہ نشد بہ کار دانی

لیک از کرمِ تو گنج دیدن مزدیست برائے رنج دیدن

این زر[1] کہ بہ نظمِ زیورِ تست احساں تو مزد زرگرِ تست

من صنعتِ سہل کار بندم شہ تو دہ زر دہد بلندم

مزدش کہ چنیں بلند باشد بنگر کہ بہاش چند باشد

چوں من بہ سخن ز رنج بُردن بد خوشدہ ام بہ گنج بُردن

این گنج[2] و چہار گنج دیگر کار استہ[3] شد بہ پنج دیگر

سختم[4] ز درونِ حکمت آگاہ از بہرِ خزینہ خانۂ شاہ

تا بو کہ مرا [بود؟] بدانش و داد گہ گہ بضمیرِ شہ دہد یاد

اُمید کہ این متاعِ اخلاص گردد بقبولِ بندگی خاص

---

[1] این زر اے نقد سخن ۱۲ حسرت

[2] مراد پنج گنج خسروی ۱۲ حسرت

[3] مطابق خمسۂ نظامی آراستہ شد ۱۲ حسرت

[4] سختن بمعنی سنجیدن (غیاث) ۱۲ حسرت

ایزد بدلِ تو جاده بادش | مقبولیِ خود عطاده بادش
بادش بمقام ارجمندی | از سکهٔ نامِ تو بلندی
از نامِ تو او خجسته رو باد | وین بندہ خجسته نام ازو باد

در سبب نظم این جواهر و سررشتهٔ خجسته را در رشته کشیدن و در نظرِ جوهریان مبصّر داشتن و قیمتِ عدل خواستن

چوں مثلِ بدو نامه زین ورق بیش[1] | راندم قلمے به نکتهٔ خویش
از روحِ قدس شنیدم آواز | کای کرده لبِ تو گوشِ من باز
نے این رقمِ خیال کردی | بل جادوئے حلال کردی
آں به که کنوں دریں تفکّر | کاهل نه شوی به سفتنِ دُر
آں کو بهنر نه شد طلبگار | چوں بے هنراں بود قفاخوار
اسپے که نه خانه خانه گردد | مستوجبِ تازیانه گردد
آں خواجه که کاهلیست خویش | کاهل ترا از دستِ آرزویش
جاں کَن که غرض بچنگ یابی | کاں کَن که گهر بسنگ یابی

---

[1] ازیں بیت معلوم می شود که ایں سوم کتاب پنج گنج ست هنوز دو دیگر نه نوشته شده پس ایں شعر که (ایں گنج الخ) چگونه صحیح باشد۔ مگر آں که گویند که چوں قصد نوشتنِ خمسه بنام ممدوح داشتند ایں چنیں فرمودند چنانکه در دیباچهٔ کتاب می گویند ایں کتاب به فنِ فلاں نوشته شد۔ حالانکه وجود کتاب در ذهن می باشد۔ همه کتب خمسهٔ خسروی بنام سلطان علاء الدین نوشته شده۔

تا چہ نکنند کے وہد نم؟ — تا رہ نروند کے شود کم؟
لیکن مکن آں تفکّرِ خام — کز نامۂ بد بوی نکو نام
بکشا طبقے بغیر تا واں — نُقل اندک و چاشنی فراواں
یک شیشہ کہ خوش فرو تواں خورد — بہتر ز دو صد سبوئے پُر دُرد
بتواں خمے از شراب خوردن — نتواں دو شرابہ آب خوردن
خواہی کہ بہ از بہت کشاید — خورسند مشو بہر چہ آید
زاندیشہ دقیقہ نغز خیزد — وز پختنِ آر دمغز خیزد
بالایش[1] قند و تیرہ تابش — رُخسارِ نبات[2] اصفابش
کانکہ گرفت تشنہ در چنگ — خشنود چگونہ گردد از سنگ
ہرگہ کہ علم شدی بکارے — در غایتِ آں بکوش بارے
از اندکِ خوب شو فسانہ — نے از حشواتِ[2] بیکرانہ
یک دانۂ نارِ پختہ در کام — بہتر ز ہزار آبیِ[3] خام
یک شاخ کہ میوہ دہد تر — بہتر ز ہزار باغِ بے بر
یک بلبل خوش نوا و دلکش — بہتر ز دو صد کلاغ ناخوش
یک صفحہ پُر از خلاصۂ شوق — بہتر ز دو صد کتابِ بے ذوق

(از خیالاتِ ذوق)

[1] اے چوں قند با تابۂ سیاہ (کڑھاؤ) بیامیزد و از ضرباتِ کفچۂ قنّاد (حلوائی) مالش نیک یابد بصفائے دیگر پذیرد۔ تابش مخفف تابہ اش۔ و تابہ ظرفے باشد کہ در آں خاگینہ و ماہی بریاں کنند (برہان) ۱۲ حسرت
[2] کارِ عبث و فضول ۱۲ اش [3] آبی میوہ بہی ۱۲ اش

در کامِ کساں کجا بود بہ مغزے نہ بحرف و جلد فربہ
دفتر چہ کنی چو نظم تر نیست در صد صدفت یکے گہر نیست
چوں مردم دیدہ چشمِ بد دور یک خال سیہ نمائے پُر نور
نے چوں حبشی کہ از تباہی نورے نہ و عالم سیاہی
آں بہ کہ چو نکتۂ سگالی حرفے نہ بود ز نکتہ خالی
یک رمز بدفترِ منقش چوں خندۂ زنگی ست ناخوش
چوں صبح[۱] نخست بے فروغ ست آں خندہ کہ می زند دروغ ست
آں کش نمکِ سیاہ باید در سنگِ سیہ چہ دست ساید
آں کس کہ رقاقِ[۲] میدہ یابد از بہر سبوس کے شتابد
تا شربتِ صاف در قدح ہست در سر کہ کسے چرا کند دست
بد گو کہ سیاہ گوئے باشد ز و نامہ سیاہ روئے باشد
چوں گفت لطیفِ درخورِ[۳] زہ گویند کہ ہر چہ کم بود بہ
ناخوش سخنے کہ بیش گوید مزد آں چہ دہیش بیش جوید
خر کو بفغاں ہمو نہ باشد پس دیر کشد چگونہ باشد
بوقی[۴] نہ بس آنکہ ساز گیرد واں گاہ نوا دراز گیرد

[۱] صبح کاذب ۱۲ ش [۲] رقاق نان تنک ۱۲ ش [۳] اے درخور تحسین ہست ۱۲ ش
[۴] بوق چیزے باشد از مس مانند شہنائی کہ از آں آواز مہیب و مکروہ خیزد (غیاث) ۱۲ حس

بے نکتہ قلم زدن پیاپے — کژ کردنِ باد باشد از نے

ہر کلک تہی کہ در صریست — مضراب مغنیانِ پیریست

پر مغز بود خدنگِ دلخواہ — ناشورہ[1] بود ہمہ تہی گاہ

نطقے کہ نہ در ہنر بلند ست — بگذر ز زنخ[2] کہ ریش خند ست

بے مایہ تجارت ایں چہ بارست — بے رشتہ تنیدن ایں چہ کارست

ور تو ہوس گزاف داری — مے لاف کہ جائے لاف داری

بے بہرہ کہ کار کردنش نیست — بیکار ترینِ مرد ماں اوست

سنجیدنِ سایہ در ترازو — پیکارِ تراز وست و بازو

گر پایگہ اوج کج نہی پائے — گر کج خوردت گریز ی از جائے

دریا چو بکوزہ[3] کم کند کس — در کوزہ کنش کہ بس کند بس

آں دیو بود کہ چار ناچار — کارے طلبد نہ بہرہ کار

نفع

بزنخ (انجمن)

حکایت آں دو دیو کہ از خوی پیشانی دریا را در بیابان ریختند و از بریدن زمین بیاباں را در دریا انداختند

گویند دو دیو با سلیماں — بستند ز بہر کار پیماں

---

[1] ناشورہ، پراگندہ ۱۲ش [2] زنخ بیہودہ (غیاث) ۱۲ش [3] اے بے خبرے کہ آب دریا را بکوزہ پُر کردہ کم کردن خواہد علاجش آنکہ خود او را در کوزہ باید کرد تا فریاد بس بس آرد و فہمد کہ چوں او در کوزہ نمے گنجد آب دریا چگونہ گنجد ۱۲ حسرت

بردند بر اوج بارگاہے — روزے کردند کارگاہے

چون در عمل دگر شد دست — کردند ہماں کشیدہ ازپست

فرمان دہ کار کارداں بود — برمردم و دیو کارراں بود

چون دید کہ دیو بیند آزار — از بیکاری چو مردم از کار

فرمود کہ ہر دو تن مہیا — پویند سبک بدشت و دریا

این ریگ برود آب ریزد — او ناپژہ[1] در سراب ریزد

چنداں کہ بچند گاہ[2] موزوں — ہاموں شود آب و آب ہاموں

دیواں بہ چناں گزاف کارے — ماندند دراز روزگارے

تا بود حیات پے فشردند — و آخر بہماں شکنجہ مردند

بے رنج تن عقوبت الفنج[3] — رنجیدہ شود چو نازک از رنج

مقصودم ازیں حکایت آن ست — کاندیشۂ بے غرض زیان ست

ناگفتہ بہ آن چہ کس نہ گوید — ناکشتہ بہ آن چہ بر نروید

کوتہ سخنی ستودہ حالے ست — بسیار سخن زوے ملالے ست

لیک ار سخنے ست روح پرور — می گوئے کہ عمر بیش بہتر

زرکش ازلی ست ہمت خویش — ہر چند کہ بیش عمرتش بیش

---

[1] بمعنی آب چکیدن چنانچہ گویند ناپژہ مے کند یعنی آب مے چکد (برہان) اینجا مراد آب باشد ۱۲ حسرت

[2] اے در چند سال ۱۲ حسرت

[3] الفنجیدن بمعنی جمع کردن و اندوختن (برہان) ۱۲ حسرت

آن تحفه که غرتش ز غیب ست — بیشی و کمی درو چه عیب ست

خوبی سبب قبولِ عام ست — پیرایهٔ نام حرف نام ست

کاغذ که شود سپید چون گُل — بهتر ز سوادِ بی تأمل

زینسان که ترا سخن بلند ست — خاموشیِ تو نه دل پسند ست

کالا ز خزینه بر ببا زار — تا تنگ شود ره از خریدار[۱]

در گوش من از سپهر نیلی — آمد چو ندائے جبرئیلی

خوش خوش بتوکلِ خداوند — دریائے گهر کشادم از بند

هان اے شنوندهٔ خبردار — گردم خبرت بیاد بردار

آن موج زنم کنون که از دُر — گردد همه دامنِ جهان پُر

نقشے که بنامهٔ نخست ست[۲] — هر چند که یک بیک درست ست

من نیز چنان که خواندم آن حرف — اینجا همه گرد خواهمش صرف

تا سر خوشِ جامِ اولیں دَست[۳] — گردد بشرابِ دومیں مست

چون ساقی پیش صاف را بُرد — عیبم نکند کسے باین دُرد

یارب چو تمام گردد این ماه — در وے ندهی کسوف را راه

بیزد چو دقیقه را هنر بیز — از چاشنیٔ خودش نمک ریز

۱ مراد ہجوم خریداراں ۱۲ ش

۲ مراد لیلیٰ مجنوں مولانا نظامی ۱۲ حسرت ۳ دَور ۱۲ حسرت

زانگونه کنش بسینها خاص | کش در دل و جاں نهند ز اخلاص
واں چه از رقمِ گناه بینی | ق | کز دے رقمِ سیاه بینی
اُمید که گاه نا اُمیدی | بخشی سیهِ مرا سپیدی
چوں یافت دل ایں امیدواری | اے خامه بس یار تا چه داری

راه نمودن فرزند قرة العین عین الدین خضر را که از ظلمات دنیا بسوے روشنائی دین گراید رواه الله من عین الحیوة و زاد عمره کالخضر لصحبة الذات

اے چارده ماهه زر کانی | هم خضر و هم آبِ زندگانی
اکنوں که نداری از خرد ساز | می پرورد ت زمانه در ناز
اُمید که چوں شوی خردمند | خالی نکنی درونه زیں پند
از چارده بگذرد چو سالت | ق | گرد و مه چارده جمالت
بر نکتهٔ عقل دست سائی | بر گنج هوس گره کشائی
وز چپ ز دن خرد شوی راست | دانی چپ خود ز جانبِ راست
دانسته شوی بکار دانی | بر سرِّ صحیفهٔ معانی
خواهی که دلت بتابد از نور | اندر ز هرا مکن ز دل دور
پیوند هنر طلب چو مرداں | وز بے هنراں عناں بگرداں

خضر از پئے آں نہاد مست نام | کت عمر ابد بود سرانجام
لیکن نہ بود حیات جاوید | تا سر نہ کشی بماہ و خورشید
واں راست باوجِ آسماں سر | کز جوہرِ علم یافت افسر
واں خواجہ برد کلیدِ ایں گنج | کو بر تنِ خویشتن نہد رنج
خواہی قلمت بچرخ ساید | بے دود چراغ راست ناید
گر دل نہ کنی بسہل خرسند | نقدے بہ از آں کشاید از بند
تاک از پئے غورہ[1] می دہد مُل | شاخ از پس سبزہ میدہد گل
کانے کہ کنی زبہر گوہر | سنگت دہد اوّل آں گہے زر
چوں باز کنی زنیشکر بند | خس در دہن آید آں گہے قند
آں نیست نشانِ علم والا | کز خلق بری بحیلہ کالا
علم آں باشد کہ رہ کند پاک | نے زرقِ[2] مزوّران چالاک
آں تختہ درست کن بتکرار | کاگہ شوی از نہایتِ کار
چوں من نشوی کہ ہر زمانے | سازم بدروغ داستانے
در گنج سخن دہد کلیدت | اندیشۂ من شود پدیدت
آں بہ کہ بجہل کم بپیچی | ایں نامہ بپیچ تا نہ پیچی

ن اوّل آں گہے

[1] غورہ انگور خام ۱۲ اش

[2] زرق مکر۔ مزوران مکاران ۱۲ اش

من کیں قسم از ہنر گرفتم ‌‌ ‌ زیں کشتہ نگرچہ بر گرفتم
تا تو چو کنی مسے زر اندود ‌ زاں قلب زنی چہ آیدت سود
در دل کندت ہنر فزائی ‌ پیشہ نکنی ثنا سرائی
گر مدح تو در طمع کشد رائے ‌ در صف سراں نباشدت جائے
چوں زیں فن بد شوی شکیبا ‌ می گوئے سخن ولیک زیبا
از کار گہ حریر زن لاف ‌ خس بارہ مکن چو بوریا باف
حرفے کہ از آں دلے کشاید ‌ از ہر قلمے بروں نیاید
زیبا۔ نہ بہر زباں تواں گفت ‌ یاقوت بہ خارکے تواں سفت
ور بر دہد ایں درخت قندت ‌ وآوازہ چو من شود بلندت
زاں میوہ کہ افتدت بدامال ‌ تنہا نخوری چو ناممال
چوں آمدہ گر یکے ست گر ہفت ‌ بدہی نہ ہی بخواہدت رفت
بارے کم ازاں نہ گر تو چندی ‌ آسودہ شود نیازمندی
چوں مرد بگیرد مردمی گرد ‌ نے ہیچو بخیل ناجوانمرد
سرمایۂ مردمی مکن گم ‌ کز مردمی ست قدر مردم
گرچہ زرت از عدد بود بیش ‌ درویش نواز باش و درویش
صد سر برد آسماں بہ شمشیر ‌ تا یک شکم از علف کند سیر

۱؎ بر نسخہ ۲ ہش

موراں کہ بزیر پا دو انند[۱] — یکجو بہزار جاں ستانند

نقدے کہ رہش بدیں گزندست — بے رنج دہی نگر کہ چندست

خواہی کہ بمہتری زنی چنگ — دریوزۂ کہتراں مکن تنگ

سنجیدہ دہد چو ابر باراں — رنجیدہ شوند دانہ خواراں

ابلہ کہ دہد قراضہ بے رنج — بہتر ز محاسب درم سنج

مستی چو کرم بود جمال ست — در بادہ نمک زنی حلال ست

گر بر تو زند فقیر جاں باز — در پیش خود از درم سپر ساز

کاں را کہ بکیسہ نیست چیزے — خود را کُشد از پئے پشیزے

در شعبدہ مرد خنجر آشام[۲] — از پہلوئے خویش می خورد شام

تا داشت کہ نیست با خر[۳] و خویش — باز و زپئے شکم کند ریش

آں کز تن خود جدا کند پوست — او باد گرے کجا شود دوست

تا پا نہ نہی بدستیاری — از دوست مخواہ دوستداری

بیدارئیے پاسبانِ بے مزد — گنجینہ برد بشرکتِ دُزد

یارے کہ بجاں نیاز مائی — در کار خودش مدہ روائی

صد یار بود بناں شکے نیست — چوں کار بجاں فتد یکے نیست

۱؎ ریزۂ سیم و زر ۱۲ ش ۲؎ تمام طعام ۱۲ ش

۳؎ اے خر بار بردار دخویش و ہمد رو چارہ ساز ندارد ۱۲ حسرت

کن بر کفِ ہمگناں درم ریز — جز بر کفِ کودکانِ نوخیز
کاموختہ شد چو خورد با سیم — کالائے بزرگ را بود بیم
کودک ز درم شود گرہ گیر — پیر از رقمِ سیاہ تحریر
درخود بغلط نعوذ باللہ — در سمت سیاقت او فتد راہ
با آں کہ شوی وزیرِ کشور — وزدے باشی کلاہ بر سر
دانی ز قلم ہنر چہ جوئی — از آبِ سیہ سپیدروئی
چوں بر سرِ شغل کام باشی — می کوش کہ نیک نام باشی
در ہر چہ ترا شمار باشد — آں کن کہ صلاح کار باشد
نیکی کن اگر بدی سگالی — از حسنِ نیت مباش خالی
گر بنشانی درختے از خار — آں خار نشاں کہ گل دہد بار
نشتر کہ بزخم خوں فشان ست — از بہرِ صلاحِ ناتوان ست
آزار مجو چو سینہ سوزے — کازردہ شوی تو نیز روزے
ناخن کہ سرِ خراش دارد — بُرّند سرش چو سر برآرد
آتش کہ بظلم گشت خویش — سیری نبود بہیچ رویش
شمشیر کہ کار اوست آزار — باشد بہ نیام سرنگوں سار
آزار کسے طلب ہمیشہ — کازردنِ خلق گرد پیشہ

۱ ناتواں بیمار ۱۲ اش

ناکس کہ خراش چوں خساں کرد — با او آں کن کہ با کساں کرد
گر دست رسد بہ بد فعالے — رحمت نکنی بہیچ حالے
رندے کہ خورد بآزر زوہشت — در حال ہشت بایدت کُشت
برخویشتن آں کہ او نہ بخشود — بخشودن او خرد نفرمود
ناداشت کہ تن کند بزر ریش — وانگہ مدہش کہ تا کند بیش
مستے کہ بہ چہرہ جہد بیازی — آں بہ کہ رسن بدو نبازی
کورے کہ رود بگشتِ گلزار — ہاں تا نہ کشی گرش خلد خار
آں سر کہ سزائے تیغ باشد — رحمت کنیش دریغ باشد
در جنبش فتنہ جانگہدار — بر خار چہ جرم؟ پا نگہدار
باآں کہ بود جہاں پر از دد — ایمن منشیں زخصم در پوست
گر خود نتواں زسر فرازی — باتیہو و کبک چترہ بازی
بارے چو کلنگ وار برجائے — پاس سر خویشتن بیک پائے
باپنجہ وراں بپائے خیزند — وز شیر بپائے پس گریزند
شد چیرہ چو دشمنِ ستمگار — از وے نرہی مگر بہنجار
مرغے کہ طپد بحلقۂ دام — اندر خفہ جاں دہد سرانجام
افتاد چو کار با گراناں — باصرفہ زیند کاردانان

از بخشیدن

۱ خفہ تنگ بودن گلو ۱۲ حسرت ۲ صرفہ حیلۂ و تدبیر ۱۲ حسرت

مردم چو عنان دہد بفرہنگ — از باد بگردد آسیا سنگ

بینائی عقل پیش مے دار — بینا شو و پاس خویش مے دار

شب کور بود عسس چو در کوے — از دزد خورد طپانچہ بر روے

منگر ز جہان فریب ناکی — کاندر پسِ او بود ہلاکی

چون خندہ کند بہ پردہ برق — شمشیر زند ز شعلہ بر فرق

ایمن منشین بعالمِ خس — کز چرخ نرست بے بلا کس

گنجد کہ ز کام آسیا جست — ہم در دہنِ جوال[۱] شد پست

مغرور مشو بملک و مالے — کان نیست مگر کہن سفالے

مال ارچہ کشادِ کار ازان ست — تشویشِ دل و ہلاکِ جان ست

آن بہ کہ بحرص کم شتابی — کز ننگِ طمع خلاص یابی

تا دل تنگ پو زند بسوے — راحت نبود بہیچ روے

چون قافلہ در گریز باشد — خوابش ہمہ خیز خیز باشد

خواہی کہ نگردی آرزومند — می باش بہرچہ ہست خورسند

پویان حریص روے زرد ست — خورسندیِ دل صلاحِ مرد ست

مردم چو ز رز عنان بتابد — ہمت شرفِ کمال یابد

آن سرخ گلے کہ خون فشان ست — سرخیش ز خونِ سرکشان ست

---

۱ جوال: بالضم چیزے کہ دران غلہ پر کردہ بر خر و یا بو نہند (غیاث) ۱۲ حسرت

ایمن بود از شکنجهٔ درویش / زرهی چه که بیشتر بلا بیش

گشتی چو بسی دری کله دار / شو ساختهٔ[1] خدنگ خونخوار

ور نیز شوی وزیر مقبل / از زخم زبان مباش غافل

ور ز اهل قلم شوی گران گیر / بر نسبتِ جد شوی کمان گیر

ناوک زنی و گره کشائی / ترکانه ز مو گره کشائی

چون در صفِ پردلان کنی جای / سر پیش نه اول آنگهی پای

مردانه که کارِ مرد دارد / آن به که ز بیم جان نلرزد

گیرم ز عدو عنان تابی / از مرگ کجا خلاص یابی

از پیش بلا که گرم خیزی / مردن بقفاست چون گریزی

کار نظرست پیش دیدن / نتوان بقفای خویش دیدن

بیرون ز اجل چو نیست کاری / تا نیست اجل بکوش باری

خون از دگری کسی کند خواست / کو از سرِ خونِ خویش برخاست

مردانه که جانِ خود سپارد / بر جان کسان چه رحمت آرد

تا دل بقرارِ خویش باشد / شمشیر بکارِ خویش باشد

دل را چو شود خزینه تاراج / دشمن بسلاح نیست محتاج

بی هیبت اگر سمند رانی / هم بازی وهم [illegible]انی

[1] ساخته، موافقت کرده شده ۱۲ اش

دربازوئے دل نباشدت سخت — هم سر نفدا کنی و هم رخت

آں کش مدد ضمیر باشد — پیلش به نظر حقیر باشد

باز آنکه دلش هراس پیشه است — شیر نمدش چو شیر بیشه است

لیکن سبکی مکن چناں هم — کت دل برود ز دست و جاں هم

در حملۂ مشو مبارز خام — هنجار ببین و پیش نه گام

پائے که کند فراخ گامے — از پائے چه ریزدش سلامے

در تو لغزا شوی سر آهنگ — با[۱] سهل خصومتاں مکن جنگ

لشکر نه همه دلیر باشد — در دشت شغال و شیر باشد

گر خر بوحل فرو ماند — قدر تگ توسناں که داند

گر شب نبود سیاه و دیجور — در خانه چراغ کے دهد نور

در بر تو عدو عناں کند تیز — چوں ماہ یہ کار هست مگریز

بر پر هنراں ست جور و بیداد — کس را نبود ز بے هنر یاد

چوں رخت کلال خاک باشد — از نقب زنش چه باک باشد

گر دیدۂ باطنت شود باز — در عیب کساں نظر مینداز

دریابی بینش یقینی — آں به که کنی خدائے بینی

مپسند بهر چه رایت آسود — آں کن که بود خدائے خوشنود

[۱] اے همراہ سهل خصومتاں ۱۲ حسرت

دوزخ مطلب چو کندۂ زشت ‌ ‌ ‌ کاتش بود اوّل آخر انگشت[1]

می باش چو شاخِ سبزِ دلکش ‌ ‌ ‌ کاتش نزنیش نه گیرد آتش

بفروز ز چراغ پارسائی ‌ ‌ ‌ کو راست سرے بروشنائی

خواہی که رسی بچرخ گردان ‌ ‌ ‌ مگذار عنان نیک مردان

با دولتیان نشیں که خارے ‌ ‌ ‌ در صحبتِ گل شود بہارے

گیرم ندہند کندۂ عود ‌ ‌ ‌ بوئے رسدت بیاری دود

عطار اگرچه تندخویست ‌ ‌ ‌ مشکش بہ نسیم تازه رویست

باہر که نه دولتیست منشیں ‌ ‌ ‌ کز سرکه انگشت کام شیریں

شمعے که بود ز روشنی دور ‌ ‌ ‌ ندہد بہ چراغ دیگراں نور

دولت نه ہماں بود که یکچند ‌ ‌ ‌ فلسی دو سه را شوی خداوند

مُردار جہاں چو درپذیری ‌ ‌ ‌ مُردار کُشی بود نه میری

دولت بود آں که دل فروزی ‌ ‌ ‌ وز ترکِ امل کلاه دوزی

در دامن نیستی زنی دست ‌ ‌ ‌ تا ہست شوی بعالم ہست

گر فقر باختیار یابی ‌ ‌ ‌ در حجلۂ قدس بار یابی

ور مطلبی ازاں چه دُوری ‌ ‌ ‌ ہم فقر بود ولے ضروری

دانی که بخاطرِ ہوسناک ‌ ‌ ‌ ہر کس نه رسد بعالم پاک

---

۱ انگشت کوئلہ ۱۲ حسرت

گر ز اعیبه رسد آگهی ۔ تو خود بجز آں دگر چه خواهی

ور غیب ره دگر کشاید ۔ یا لطف ترا رہے نماید (ق)

با ایں همه هم ز جست و جوئے ۔ کاهل نشوی بهیچ روئے

خواهی شرف و بزرگواری ۔ می کوش به همتے که داری

کاں تن که به همتے سرشت است ۔ مردم نگری و لے فرشته است

مفلس که دلش بسر فرازی ست ۔ سلطاں شدنش کمینه بازی ست

حکایت شبانے که از غایت همّت تیغ را آئینهٔ وجاهت و قلم را عمدهٔ دولت خود ساخت

گویند که در عرب جوانے ۔ بوده ست ز نسبتِ شبانے

بختش چو به اوج رهبری داشت ۔ همّت بفلک برابری داشت

زاں پیشه که اصلِ کار بودش ۔ اقبال رہے دگر نمودش

زاں شیر دلی که داشت با خویش ۔ آلوده نشد بجز بلی میش

رفتے پدرش چو مستمنداں ۔ دنبالِ چرائے گوسپنداں

او سبقِ امید کرده پرکار[1] ۔ در درسِ ادب شدی بتکرار

[1] پرکار، مجازاً بمعنی طوق هم آمده (غیاث) ۱۲ حسرت

چوں حرفِ قلم درست کردے ‏ دامن بسلاح چست کردے
تا یافت ازاں ہنر پرستی ‏ در ہر دو ہنر تمام دستی
روزے پدرش بہ پردہ در گفت ‏ کاے جانِ تو گشتہ با خرد جفت
نو شد چو شگوفۂ جوانی ‏ از جفت[1] گریز نیست دانی
گر فرمائی زہمسرِ چند ‏ جوئیم تنے سزائے پیوند
گفتا کہ چو کرد نیست کارے ‏ جفت از نسبِ خلیفہ بارے
گفتش پدر اے سلیم خود رائے ‏ زانداز خود بروں منہ پائے
گیرم کہ دہندت آنچہ دلخواست ‏ بے خواستہ[2] کار چوں شود راست
نقدے بہ بروسواریت کو ‏ واسبابِ عروس داریت کو
آورد جوانِ دولت اندیش ‏ شمشیر و قلم نہاد در پیش
گفت ار سببِ دگر ندارم ‏ ایں ہر دو نہ بس کلید کارم
آں کیں دو ہنر بدست دارد ‏ شک نیست کہ ہر چہ ہست دارد
افگند چو ہمتِ بلندم ‏ بر کنگرۂ ہنر کمندم
گر بازوئے ہمتم چنین ست ‏ ہر چہ آں طلسم در آستین ست
گویند بہمت آں جوانمرد ‏ شد برتر ازاں کہ آرزو کرد
دولت چو برو فگند سایہ ‏ شد محتشمِ بلند پایہ
فی الجملہ بہر چہ دست سائی ‏ ہمت چو قوی بود برآئی

۱؎ جفت عروس ۱۲ ش ۲؎ خواستہ مال و زر ۱۲ غیاث ۱۲ حسرت

اے آں کہ ز من بیادگاری | این پند ز من بیاد داری

جانِ پدر ار رسی بجائے | بر جانِ پدر کنی دعائے

آغاز سلسلہ جنبانیدن از داستان عشق مجنون و لیلی

دندانہ کشائے قفل ایں راز | زیں گونہ کند در سخن باز

کاں روز کہ زاد قیسِ فرخ | رخشندہ شد آں قبیلہ را رخ

زاں نورِ خجستہ شب افروز | بر عامریاں[1] خجستہ شد روز

بنشست پدر بشادمانی | بکشاد درے بمیہمانی

بیگانہ و خویش را صلا داد | ہم نزل فشاند و ہم عطا داد

و اندر پسِ پردہ مادرش نیز | آراست ز صفہ[2] تا بدہلیز

خوبانِ قبیلہ را طلب کرد | و آفاق ز نغمہ پر طرب کرد

می ریخت بجوب تر شمارے | اندازۂ ہر یکے نثارے

جستند حکیم طالع اندیش | کاگہ کند از حکایتِ پیش

دانا بشمارِ خود نظر کرد | گفتہ چو سر از شمار بر کرد

کیں طفل مبارک اخترے خوب | یوسف صفتے شود چو یعقوب

با آں کہ ز گردشِ زمانہ | در فضل و ہنر بود یگانہ

(بنظر)

[1] جمع عامری منسوب بہ بنی عامر قبیلۂ عرب ۱۲ ش [2] صفہ صدر (چبوترہ) ۱۲ ش

لیکن فتدش گہِ جوانی　　در سر ہوسے چناں کہ دانی

از عشقِ بتے نژند گردد　　دیوانۂ دستمند گردد

اندیشہ چناں کند نزارش　　کز دست رود عنانِ کارش

مادر پدر از چنیں شمارے　　مانند زغم بجار خارے

لیکن زنشاطِ روئے فرزند　　گشتند بہ جہیت خورسند

آن نکتہ بسہل برگرفتند　　و آئینِ طرب ز سر گرفتند

یکچند چو دورِ چرخ درگشت　　آن گلبنِ نو شگفتہ تر گشت

سالش بہ شمارِ پنجم افتاد　　زو نور بہ چرخِ پنجم افتاد

شد تازہ چو نیم رستہ سروے　　یا بال دمیدہ نو تدروے

نزدِ ہمہ شد بہ ہوشمندی　　چوں مردمِ دیدہ ارجمندی

زیرک دلیش چو باز خواندند　　در پیشِ معلمش نشاندند

دانائے رقم ز بہرِ تعلیم　　گردش بکنارِ تختہ تعلیم

جہد ادبش چناں کہ دانست　　می کرد چناں کہ مے توانست

آراستہ مکتبے چو باغے　　ہر لالہ درو چو شب چراغے

زیں سوئے نشستہ کودکے چند　　آزادہ و زیرک و خردمند

زاں سوئے دختراں چو حور　　مسجد شدہ چوں بہشت پر نور

ہر تازہ رخے چو دستہ گل　　بر گل زدہ حلقہ ہائے سنبل

از مقنعه دارم ماه کرده | دلها ز زنخ بچاه کرده
بود از صفِ آن بتانِ چون ماه | ماہے کہ زد آفتاب را راه
لیلی نامے کہ مہ غلامش | خالش نقطے ز نقشِ نامش
مشعل کشِ آفتاب و انجم | دیوانہ کنِ پری و مردم
تاراج گرِ متاعِ جانہا | بنیاد شگافِ خانمانہا
سلطانِ شکرلبانِ آفاق | لشکر شکنِ شکیبِ عشاق
گردن زنِ عافیت فروشاں | تشویش دہِ صلاح کوشاں
سرتا بقدم کرشمہ و ناز | ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز
نازے و ہزار فتنہ در دہر | چشمے و ہزار کشتہ در شہر
چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش | آہو برہ بخواب خرگوش
خنداں چو سمن بتازہ روئی | شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشمِ دیو بستہ | تسبیحِ فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغِ بت پرستاں | طاؤس بہشت و کبک بستاں
فرمودہ کلالہ[1] را سواری | دادہ مژہ را سلاح داری
افگندہ بدوش زلف چوں شست | خود بیخبر و نظارگی مست
معجونِ لبش بدُرفشانی | پروردہ بآبِ زندگانی

[1] کلالہ ۔ گیسو [2] حسرت

ہمخوابۂ لالہ گیسوانش … ہمشیرۂ انگبیں دہانش

قندش نمکے تبرزد[1] آلود … خوشخوار ترا از گوارش[2] عود

خورشید غلام زادۂ او … مہ داغِ جبیں نہادۂ او

اندر صفِ آں بتانِ شیریں … چوں زہرہ بہ ثور و مہ بہ پرویں

زانو زدہ قیس بر دگرسو … ہم حربِ زبان و ہم سخن گو

نازک چو نہالِ نو دمیدہ … خوش طبع و لطیف و آرمیدہ

شیریں سخنے کہ ہوش می برد … رونق ز شکر فروش می برد

بود از سخنِ چو شکر و شیر … مستِ سخنش معلّم پیر

از رخ بدو شاہ برد می کرد … صد دل بدو خردہ[3] خرد می کرد

نالندہ بہ تختۂ دبستاں … چوں بلبلِ مست در گلستاں

لحنش چو شدے بروزنِ گوش … از روزنِ جاں بر شدے ہوش

زاں تن کہ نوائے او شنیدے … جاں رقص کناں ز دل دویدے

از نامہ بجاں نورد می داد … وز نالہ صدائے درد می داد

ہر خوش پسرے ز لطف کارش … گشتہ بہ ہوس ندیم و یارش

واں لالہ رخانِ ارغواں ساق … نیز از دل و جاں شدہ مشتاق

ایشاں ہمہ را بقیس میلے … واں سوختہ در ہوائے لیلے

ن۔ شکر از دو چیز پیشے گوش

ن۔ ار یتم

[1] تبرزد نبات (برہان)، ۱۲ حسرت [2] گوارش بروزن گزارش معرب آں جوارش (برہان)، ۱۲ حسرت

[3] خردہ نکتہ (برہان)، ۱۲ حسرت

لیلی خود از و خراب جان تر … گشته نفس از نفس گران تر

هر دو بنظاره روی در روی … وارفته خیال موی در موی

لب مانده ز گفتن و زبان هم … دل گشته بهم یکی و جان هم

بیهوشی شان بگفتن راز … خاموشی شان به پرده آواز

هر دو بعنم و گداز مانده … دل بسته و دیده باز مانده

آن کرده نظر بسوی این گرم … وافگنده ز دیده پردهٔ شرم

این تن به هلاک شان ز داده … او سینه به تیغ ناز داده

این گفته غم خود از رخ زرد … او داده جوابش از دم سرد

این دیده در و بچشم پاکی … وان نیز و لی بشرم ناکی

این کرده بگریه خاک را گل … وان گریه فرو دخورده در دل

این گشته بآب دیدگان مست … وان شسته ز جان خویشتن دست

این کام خود از فغان خود دوخت … او سینهٔ خود ز آه خود سوخت

عشق آمد و خون بجوش ریخت … خونابهٔ دل ز دیده میریخت

اندیشه متاع صبر گم کرد … غم بر دل و دیده اُشتلم کرد

سلطان خرد برون شد از تخت … هم خانه بباد داد و هم رخت

طوفان ز تنور سر بر آورد … وافاق بموج خون در آورد

اُشتلم لغت ترکی بمعنی غلبه و زور و تعدی ۱۲ شرح

افتاد ز فرقِ عافیت تاج — خازن شده و خزینه تاراج

فریاد شبان بمانده از کار — میش آبله پای و گرگ خونخوار

مستان ز شراب خانه جستند — خم بر سرِ محتسب شکستند

در داده چو باده ساقی شوق — گم شد دو حریف در یکی ذوق

در شهرِ وفا درآمد آن بوی — هم خانه خراب گشته هم کوی

مجنون ز نسیم آن خرابی — شد بی‌خبر از تنک شرابی

از خونِ جگر شراب می‌خورد — وز پهلوی دل کباب می‌خورد

وز دیده درو نگاه می‌کرد — میدید ز دور و آه می‌کرد

مغزش ز تفِ درونه در جوش — چون مایهٔ دیگ زیرِ سرپوش

می‌بود ز نیک و بد هراسش — می‌داشت خرد هنوز پاسش

میدید مکین ز نقش بنیان — میکرد کران ز همنشینان

اندیشه هنوز خام بودش — دل در غمِ ننگ و نام بودش

پوشیده لبانِ برق در میغ — گه حربه نبرد و خورد گه تیغ

از دشنهٔ غم خراش خورده — صد دشنهٔ دور باش خورده

صد رخنه دلش ز خنجرِ غم — هر سوخته [illegible]

آن تن که شود ز تیغ روزن — دوزند دگر به رخنه سوزن

ے نسخہ میں [illegible] حسرت ے [illegible] سوزن [illegible]

چوں لالہ جبین شگفتہ می داشت — داغِ بجگر نہفتہ می داشت

می سوخت چو شمع با رُخِ زرد — در گریہ و سوز خندہ می کرد

دانا رقمش تختہ می جست — او تختہ بآبِ دیدہ می شست

اُستاد سخن زعلم می راند — او جملہ کتابِ عشق می خواند

واں لعبتِ دردمند و دل تنگ — دل دادہ بباد و ماندہ بے ننگ

باآں کہ نمش بزیرِ گل بود[1] — سیمائے رخش گواہِ دل بود

خونِ دلش از صفائے سینہ — پیدا چو مے اندر آبگینہ

بر چہرہ ز شرم پردہ می دوخت — و آتش بدلش گرفتہ می سوخت

ہر چند کہ غنچہ بود سربست — می کرد زبوئے خلق را مست

می سوخت چو مجمر اندروں عود — می شد بدماغِ مردماں دود

بوئے کہ زنافہ در تگاپوست — پوشیدہ چگونہ گردد از پوست

عاشق منگر کہ داغ پوشد — کو مقنعہ بر چراغ پوشد

دستے کہ کند عبیر سائی — انگشت برد دہد گواہی

بودند بزاری آں دو غمخوار — در چنبر یکدگر گرفتار

می کرد دو سینہ جوش بر جوش — می رفت دو قصہ گوش در گوش

یاراں کہ بہر کنارہ بودند — دزدیدہ دراں نظارہ بودند

[1] نمش بزیرِ گل یعنی راز خود مخفی می داشت ۱۲ اش

بنشسته به نقش صینی اندر | عاشق بجناب خویش مستور
هر کس سخنے به پرده می گفت | این خاک بجوں فشاند و رفت
این گفت فسانه در مدارا | آن گفت حکایت آشکارا
رازے که ز سینها بجوشد | آن باز کند گر این بپوشد
باشد چو خریطه پر ز سوزن | بندی دهنش جهد ز روزن
آن لب که کلید شد زبانش | چون بسته شود کشاید آتش
بر روئے محیط پل توان بست | نتوان لب خلق را زبان بست

پرده برداشتن دمهائے سرد از روئے لیلی و دیدن مادر پژمردگی آن گل شگفته از آب رده دیدگی جوش در دماغ پدرش دمیدن و دود روان کردن پدر از دو دیده و لیلی را چون ریحان سفالی در گوشه محنت پائے در گل کردن

چون رفت بگوش هر کس این راز | وز هر طرفی بر آمد آواز
کازاده جوانے از فلان کوئے | شد شیفته فلان پری روئے
در مکتب عشق شد غلامش | خواند شب و روز نو بنامش
مقصود وے آن بت یگانه است | وان درس و تعلمش بهانه است
زو هر چه شنیده یاد گیرد | تعلیم دگر ب[illegible] گیرد

آموختنش کجا بود هوش — کاموخته می‌کند فراموش

زین قصه بهر دو سرائے — می‌رفت نهفته ماجرائے

تا گشت ز گفتگوئے او باش — بر مادر لیلی این سخن فاش

مادر ز نهیب شرم اغیار — بنشست بگوشهٔ دل افگار

زان آتش دل زبانه ترسید — وز سرزنش زمانه ترسید

فرزند خجسته را نهانی — بنشاند ز راه مهربانی

گفت اے دل و دیدهٔ مرا نور — از روئے تو باد چشم بد دور

دانی که جهان فریبناک است — آسودگیش غم و هلاک است

هر کاسه که خوان دهر دارد — پنهان بنواله زهر دارد

هر سرخ گلے که در بهاریست — در دامن او نهفته خاریست

هر نافهٔ خوش که بوئے هشته است — پنهان جگرے در و سرشته است

این پرده که در هوا کشیده است — بس پرده که در هوا دریده است

خام است امید نیک رایان — از عالم و عالم آشنایان

تو ساده مزاجی و تنک دل — وز نیک و بد زمانه غافل

چون اهل زمانه را وفا نیست — زایشان طلب وفا روا نیست

هان تا نکنی عنان دل سست — کافتاده[1] خلاص چون توان جست

۱؎ بدام افتاده ۱۲ حسرت

القصه شنیده ام که جایی | داری نظری بر آشنایی
ترسم که چو گردد این فاش | بدنام شوی میان اوباش
تا خانه نکرده بر زمین میل | انباشته به دریچهٔ سیل
آتش که بشاخ ارزن افتد | زو دانه کشی بخرمن افتد
کم خور غم خویش تا توانی | الا غم عشق و ناتوانی
کین هر دو بلا چو سهل گیری | دیوانه شوی و یا بمیری
با این تن پاک و گوهر پاک | آلوده چرا شوی بهر خاک
جایی منشین که چون نهی پای | تهمت زده خیزی از چنان جای
صوفی که رود به مجلس می | البته چکد پیاله بر وی
چون شهره شود عروس معصوم | پاکی و پلیدیش چه معلوم
آنکس که مگس زکاسه راند | تا خوردن و خوردنش که داند
عشق ارچه بود بصدق و پاکی | خالی نبود ز شرمناکی
آوازه چو گشت در جهان عام | صرفه نکند کسی بدشنام
گردم نه زنند کاردانان | چون باز رهی ز بدگمانان
نیکان ز دل نیک راز دارند | بد را ز گمان که بد [illegible]
مادر بحدیث نیک خواهی | [illegible] بسینه کاهی
بر [illegible] فوسی [illegible] سر نهاده | [illegible] بسته خون دل [illegible]

زاں غم که درونه ریش می شد | از دادنِ پند بیش می شد

با سوختگاں حدیثِ پرهیز | روغن بود اندر آتشِ تیز

بیمار ز هر چه دارِیش باز | لب را به هماں خورش کند ساز

مادر چو شناخت کو اسیر است | واں کن کشش نه جایگیر است

تن زد ز نصیحتے که می گفت | گفت آں خبرِ نهفته با جفت

بشنید پدر چو حالِ فرزند | گم شد ز خجالت و سر افگند

فرمود که سرو نو بهاری | در پرده چو گل شود حصاری

از پرده سخن بروں نراند | خواند پس پرده هر چه خواند

مه را بسرائے بند کردند | دیوار سرا بلند کردند

او ماند بکنجِ خانه دل تنگ | می داد ز گریه خاک را رنگ

هر ناله که عاشقانه میزد | آتش ز لبش زبانه میزد

شد خانه ز آهِ آتش آلود | چوں تربتِ مجرماں پر از دود

می خورد ز آهِ خود بدل خار | می زد بنفس بسینه مسمار

گه خاک برخ چو سایه می رفت | گاهے غم دل بسایه می گفت

صبرے نه که دل براه دارد | واندیشه بدل نگاه دارد

یارا[1] نه که سینه را بکاود | خونابهٔ دل بروں تراود

[1] ایں یارا نداشت که سینه را بکاود ۱۲ واش

بازیستنے چناں کہ دانی | می بود بمرگ و زندگانی
چوں دیو رمیدہ حال می زیست | وز مردمی خیال می زیست
ہر چند کہ مادر از سرِ سوز | می بود بہ نزدِ او شب و روز
زد مشعلہ چوں درخشش می کرد | غم را بدو نیم[1] بخشش می کرد
لیک آں کہ در اہوائے یار ست | با مادر و با پدر چہ کار ست
نے خویش[2] ز دوست باشد اول | کیں جانِ عزیز باشد آں خول

خراب شدن مجنون با دلِ دردِ عشق و از مستی در پاے کوہ افتادن و خبر یافتن پدر و سوے آں بے خبر دویدن و از آبِ دیدہ با دسینہ سلسلہ در پاے کردن و زنجیر کشانش پیشِ مادر آوردن

چوں نہ پریوشش حصاری | در حجرۂ غم بسوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند | در درسِ ادب دوید یکچند
در گوشۂ صحن و کنجِ دیوار | می کرد سبقِ عشق تکرار
بے صرفہ ہمی شتافت چوں گو | بے رشتہ ہمی تنید چوں مو

[1] نسخہ : با ہمیں چوں مشعلہ غم مے بخشید و دریغا این غم تسکین نمی شد ۔ حسرت [2] قرب ۔ حسرت

می بست بخامشی دهن را ❊ می داشت بحیله خویشتن را

آهی بجگر فرو دمی خورد ❊ والماس بسینه خورد[1] می کرد

زان ناوک غم که بی سپر بود ❊ هر دم خله اش در جگر بود

وز دیده سرشک دیده می ریخت ❊ وز دیده ز در[2] چکیده می ریخت

بر حقهٔ لعل راستینش ❊ خازن نه کسی جز آستینش

زین گونه بچاره که دانست ❊ می کرد شکیب تا توانست

چون سیل غمش رسید بر فرق ❊ از پرده برون فتاد چون برق

بیرون شد و کرد پیرهن چاک ❊ وافگند بتارک از زمین خاک

گریان بزمین فتاد بیتاب ❊ بر خاک مراغه[3] کرد چون آب

برداشت ز خاک راه صحرا ❊ چون خضر نمود میل خضرا[4]

می رفت چو باد کوه بر کوه ❊ خلقی ز پسش دوان بانبوه

هر کس ز لطافت جوانیش ❊ می خورد فسوس زندگانیش

اینش ز درون به پند می داد ❊ وانش بجفا گزند می داد

طفلان به نظاره سنگ در دست ❊ اینش زد و آن شکست و او خست

با آن شغبی[5] که در گذر بود ❊ دیوانه ز خویش بی خبر بود

---

۱ خورد ریزه ریزه ۱۲ حسرت ۲ درمکنون ۱۲ حسرت ۳ مراغه کردن غلطیدن (برهان) ۱۲ حسرت ۴ سبزه زار ۱۲ حسرت ۵ شور ۱۲ حسرت

می راند ز آبِ دیده رودے   می گفت چو بلبلان سرودے

می زد ز درونِ جان دمِ سرد   زان ها و چو ریگ رقص مے کرد

چون گشت یقین که مردِ دل ریش   دارد سفرے و راز در پیش

زین غم همه در گذار گشتند   گریان بقبیله باز گشتند

رازش بزبانِ عام کردند   مجنونِ زنیش نام کردند

بردند خبر ز روزگارش   سوئے پدرِ بزرگوارش

گفتند ز راهِ سوگواری   کاے پیرِ ضعیف در چه کاری

کان روئے که می فشاندیش گرد   ز آسیبِ زمانه لطمه خورد

زحمت ز ولایتت بدر برد   عشقش بولایتِ دگر برد

زیبا رخے از فلان قبیله   بستش ز دو زلف در طویله

زین بند که در گلو فگندش   مجنون کنِ قیس گشت بندش

گر در پئے او شوی به پرواز   باشد که هنوز یابیش باز

پیر از خبرِ چنان جگر دوز   زد نعره از درونِ پرسوز

خون از جگر و دیده می ریخت   نے نے که جگر ز دیده می ریخت

هر جا جگرش بچشم تر بود   کش دل سوئے گوشه جگر بود

آن دم همه چون شکر همی خورد   از بے جگری جگر همی خورد

شکش بجگر نمک نه کم داشت   گوئی نمک و جگر بهم داشت

واں مادرِ دردمند پُر جوش / کاں قصہ شنید گشت بیہوش

غلطید بخاک تیرہ مویاں / واں گم شدہ را بخاک جویاں

موی از سرِ نا امید می کند / معجر[1] زسرِ سپید می کند

بیچارہ پدر دوید بیروں / ہمراہ سرشک و ہمدمش خوں

می رفت زسوزِ دل شتاباں / فریاد کناں بہ سر بیاباں

چوں گشت بسے بدشت و کہسار / از کوہ شنید نالۂ زار

اندر پئے آں ترانہ زد گام / وافگند ز اشک بادہ در جام

دریافت حریف را چو مستاں / با زمزمۂ ہزار دستاں

می گفت در آں فراقِ خونریز / با خود غزلے جراحت انگیز

در کردہ سرے بسانِ غارے / در دامنِ کوہ دور ز غارے

دل را بستیزہ سنگ می داد / رُخ را ز طپانچہ رنگ می داد

چوں چشم پدر فتاد بر وے / شد سُست زسختی غمش پے

چوں سوختگاں دوید سویش / بنشست بگریہ پیش رویش

دیدش چو چراغِ مُردہ بے نُور / دور از من و تو زخویشتن دُور

چوں روے پدر بدید فرزند / لختے دلِ پارہ یافت پیوند

خم کردہ تنِ ستم رسیدہ / مالید بہ پائے پیر دیدہ

---

[1] چادر ۱۲ حسرت

پیر از جگر کباب گشته — رخ شسته به خون آب گشته
جگر نیست بر دجنته جانی — بوسید سرش به مهربانی
می سوخت بزاری از گزندش — می داد ز سوز سینه پندش
کای شمع دل و چراغ دیده — وی میوهٔ جان و باغ دیده
با آن خردی که داشت رایت — چون رو بہل اوفتاد پایت
درد که نهاد بر تو این بار — سودا که کرد با تو این کار
باد که رسید و چراغت — آه که بسینه کرد داغت
پیرانه سرم گذاشتی چهر — بر پیری من نیایدت مهر
بودم بگمان که گاه پیری — مونس شویم بدست گیری
چون بشکند این تن سفالین — غمخوار تو باشیم ببالین
خود گشت درین سفال پر درد — پیش از تن من سفال تو خورد
رو در که کنم؟ که درچنین سوز — روزی شب آرم اندرین روز
دریاب که عمر ما سر آمد — طوفان اجل ببر در آمد
زد سیل طپانچه بر گل جام — هم حجره خراب گشت و هم بام
جنبید درای کاروانم — هودج طلبید ساربانم
بگسست زه کمان سختم — وز زلزله سست شد درختم

ف ۔ ے ۔ ذرین روزگار ۔ ۲ا حسرت

پیری ہوسِ جوانیم برد ‏ مرگ آمد و زندگانیم برد

گر چوں خلفاں شوی جگرسوز ‏ باشد خلفا ز بہرِ ایں روز

چندیں نہ بس است تلخیِ دہر ‏ دیگر چہ کنی تو عیشِ من زہر

چوں کارِ جہاں ست غم فروشی[1] ‏ تو نیز سوئے جہاں چہ کوشی

تیرے کہ خراشِ پنجہ ہستش ‏ تو دشنہ چہ می دہی بہ دستش

آتش کہ بشعلہ خوئے دارد ‏ روغن زنیش چہ روئے دارد

گرمی گلہ زمانہ کارے ‏ تکمیل تو باختیار بارے

من خود ز زمانہ پا بر اہم ‏ تو رشتہ چہ می دہی بچاہم

تنگست دلم[2] موئے چندیں ‏ دل تنگیِ من مجوئے چندیں

اے جانِ پدر بخانہ باز آئے ‏ وے مرغ در آشیانہ باز آئے

بشتاب کہ تا دریں غم آباد ‏ پیش از اجلم رسی بفریاد

زیں پس کہ بجستنم شتابی ‏ جوئیم بسے و لے نیابی

واں ہا درِ تو کہ در نقاب ست ‏ او ہم زغمت چو من خراب ست

زاں پیش کہ دیدہ را کند ریش ‏ محروم مدارش از رخِ خویش

زاں پس چو پلک بہم نشیند ‏ چنداں کہ نمائیش نہ بیند

تشنہ کہ بمرگ می نہد پے ‏ شربت چہ دریغ داری از وے[3]

---

[1] اے دعم فروشی مددگار جہاں شوی ۱۲ حسرت [2] موئیدن گریستن ۱۲ حسرت [3] اے مراجوئی ۱۲

شتے که سرش بخواب گردد / مرده دو سه تا خراب گردد

مائیم دو تیره روز بنگر / یک دیده به چشم ما توئی بس

مپسند که از جمال تو دور / بے دیده شویم بلکه بے نور

دانی که بنائے خاک سست ست / پیمانِ حیات نادرست ست

آن زر که درهوا بخنده ست / بنیادِ بسے خزینه کنده ست

تا کیسهٔ تو نه گرده خالی / شو بر سرِ نقدِ خویش حالی

نقدِ تو همه بود که خندان / بینی به جمالِ ارجمندان

با وقتِ عزیز و عیشِ دلکش / یارانِ عزیز را کنی خوش

چون بگسلدت فلک ز خویشان / تو خود چه کنی کناره زیشان

هر یک نفسے که می رود تیز / پیکے ست سوئے اجل سبک خیز

آن را که چنین شتاب خوانند / چون زر آمدنش بخواب مانند

زینسان نفسے بجهل مشمر / عمر ست نه باد سهل مشمر

آن تحفه که قیمت ست جانش / ضایع چه کنی به رایگانش

آخر پدرِ توام نه اغیار / بیگانه چنین مشو به یک بار

بیمار اگرچه دردناک ست / بیمار پرست زو هلاک ست

زان جا که یکے ست خون و پیوند / مرگ پدر ست رنج فرزند

از زورِ دست و پا توان نیست / زان زخم جگر کی توان زیست

چوں تیشہ کند بجارش آہنگ — رنجیدہ ترا ز گوہر بود سنگ
زانست شتر ز بار نالاں — کاں بار شتر کشد نہ پالاں
زاں غم کہ تو پستی از شمارش — نے بر تو کہ بر منست بارش
ایں جائے نہ جائے تست برخیز — وایں کار نہ کار تست بگریز
گیرم کہ زغم زبوں تواں بود — بے خانہ و جائے چوں تواں بود
گر زانِ منی از آنِ من باش — ورنہ بہ مرادِ خویشتن باش
ہر چند کہ عشق جملہ دردست — نے روشکنِ سلاح مردست
لیکن مشو آں چناں زبوں نیز — کاتش چو دروں زنی بروں نیز
مردار چہ بسوزدش ہمہ تن — دو دے نہ دہد بروں ز روزن
سستی ست ملطمہ پست گشتن — وز جامِ نخست مست گشتن
گر واقعہ چند سینہ سوزست — مردی ز پئے کدام روزست
مسپار بدستِ دیو تن را — گردآر عنانِ خویشتن را
صبر از پئے روزِ درد دوری ست — ورنہ ہمہ وقت خود صبوری ست
سرمایہ بیافت سہل چیزست — نایافتہ در جہاں عزیزست
زیں غم ہمہ گر مراد یارست — غم ہیچ مخور کہ در کنارست
گر بر مہ آسماں نہی ہوش — کوشم کہ رسانمت در آغوش
آں مہ کہ دلت ازو خراب ست — لیلی ست نہ آخر آفتاب ست

(ن: زبیست) (ن: بزیست)
(ن: صلاح)
(ن: ہم آغوش)

نشنیدم تا بچارہ دوراے — با او بشماتت بہ یکجاے

لیکن نہ کنی چو دیو را بند — وے را نہ شوی سزاے پیوند

این دیو دلی رہا کن از خوے — مردم شو و راہِ مردمی جوے

تا بو کہ ز عونِ بخت پر نور — ہمخوابہ شود فرشتہ با حور

مجنون چو نوید کام بشنود — بشکست ز مغزش آنکہ دود

با پیر بہ شرم گفت گریاں — کاے ز آتشِ من دلِ تو بریاں

از من بہ من آنچہ پاک گندست — دانم کہ ترا ہزار چند ست

لیکن چہ کنم کہ نفسِ خودکام — از حیلہ ددم نمی شود رام

بر دل کہ بہ نازکی لطیف ست — اندیشہ موکلے عنیف ست

کوشم کہ بہ جہد گاہ و بیگاہ — در خود نہ دہم خیال را راہ

باز افگند آسمانِ نیلی — در چنبر این غمم بہ سیلی

خود گیر کہ از بلا گریزم — از بندِ قضا کجا گریزم

بیچارہ وجودِ سست تدبیر — در غیب بریسمانِ تقدیر

نامد و ز رشتہ تافت [illegible] — وین رشتہ بچنگ دست پر پیچ

آں روز کہ بودم از غم آزاد — می بود براے خود دلم شاد

ل دیوانگی۔ وحشت۔ حسرت ٹ عنیف سخت۔ درشت

ٹ سیلی [illegible]

[illegible]

واکنوں کہ نہ بر قرار خویشم — ایں ہم نہ باختیار خویشم

کس را بمراد[1] رہ نیفتد — مردم بہوس بچہ نیفتد

رستے گل اگر بخندۂ خوش — چنداں نگریستی در آتش

انگشت[2] سیاہ را چہ چارہ — از سوختنِ ہزار بارہ

چوں عقدۂ شادی است مشکل — ہم بر غمِ خویشتن نہم دل

دریا دیہ تشنۂ جگر تاب — از دیدۂ خویشتن خورد آب

اشتر کہ زخود تہی شدش کاز[3] — خوردہ زگلوئے خود خورد باز

گیرم ہمہ خلق راحت الفنج — مجبور بود بہ بردنِ رنج

پروانۂ شمع را کہ فرمود — کو ازتنِ خود برآورد دود

چوں ہر کسے از برائے کاریست — زاندیشۂ دوں دگر شماریست

آں کآفتِ آسماں نداند — واند چو درآں شکنجہ ماند

توسن کہ نہ گردد از دوش رام — ہم رام شود زِ لت سرانجام

گر کار بدستِ خویش بودے — کارِ ہمہ خلق بیش بودے

چوں نیست بہ مردم انچہ باید — تسلیم شدم بہر چہ آید

تا یاری جاں بقا لبم ہست — جاں بدہم و یار ندہم از دست

یا ہمسرِ او شوم چو افسر — یا در سرِ کارِ او کنم سر

---

[1] اے کسے راہِ خود بالقصد غارت نمی کند ۱۲ حسرت [2] زغال کوئلہ ۱۲ حسرت
[3] کاز خانہ کہ از نے و علف سازند (غیاث و برہان) ہندی جھونپڑی ۱۲ حسرت

هان ای پدرِ من و سرِ من ‌ ‌ ‌ من گوهرِ تو تو افسرِ من

زین گونه که بهرِ من دویدی ‌ ‌ ‌ آزرده شدی و رنج دیدی

غمخوار کسیم فگند از زیست ‌ ‌ ‌ ور تو نخوری غمم دگر کیست

زین غم چو مرا قرار بر تست ‌ ‌ ‌ غم زانِ من است بار بر تست

بارے که نشست بر دلِ ریش ‌ ‌ ‌ برداشتنی ست لابد از پیش

دردِ دلِ خسته را دوا کن ‌ ‌ ‌ وان وعده که کرده وفا کن

پند رفت پدر که سخت کوشد ‌ ‌ ‌ کالا خرد و درم فروشد

پوید بدرِ طبیب چندان ‌ ‌ ‌ کز درد رهند دردمندان

آن چاره کند که تا تواند ‌ ‌ ‌ دیوانه به راهِ نو رساند

مجنون بوثیقتے چنان چُست ‌ ‌ ‌ شد با پدر و رضاے او جُست

باهم دو ستمکشِ زمانه ‌ ‌ ‌ رفتند ز دشت سوے خانه

تنقیه کردن مادر دماغِ مجنون را بداروے تلخِ نصیحت و از لفظِ دُربار و شیرینیِ زبان مفرّحِ سوداے او ساختن

گوینده حکایت آن چنان کرد ‌ ‌ ‌ کان خسته چو ... روان کرد

آمد بسراے خویش رنجور ‌ ‌ ‌ نزدیک بمرگ و از خرد دور

مادر چو بدید حالِ فرزند — بگسست ز دردبندش از بند
بوسید چو مادراں سرش را — تر کرد بگریہ پیکرش را
کہ جامہ درید بہر سامانش — گہ از فرہ دوخت چاکِ دامانش
گریاں نفسے بر کشیدش — پس جامۂ پارہ بر کشیدش
شست از نمِ دیدگاں نخستش — وز مشک و گلاب باز شستش
وانگاہ تنش چو نقشِ جامہ — آراست بجبہ و عمامہ
زیں لابہ گری چو باز پرداخت — گرمے سوئے مطبخ و خورش تاخت
آورد ز راہِ مہربانی — مادر بپختے چناں کہ دانی
می راند مگس ز روئے خوانش — می داد نوالہ در دہانش
مجنوں کہ درونہ پر ز غم داشت — زاندیشہ کجا سرِ شکم داشت
می خورد ز بہرِ روئے مادر — نے لقمہ کہ شعلہائے آذر[1]
چوں خورد بقدرِ رغبتش خورد[2] — مادر سرِ سفرہ را بہم کرد
در پیش نشست و زار بگریست — گفتا کہ بہ است مرگ ازیں زیست
تا زادہ شد از عدم وجودم — رنجے ز جہاں نیازمودم
دولت ہمہ عمر آں چناں داشت — کم زاندۂ دہر بر گراں داشت
آزادم داشت بختِ فیروز — ز آسیبِ زمانہ تا بہ امروز

[1] آذر: آتش ۱۲ حسرت [2] خورد بمعنی طعام (غیاث) ۱۲ حسرت

واکنوں که دمید صبح پیری ۔ کافوری گشت زلف قیری[1]

بالائے چو تیر شد کمانم ۔ وآمد به تزلزل استخوانم

مپسند که در چنیں زمانے ۔ سوزد ز لغت گسسته جانے

بارے که گہے نبردم آں بار ۔ خود گوئے که چوں برم بیکبار[2]

زنداں که برند بر ہوا سنگ ۔ افزوں نه کنند جز بپا سنگ

گاوے که پرستدش دل آرام ۔ گوساله خر نبرد بر بام

به گر نه نہی اگر توانی ۔ بر من ستمے بدیں گرانی

زیں واقعه ار رہی به تمیز ۔ ایں بار دریده وارہد نیز

داری بخرد درونه برجائے ۔ بیروں نه نہی ز عافیت پائے

مردانه برآر پائے از گل ۔ بندی بخدائے خویشتن دل

تا بو که بصبر فرخ انجام ۔ از کام روا برآیدت کام[3]

کانجا که بود شکستگیہا ۔ صبر است کلید بستگیہا

درے که نشایدش نشاں یافت ۔ در درج صبوریش تواں یافت

کارے که به صبر برگشایند ۔ بر درد گرہش گره نه دوند

با ہمه زیست پنہاں که دانیم ۔ جہدے بکنیم تا توانیم

---

۱ قیر: سیاه ۲ حسرت

۲ اے اندک اندک ۲ حسرت

۳ اے زایده کننده ۲ حسرت

مجنوں ز درونهٔ پر آذر — بگریست بدرد پیش مادر

گفت اے گہرِ مرا خزینه — پرورده مرا چو جان بسینه

اے کرده بلند پستیِ من — پیدا از تو گشته هستیِ من

یارب که ز بخت شادمان باش — وز غم همه عمر در امان باش

پندِ تو که عافیت پسندست — چون دارُوے تلخ سودمندست

لیکن چو ببرد دیوم از هوش — دیوانه به پند کے نهد گوش

یا نقد مرا بدامن آرید — یا دست ز دامنم بدارید

مادر چو شناخت سِرِّ کارش — کز دست شده است اختیارش

غمخوارهٔ او شد از سرِ درد — می سوخت ز درد و غم همی خورد

روزے دو سه برگِ کارِ او ساخت[1] — و اسبابِ عروسیش بپرداخت

پس گفت به پیرِ خانه تا زود — پیرانه دود ز بهرِ مقصود

رفتن پدرِ مجنوں بخواستگاریِ لیلیٰ

پیر از دل دردمند برخاست — اشتر طلبید و محمل آراست

از اهلِ قبیله مهترے چند — گشتند بهم ز خویش و پیوند

رفتند ز بهرِ خواستگاری — در خانهٔ لعبتِ حصاری

آمد پدرش بمردمی پیش — زاندازه نمود مردمی بیش

---

[1] برگ قصد و عزم و التفات نیز ساز و سامان (برہان) یعنی دو سه روز سرانجام کار او کرد و اسبابِ عروسیش مہیا ساخت ۱۲ حسرت

از راہِ کرم برسمِ تازی — بنشست بہ میہماں نوازی

خوانے بکشید مہترانہ — پر نعمت و نزلِ بیکرانہ

چوں سفرہ زپیش برگرفتند — عیشے بہ نشاط در گرفتند

با یک دگر از طریقِ کارے — می رفت سخن ز ہر شمارے

ہر جعبہ[۱] چو تیر خود بر انداخت — جویائے غرض[۱] غرض بر انداخت

در جلوۂ آں عروسِ نوخیز — می کرد عبارتے شکر ریز

کایزد چو بنائے دہر پرداخت — ہر طائفہ جفت جفت بر ساخت

زیں رو ہمہ را بزندگانی — از جفت گریز نیست دانی

چوں ہست چنیں امیدواریم — کامیدِ خود از درت برآریم

ناسفتہ دُرّے کہ در خزینہ ست — مانند صفا در آبگینہ ست

گوئی بزبانِ خود کہ بے گفت[۲] — با گوہرِ پاکِ من شود جفت

قیسِ ہنری[۳] کہ در زمانہ — ہست از ہمہ در ہنر یگانہ

گر سینہ بمہر او کنی گرم — دامادی او نیاردت شرم

ایں قصہ کہ کرد میزباں گوش — از بس خجلی بماند خاموش

برخود قدرے چو مار پیچید — واں گہ بجواب در بسنجید

از ہر سخن

۱؎ جعبہ، ترکش۔ غرض، نشانہ و مطلوب و مقصود و خواہش و حسرت ۲؎ بے گفت، بے تقریب ...
۳؎ قیسِ ہنری نامِ مجنوں، مولانا نامی فرماید کہ چوں شعرِ ہنری ... قیسِ ہنری ...
جائے دیگر گوید کہ قیسِ ہنری بہ علم خواندن ... حسرت

گفتا چه کنم که میهمانی ‏— ورنه کنم آن سزا که دانی

هر نکته کزان کسے برنجد ‏— رنجیده شود کسے که سنجد

تمثیل

گفتنے که نه آن ز داد باشد ‏— پیمودنِ باد و باد[1] باشد

تیرے که نه بر هدف گراید ‏— آن به که ز جعبه بر نیاید

شخصے که ز نفسِ ناسرانجام ‏— ما را لقبیله کرد بد نام

دیوانهٔ دست و لا اُبالی ‏— وز مردمیِ زمانه خالی

از بی ننگی فتاده در ننگ ‏— وز بے سنگی بخوردنِ سنگ

خلق از خبرش بخانه و در ‏— انگشت بگوش و دست بر سر

زین گونه حریفِ ناخردمند ‏— در خورد کجا بود به پیوند

حورے به ستنبه[2] داد نتوان ‏— لولو بوحل نهاد نتوان

خود گیر که ما بدست پیشی ‏— جستیم رضائے تو بخویشی

آشفته که حالِ خود نداند ‏— تیمارِ عروس کے تواند

بردے که کفایتش بسے نیست ‏— نیروی تعهدِ کسے نیست

در دیو[3] دلان توان نباشد ‏— در دیوچه[4] استخوان نباشد

باشد چو زنے ستونِ خانه ‏— ناخفته به اندرونِ خانه

---

[1] هیچ (برهان) ۱۲ حسرت [2] ستنبه بکسر اوّل بر وزن شکنبه صورتے را نیز گفته اند که از غایت کراهت و زشتی طبع از دیدنش رماں و هراساں باشد (برهان) ۱۲ حسرت [3] دیو دل سیاه دل و بے رحم (برهان) ۱۲ حسرت [4] جونک (برهان) ۱۲ حسرت

آن زه که نشد کمانش از کار ❊ دیوک[1] زندش به روی دیوار

مرغی که شتر شده است نامش ❊ بارست چو پایه ناتمامش

مردانه توانش نام کردن ❊ کو بار کسی کشد بگردن

به گر نهی به پرده اش روی ❊ کش غم تو خوری و او بود شوی

وان گه بخدائی خداوند ❊ از صدقِ عقیده خورد سوگند

کین در نشود گشاده تا دیر ❊ گر کارِ زبان رسد بشمشیر (کنایہ)

جوینده لعبتی چو خورشید ❊ شد باز بسوی خانه نومید

آهسته بگوشِ پیرزن گفت ❊ کین سوخته طاق ماند و بی جفت

کم خازنِ آن خزینۂ سیم ❊ از آهنِ تیز می کند بیم (تمثیل)

گر کار رفتد بزور بازو ❊ زین سوی سبک بود ترازو

آن چاره که نی ببازوی ماست ❊ زاقبالِ قوی تری شود راست

نتوان ستدن ز پنجه درشت ❊ الا که بزور بازوی سخت

آن دنبه که گرگ از آن کند توش[2] ❊ کی گنجد در دهانِ خرگوش

هدهد که سپرد پادشه را تاج ❊ شاهین کشد از کفش نه دراج

گنجی که گرفت شحنه در چنگ ❊ سالار ستاندش نه سرهنگ

---

[1] بر وزن زیرک جانورے ست کہ چوب عمارت و پشمینہ و انچہ از زمین نقہ بخورد و ضائع کند۔ برہان یعنی دیمک ۱۲ حسرت

[2] توان و قوت و خوراک بقدر حاجت۔ برہان ۱۲ حسرت

شمشیر کشیدن نوفل بجهت مجنون در سواد لیلیٰ کوکب آراستن و در قتالِ مردمانِ حی بسعی تمام کوشش نمودن

خوانندهٔ حرفِ آشنائی　　زین گونه کند سخن سرائی

کان پیرِ جگر کباب گشته　　وز بادهٔ غم خراب گشته

چون شد ز درِ عروس نومید　　شد خستهٔ آن گزندِ جاوید

شد در پئے آن کہ تا چہ سازد　　کان عاشقِ خستہ را نوازد

کرد آن چه ز چاره کردنی بود　　نامد بکفش کلیدِ مقصود

چون از طرفے نیافت یاری　　بر میر قبیله شد بزاری

نوفل ملکے بد آدمی خوئے　　آزاده و مهربان و دلجوئے

از کشمکشِ دلِ ستمگار　　در سلسلهٔ بتے گرفتار

هم زحمتِ عاشقی کشیده　　هم شربتِ عاشقی چشیده

افسانهٔ قیس کآتش افروخت　　هر لحظه همی شنید و می سوخت

چون حالتِ پیر دید حالی　　کرد از بد و نیک خانه خالی

بنواخت بلطف و راز پرسید　　وان قصه که داشت باز پرسید

پیر از جگر شکایت اندود　　دم بر زد و گرد خانه بردود

چون کار فتادگان بزاری　　جست از پئے آن امید یاری

(۱) باشتعال

او خود غمِ او ز پیش دانست ۔ وان مصلحت آنِ خویش دانست

قاصد طلبید و داد پیغام ۔ سوئے پدرِ بتِ گل اندام

کاندیشهٔ آں کند کہ بے گفت ۔ دیوانہ بماہِ نو شود جفت

گر گفت و گر بود دریں زیر[1] ۔ گویم سخن از زبانِ شمشیر

شد پیک و پیام داد در حال ۔ تا شد شنونده بر دگر حال

بگشاد زباں چو آتشِ تیز ۔ پس گفت جوابِ آتش انگیز

کاندازه گرا بود دریں راز ۔ کز پردهٔ ما بر آرد آواز

زہره بسلام کس نیاید ۔ مہ نیز بدام کس نیاید

باید چو عطاردے کہ جاوید ۔ پروانہ شود بشمع خورشید

دیوے کہ بود ز حاضراں دُور ۔ کش جفت[2] کند فرشتہ یا حور

کارے کہ ز نسبتش جدائیست ۔ کوشیدنِ آں نہ نیک رائیست

کرباسِ تو گرچہ دلپذیر است ۔ پیوند حریر با حریر است

مینا کہ بسلکِ دُر کشی راست ۔ از بہرِ صلاحِ چشمِ بد راست

گر مہترِ ماست نوفلِ گُرد ۔ مہتر نہ کند ستیزه با خُرد

زاں گونہ زبوں نہ ایم ما نیز ۔ کا رزد گلِ شاخِ کشنیز

اُفتد چو درونِ پرده کارے ۔ جاں کیست دراں میانہ بارے

[1] مقابل بم ۱۲ حسرت

[2] یعنی او را کدام کس کہ اش با فرشتہ جفت کند ۱۲ حسرت

چندان غمِ جان و تن توان خورد — کز پرده سخن برون توان کرد

فرمانده اگر بدیں بہانہ — ما را بہ بدی کند نشانہ

ما نیز بکوشش صوابش — معذور بُویم در جوابش

پیک آمده باز داد پاسخ — نوفل ز غضب شد آتشیں رُخ

لشکر طلبید و بارگی خواست — بیروں ز قبیلہ شد صف آراست

خویشانِ صنم چو آں شنیدند — مجموع بکیں بروں دویدند

گشت از دو طرف روانہ شمشیر — آویخت بحملہ شیر با شیر

ہر تیغ زنے بہ خنجر و خشت[1] — سرہا ہمہ می دُرود و می کشت

می کرد سنان بچشم باریک — جاسوسیِ سینہائے تاریک

واں تیر کہ خوں حلال می کرد — نی را بجگر نہال می کرد

ابروئے کماں کرشمہ انگیز — ناوک بکشش چو غمزۂ تیز

پیکاں کہ جگر شگاف می کرد — می داد[2] زبان و دل ہمی خورد

شمشیر کشیده ہر دلیرے — نوفل بمیاں چو تند شیرے

بر رسمِ عرب بجہد و ناورد[3] — می کرد ستیزه مرد با مرد

مرگ آمده جاں ز سینہ می رفت — بر نغمۂ تیر پائے می کوفت

ہر سو کہ فگند تیغِ فولاد — کرد از سرِ مرد گردن آزاد

[1] خشت نیزۂ کوچک (برہان) ۱۲ حسرت [2] می خلید ۱۲ حسرت
[3] جنگ و پیکار (برہان) ۱۲ حسرت

زاں کینه که بے دریغ میرفت — یک هفته دو رویه تیغ میرفت

خلقے سوئے لعبتِ حصاری — تنگ آمده زاں ستیزه کاری

گفتند باتفاق پیراں — ق — درسوخته به که خانه ویراں

چوں فتنهٔ او بروں زد ایں تاب — آں به که کنیم فتنه درخواب

خیزیم سبک زخونِ لیلے — در خاک رواں کنیم سیلے

آفت زجهاں چو گشت گمنام — غوغا زدو سوئے گیرد آرام

هم رخنهٔ فتنه بسته گردد — هم دل زگزند رسته گردد

هم سگ[1] مجنوں اندریں راز — بدسوختهٔ درونه پرداز

آمد سوئے آں ستم رسیده — نالید زجانِ غم رسیده

رمزے که شنیده بود بنهفت — بگریست نخست بعد ازاں گفت

مجنوں که ازاں خبر شد آگاه — برزد زدرونِ دل یکے آه

برمیر سپه دوید جوشاں — چوں سیل که در رسد خروشاں

بگرفت عنانِ مرکبش سخت — می سوخت زخامکاری بخت

گفت اے همه مرهم تو آزار — بازآر دل از ستیزه بازآر

کاں دوست که بهر اوست ایں رنج — مانده است ازیں شغب به سنج

گویند زغصه مهترانش — کابسته کنیم بر کرانش

---

[1] همدرد و هم از ۲: حسرت

یعنی چو وے از جہاں برافتد	این مشعلہ از میاں برافتد
ہاں تا نشوی کنوں کماں گیر	تا در نہ رسد بجانِ من تیر
تیرے چہ زنی کہ بر من آید	برجاں ز دریچۂ تن آید
بر خصم بکش بکینہ جوئی	تیغے کہ بخونِ دوست شوئی
آں نیزہ مزن بہ دشمناں بیش	کز وے دلِ دوستاں کنی ریش
چوں جامۂ بختِ من کبود ست	از کوششِ مردماں چہ سود ست
ادبار فرو شدہ بہ کارم	اقبالِ ترا چہ رنجہ دارم
رد زد بدِ من مراست از پس	تو کردی از آنِ خویشتن بس
نوفل چو شنید گفتِ مجنوں	بکشاد ز دیدہ چشمۂ خوں
لابد بہ نیام کرد شمشیر	در بیشۂ خویش رفت چوں شیر
در گوشۂ غم نشست نالاں	از حالتِ قیس دست مالاں
از ہر کہ حدیثِ او شنیدے	آہے بہ دریغ برکشیدے
آنکہ آدمی ست و آدمی زیست	داند کہ گزندِ آدمی چیست
حیوانِ دگر کہ بے شمارند	از درد کسے خبر ندارند

مہمان خواندن مجنوں زاغاں را در خانۂ چشم تا مردمان فتنہ انگیز را بکاؤ کاؤ ... خانہ بیروں کنند

دانندۂ این حکایت نغز	از پوست چنیں بروں دہد مغز

کاں روز که نوفلِ سپهدار
بربست میاں بعزم پیکا

چنداں به زمیں فتاد مردم
کاندر تهِ کشته شد زمیں گم[1]

چوں کوکبهٔ مصاف بشکست
هر خسته که رسته بود می جست[2]

خلقے ز دو سوئے خسته و ریش
رفتند بسوئے خانهٔ خویش

ماندند بر آں بساطِ ناورد
مجنون و یکے رفیق و همدرد

دیوانه که جائے دید خالی
برجست چو دیو لااُبالی

رخساره ز خونِ کشتگاں شُست
هم در صفِ کشته خوابگه جُست

اُفتاد چناں میانِ خوں غرق
کز کشته نبود تا بدو فرق

ق چوں ماند فتاده بر زمیں دیر
تشنه جگرے بجانِ خود سیر

مرغاں که باوج مے پریدند
گستاخ بسوئے او دویدند

زاغے بسرش نشسته خونخوار
در دیده کشتی کشیده منقا[3]

واں یار دراں اسیرِ بے صبر
می دید و همی گریست چوں ابر

چوں کرد نگاه مردِ هُشیار
کاں چشم ز سرمه بیند آزا

شد بر سرِ آں خرابِ خونی
تا واخر دش از زبونی

پرّنده هوا گرفت چوں دود
واں سوخته خاست آتش آلود

---

[1] زمیں زیرِ انبارِ کشتگاں بپوشید ۱۲ ش
[2] می جست = می تپید ۱۲ ش
[3] مراد منقارِ زاغ به مناسبت سیاهی میلِ سرمه ۱۲ حسرت

زد نعره که این چه دوستداریست / آزردن دوستان نه یاریست

چون دیده بدشمنی دلم خست / از دشمن خانه چون توان رست

چندان بنظاره کرده شادم / کاندر غم کوششش فتادم

امروز که اتفاق آن بود / کان کین کهن برون کشم زود

اے دوست به من کجا فتادی / کین دشمن را اخلاص دادی

نے دیده که آفتست در روست / این آفت من ز دیدن اوست

زین شرم که روئے یار دیده است / دستم ز گزندش آرمیده است

بے قصد من از غیب جائے / می شد ز سرم چنین بلائے

گر نیست سیاستے دگرگون / کم زان که کنم ز خانه بیرون

یارب که ترا چه آرزو بود / کوشش به زیان من درین سود

دیده چه بدے اگر نبودے / چه دیده که کاش سر نبودے

جان در سر این جریده کردم / سر در سر کار دیده کردم

کو دشمن دوست روئے بنگر / تا سر دهمش دو دیده بر سر

اے دشمن اگر بکشتن آئی / تا تیغ بخونم آزمائی

چشمم بکن اول ار توانی / گر سر ببری آن گہے تو دانی

کافتاد چو فرق برزمینم / رسوائی چشم خود نه بینم

زینسان به عتاب تلخ لختے / می خورد جگر چو شور بختے

وآں مردِ سرہ[۱] کہ بود یارش | حیراں شدہ در طریقِ کارش

زاں شیوہ کہ حالتے عجب دید | بگریست گہے گہے بخندید

گفت اے گہرت بمردمی پاک | وز لُطف تو صد ہزار دل چاک

گر تو ز حیات سیر گشتی | در کشتنِ خود دلیر گشتی

آں را کہ بود سرِ وفائے | چوں بیند رنجِ آشنائے

آں دیو بود نہ آدمی زاد | کز اندہِ دیگرے شود شاد

باآں کہ ز دیدہ رنج بودت | چشم آں چہ نمودنی نمودت

گر دیدہ بصد جفا کنی ریش | معذور بود ولے بیندیش

کاں روز کہ روبرو نشینی | رویش بہ کدام دیدہ بینی

مجنوں کہ شنید نامِ دیدار | گشتش بہزار جاں خریدار

از وجد برقص شد چو مستاں | زد زمزمہ چوں ہزار دستاں

زاں قصہ بدیہہ بر انگیخت | می گفت و ز دیدہ اشک می ریخت

از گفتِ خویش چو وقت خوش گشت | برداشت ز بے خودی رہِ دشت

او رفت چو باد بے سر و پائے | ہمرہ بشگفت ماند بر جائے

آمد بسوئے قبیلہ نالاں | زاں مرغ پریدہ دست مالاں

گریاں بہزار والے ویلے | شد تا بہ سرائے لیلے

[۱] سرہ خالص ۱۲ ش

لیلی که شنید نالهٔ زار / برگرد چو ماه سر ز دیوار

گفتا که تو کیستی بدین روز / وین گریه چرا کنی بدین سوز

رنجیده منم درین جهاں بس / وین کار منست چوں کند کس

تو ناله مکن که خسته مائیم / تن زن[1] تو که دل شکسته مائیم

آں یار عزیز مهر پرور / چوں دیده در آں نشانهٔ در

گفتا منم آشنائے یارت / دارم خبرے ز دوستدارت

لیلی که شنید دوست را نام / غلطاں بدر آمد از سر بام

بوسید بصد نیاز پایش / پرسید به لطف جاں فزائیش

گفت اے سخنت برین نکوئی / از بهر خدا که راست گوئی

کاں گم شده را چگونه دیدی / وز صحبت او چرا رمیدی

روز از تف آفتاب چونست / شبهاش نه دیده خواب چونست

دل را بغمم که مے سپارد / غم را به رخ که مے گذارد

پایش ز رحیل در چه سنگست / رویش ز سرشک بر چه رنگست

اندیشهٔ چیست در گمانش / افسانهٔ کیست بر زبانش

رنجه چه شوی برائے آں یار / گریه چه کنی برائے ایں کار

او یار منست یار تو نیست / وین کار منست کار تو نیست

---

[1] تن زن اے قرار گیر ١٢ حسرت

مردِ گذری ز سوزِ آن گفت ‌ ‌ ‌ از دیده دُر و ز لب گهر سفت

گفتا که مریضِ سیلِ اندوه ‌ ‌ ‌ کان لاله خوش ست بر سرِ کوه

امروز بر زمگاهِ نوفل ‌ ‌ ‌ شد در صفِ کشتگان مسلسل

چون مُرده او فتاده بیهوش ‌ ‌ ‌ با کشته و مُرده شد هم آغوش

چشمے که نهاد از غمش داغ ‌ ‌ ‌ می کرد ز غصه طعمهٔ زاغ

این سوخته گر نیامدے زود ‌ ‌ ‌ آن زاغ زیانِ چشمِ او بود

چون کرد عروسِ پرنیان پوش ‌ ‌ ‌ آزارِ دو چشمِ یار در گوش

خائید بدر دلعل چون قند ‌ ‌ ‌ ناخن زد و روی و موی برکند

پس باز کشاد چشم را پشت ‌ ‌ ‌ تا دیده برون کشد به انگشت

چون دید عقوبتِ چنان را ‌ ‌ ‌ طاقت برمید میهمان را

زد دست و گرفت آستینش ‌ ‌ ‌ اُفتاد به پاے نازنینش

گفت اے پری این چه کارِ دیوست ‌ ‌ ‌ تن زن که فرشته در غریوست

یارے که تو زو بدین خطائی ‌ ‌ ‌ دارد چو من و تو روشنائی

او را چو دو مردم ست پر نُور ‌ ‌ ‌ تو نیز مشو ز مردمی دُور

روزے که رسد نوید دیدار ‌ ‌ ‌ با دوست ز دیده چون کنی کار

ببیند ز دوست را مکن ریش ‌ ‌ ‌ شرمے هم از آن دو دیدهٔ خویش

وان که بدو دیده خورد سوگند ‌ ‌ ‌ وان کس که بدیده داد پیوند

کاں گوہرِ پاک ناشکستہ است — واں دیدہ ز چشمِ زخم رستہ است

لیلی چو شنید بیش و کم راز — آمد قدرے بہ خویشتن باز

جانش ز شکنجۂ بلا رست — شمعش ز طپانچۂ صبا رست

از شادیِ آں سخن کہ بگذشت — گردِ سرِ آں رفیق مے گشت

شرمندہ شد از حقِ وفایش — غلطید بعذر زیرِ پایش

از سوزِ دلش بسے دعا کرد — واں گہ ز برِ خودش جدا کرد

در از شدن ظلمِ گیسوی لیلیٰ بر مجنون و زندہ داشتن مجنون شبہائے فراق را بخیالِ لیلیٰ و روشن شدن مہرِ نوفل در آفاق و تیرگیِ روزِ مجنون و لرزیدن پدرِ پیرِ مجنون از دمہائے سردِ پیرِ سوادی و سوئے گرم مہری نوفل گریختن و گرم روی کردن آں مہرباں و بنتِ خود را کہ در پردۂ حیا آفتابے بود سایہ پرورد با مجنونِ تاریک اختر قراں دادن و محترق شدن ستارۂ مجنون و پیش از استقامت رجعت کردن

توقیعِ کشِ مثالِ ایں حرف — در نامہ سخن چنیں کند صرف

کاں سوختۂ خراب سینہ — او زنگ نشینِ بے خزینہ

از نوفلیاں چو بے غرض ماند | لختے ز فراق در مرض ماند

چوں پیکریش از نشانِ سُستی | آمد قدرے بہ تندرستی

باز از وطنِ خرد بروں جست | زنجیر بُرید و بند بشکست

می گشت بگرد کوہ و صحرا | چوں خضر بروضہاے خضرا

نے دل خوش و نے خرد فراہم | دیوانہ و دیو ھر دو باہم

ہجرش زدہ تیر بر نشانہ | غم یافتہ مرگ را بہانہ

یاراں بتأسف از چناں یار | خویشاں متحیر از چنیں کار

او دشت گرفتہ زار و دلریش | دشمن بملامت از پس و پیش

روبہ کہ تنک نمونہ باشد | در پیشِ سگاں چگونہ باشد

گوئی کہ فتد بچالگہ پیش | حالش بچہ ساں بود بندیش

بومے کہ بروز جنبد از باغ | کلمرغ شود ز سیلی زاغ

مسکیں بہ پرش بچارہ سازی | چوں شمع بخویشتن گدازی

در ہر طرفے بدرد پویاں | درمانِ غریب خویش جویاں

ہر جا کہ نشست زار بگریست | بے گریۂ زار در جہاں کیست

واں مادرِ خستۂ جگر سوز | شب رنگ شدہ ز بختِ بدروز

روزِ طربش بشب رسیدہ | خونِ جگرش بلب رسیدہ

ے جولان گاہِ حسرت

خستہ جگر و مژہ جگر بار | وز بے جگری ہمہ جگر خوار
در دے کہ ز گوشۂ جگر خاست | از بے جگری ہمہ جگر کاست
روزے ز زبانِ رہ سپاری | در گوشِ پدر رسید رازی
کز مہر و وفائے آں یگانہ | کاندر ہمہ دہر شد فسانہ
زاں گونہ شدہ ست نوفلش دوست | کاں دل شدہ مغز گشت و او پوست
گوید کہ اگر دل آیدش باز | من دختِ خودش دہم بصد ناز
پیر از خبرِ چناں دل انگیز | برسوختہ شد چو آتشِ تیز
دیدش سر و تن ز سنگ خستہ | چہرہ دژم و جبیں شکستہ
پیراہنِ پارہ پارہ چوں گل | خونابہ چکاں ز دیدہ چوں مُل
از تفِّ ہوا چو دود گشتہ | پشتش ز زمیں کبود گشتہ
اوّل ز دو دیدہ سیلِ خوں ریخت | وانگہ نمک از جگر بروں ریخت
کاے چشم من و چراغِ دیدہ | تو از من و من ز خود رمیدہ
دارم دلِ خستہ در د پرورد | درمانِ دلم توئی دریں درد
در خانہ خلف چراغ باشد | نے از پئے سینہ داغ باشد
دانستہ بدم کہ روزِ پیری | گرد آوریم بدستگیری
اینم نہ گماں کہ بختِ ناشاد | خار خلم دہد ز شمشاد

ا؎ اسے نزد مجنونِ سوختہ رفت ۱۲ حسرت ۲؎ دژم، افسردہ و غمگیں (برہان) ۱۲ حسرت

تو دشت گرفته زار و بیحال — مسکین دلِ مادرت بدنبال

زین گونه که از تو در بلائیم — دیوانه تو نیستی که مائیم

دریاب که عزم کوچ کردم — نزدیک شد آفتاب زردم

زان پیش که بارگی کنم چست — در جستنِ من عنان مکن سست

انگار گلِ ترا خزان برد — وان هم نفسے که داشتی مُرد

زین گونه مده بدیو خود را — بگذار زمام دیو و دد را

یارے که نیایدت در آغوش — آن به که کنی ز دل فراموش

شاخے که برش نه زود باشد — هیزم بود ار چه عود باشد

ق

بیدار نه دهد ز میوه مایه — بارے بودش فراخ سایه

تو شاخ رسیده گشتی و تر — نے سایه به ما دہی و نے بر

گر جفت شدے علاقهٔ[۱] دُر — باشد که نه بودے این تحیّر

چون عشق بدل بود صواب است — مه در شب تیره آفتاب است

نوفل که به مهتری ست منسوب — دارد پس پرده دخترے خوب

در گلشنِ حسن سروِ چالاک — چون قطرهٔ آب آسمان پاک

خورشید رُخے خدیجه نامش — پرورده بعصمتِ تمامش

جویندهٔ و لیک از تکبّر — در رشته کس نه بند دآن دُر

۱ علاقه رشته سلک ۱۲ اشش

زان رسمِ وفا که در تو دیده است — پیوند ترا بجان خریده است

در دل همه صحبتِ تو جوید — وز شرم بروے کس نه گوید

پرسد خبرِ تو گاه و بیگاه — هم معتقد است و هم نکوخواه

گر سر بہ رضائے ما کنی راست — آن خواسته زانِ تست بیخواست

هم مادر اُمید خاص یابد — هم جانِ پدر خلاص یابد

در خود زنی از خلاف تیرے — بیجان شده گیر زال و پیرے

گفتیم بہ تو غمِ نہانی — امّا سخنِ دگر تو دانی

دیوانه که این حدیث بشنید — دیوانگیش زسر[1] بجنبید

می خواست که از درونِ پرسوز — گرد و بخلاف پاسخ اندوز

لیکن چو فسونِ پیر بد چُست — گرد از دمِ سخت پور سُست

گویند که بود آن جفاکار — با مادر و با پدر وفادار

در خدمتِ هر دو کام ناکام — از خطِّ رضا برون نزد گام

در پائے پدر رفتاد فرزند — گفت اے دمِ تو مرا زبان بند

با آن که خرد ز من عنان تافت — از رائے تو روئی چون توان تافت

گر دل شد ازانِ یارِ چالاک — پرورده تست آخر این خاک

با این حقِ نعمتے که داری — واجب نه بود حرام خواری

[1] زسر از سرا۔ یعنی دیوانگیش زیاده شد ۱۲ اش

این ست چو خواهش الٰہی — تن در دادم بہرچہ خواہی
مادر پدر از چناں جوابے — بر آتشِ دل زدند آبے
رفتند ز خانہ بامداداں — سوئے پدرِ عروس شاداں
بستند کمر بجست و جوئے — کردند بہ پردہ گفت گوئے
نوفل کہ بخاطر ایں ہوس داشت — پیش آمد و پاسِ آں نفس داشت
گشتند دو دل رمیدہ بیغم — رفتند بسوئے خانہ خرّم
بردند طرائفِ[۱] عروسی — بغدادی و مغربی و روسی
صدگونہ نوردِ مہترانہ — دروائے[۲] عروس زیبِ خانہ
اسبابِ نشاط و مایۂ سور[۳] — شہد و شکر و گلاب و کافور
از گوہر و زر چناں کہ شاید — و ز عود و قرنفل آنچہ باید
نوفل کہ از اں خبر شد آگاہ — شد باہمہ نزل بر سرِ راہ
آراست بر آں نمط کہ دانی — روزے دو سہ برگ میہمانی
اشرافِ قبیلہ را طلب کرد — عالم بہ نشاط پُر طرب کرد
دامادِ عزیز را درون خواند — در پیشگہ بساط بنشاند
بنشست فقیہ عیسوی دم — بنیاد نکاح کرد محکم

---

۱ طرائف تحائف باشد ۲ درواء چیزے ضروری و محتاج بہ زنان را حسرت
۳ سور خوشی باشد

هر محتشمی و ناداری	می کرد بقدر خود نثاری

چون نافه کشاد گیسوی شام	مه جلوه کنان برآمد از بام

از طوق زر و علاقهٔ دُر	شد گردن و گوش آسمان پُر

از روی عروس پرده بر شد	داماد به پرده خاص تر شد

در حجلهٔ لعبتان آزر	بنشست فراز کرسی زر

آمد بنوای خوش آهنگ	بر چرخ رسید نالهٔ چنگ

شد جلوه نمای حصاری	چون گل به نسیم نوبهاری

نازک بدنی چو دُرِ مکنون	مجنون کنِ صد هزار مجنون

هر کس بهوس نگاه میکرد	مجنون میدید و آه میکرد

هر کس صفت جمال میگفت	مجنون سخن از خیال میگفت

هر کس گهر خریده می ریخت	مجنون ز سرشک دیده می ریخت

هر کس بطرب بکار خود بود	مجنون بهوای یار خود بود

هر کس شمعی به سوز برداشت	مجنون همه سوز در جگر داشت

هر کس بطریق دوستداری	می خواند دعای سازواری

او قصهٔ جان ریش می خواند	و افسون خلاص خویش میخواند

می کرد بسینه یاد دلخواه	می شست بگریه دست از آن ماه

بیرون خوش و از درون نه دلتنگ	تن حاضر و دل هزار فرسنگ

چون حنظل تر ز ذوق بی بهر — بیرون تر و تازه اندرون زهر

می خواند و اِن یکاد[1] هر کس — او سورهٔ نوح[2] و تبّت و ابس

مطرب ز طرب ترانه می زد — او نالهٔ عاشقانه می زد

از هم نفسی که دل نفورست — عفریت نماید ار چه حورست

لوزینه که سازوار جانست — بر معدهٔ پُرخوری زیانست

سیراب که شربتش چشانی — زهرش بود آب زندگانی

مفلس که بکشت خوشه چینست — خار و خسکش گل انگبینست

چون کرد عروس جلوهٔ حور — در پردهٔ مهد گشت مستور

بردند گهرفشان برامش — زانجا به طرب سرای شاهش

در پردهٔ عصمتش نشاندند — صد هدیه بدامنش فشاندند

چون شد گه آن که خرم و شاد — همخوابه شوند سرو و شمشاد

مه در پی آنکه کی شود جفت — دیوانه ز راه نو بر آشفت

از تختِ شهی سبک فرو جست — بر روی زمین چو خاک شد پست

از بسکه گریست سینه پرتاب — شد نقش بساط شسته ز آن آب

دیوانه بدردِ خود گرفتار — حیران شده [illegible]

---

[1] آیهٔ قرآن که برای دفع نظر بد خوانند ۱۲ حسرت

[2] سورهٔ نوح و تبت شان جلالی دارد ۱۲ [illegible]

نے او ہمہ شب غنودہ از سوز — نے لعبتِ نو ز بختِ بد روز

ب گیر کہ ابرِ نو بہاری — بگریست چو عاشقاں بزاری

ز باغ نسیمِ صبح می جست — کاں مرغِ رمیدہ دام بگسست

رقص فرو درید جامہ — ہم کفش گذاشت ہم عمامہ

ربوئے گلے کہ بود یارش — دامن نہ گرفت ہیچ خارش

بجد شد و طواف مے کرد — با خاطرِ خود مصاف مے کرد

وزاں غزلے کہ دل کند ریش — می خواند بہ حسبِ حالتِ خویش

ریشِ خیال نالہ میکرد — وز خونِ جگر نوالہ میکرد

در کہ شنید قصۂ دوش — سوئے پدرش دوید بیہوش

خن ز دو چہرہ غرقِ خوں کرد — دامن ز سرشک لالہ گوں کرد

بیچارہ پدر ز پا در افتاد — ہم شیشہ شکست و ہم خر افتاد

سیب زمانہ چوں در آید — از شاخِ سمن خسک بر آید

گشتند موافقان و خویشاں — زیں واقعہ جملہ دل پریشاں

ز ہر ستمے کہ در سرشت ست — از نامۂ روزگار زشت ست

وراں بلا چو در رسد تنگ — دیوانہ بگو دکاں زند سنگ

ندیشہ کہ گم کند ہوس را — یارب کہ مباد ہیچ کس را

گیر بروزنِ تکبیر بمعنی صبح و سحر گاہ (برہان) ۱۲ حسرت

شنیدن لیلی آوازهای دف ترویج مجنون و از آن حرارت سوختن و به آبِ تدبیر فرستادنِ نامه فرونشاندن آتش

گوینده این کهن فسانه
زان شعله چنین کشد زبانه

کان شمع نهان گداز شب خیز
پروانه صفت بر آتش تیز

چون یافت خبر که یار برگشت
و اندیشهٔ دل قفای سر گشت

روزی دو سه در ز خلق در بست
وز خون دلش زمین جگر بست

نزدیک بمردن از دمِ سرد
نی رغبتِ خواب و نی غم خورد

آن را که دل از شکیب فرد است
از شب تا روز یارِ درد است

غمناک به پیچ و تاب باشد
بی غم همه شب بخواب باشد

از تافتگیست رشته را پیچ
کس تاب نه دید پنبه را هیچ

او خود غمِ عشق داشت برکار
شد با غمِ عشق غیرتش یار

کبکی که شکسته بال باشد
شاهین زندش چه حال باشد

چون زخمه فتد به بامِ خانه
بر ابرِ سیه نهد بهانه

بیمار که تپ مدام دارد
چون عوض زندش چه طاقت آرد

چون غمزده را دران تحیر
از خوردن غصه [illegible]

بس کاندهٔ سینه شد فزونش | از دل به دهن رسید خونش

تیمارِ دلش بجاں نگنجید | جاں خود چه که در جهاں نگنجید

شد در پئے آں که دل بکاود | وز غم قدرے بروں تراود

کاغذ طلبید و خامه برداشت | ترتیبِ سوادِ نامه برداشت

سودائے جگر بنامه می ریخت | خوں نابه ز نوکِ خامه می ریخت

کاغذ چو تمام شد نوردش | از خونِ دو دیده مُهر کردش

وانگه طلبید قاصدے چست | کز باد به تگ حریف نمے جست

دادش که رساں به آں خرابش | باز آر و به من رساں جوابش

قاصد شد و آں صحیفه را بُرد | وآں جا که سپردنی است بسپرد

مجنوں که شنید نامهٔ دوست | می خواست بروں فتادن از پوست

برجست و به پائے قاصد اُفتاد | چوں شاخ بنفشه در رهِ باد

گرد از قدمش بدیده می رُفت | بر گریهٔ خویش پائے می کوفت

زاں لوله چوں نمے بیاسود | بکشاد نوردِ نامه را زود

دید از قلم جراحت انگیز | در دوده سرشته آتشِ تیز

نامه نوشتن لیلی از دودِ دل سوئے مجنوں و ماجرائے دل و دیده بر آں آشنا عرض کردن

آغازِ صحیفهٔ معانی | بر نامِ خدائے آسمانی

خلّاق جہاں بہ بے نیازی | فیاضِ کرم بکار سازی

بر پائے کُنِ بلند و پستی | پروانہ دِہِ برات ہستی

بر دامنِ گُل نسیم گستر | در حملِ صدف یتیم پرور

دل گشتہ از و خزینۂ راز | ہم خازن و ہم خزینہ پرداز

آن را کہ ہدایتے رساند | حدِ کہ بود کہ وا ستاند

وان را کہ کند ز روشنی دور | آن کیست کہ باز بخشدش نور

وانگہ ز خراش سینۂ خویش | خون نابہ فشاند از دلِ ریش

کین نامہ کہ ہست چون نگارے | از دل شدہ بہ بیقرارے

یعنی ز منِ ستم رسیدہ | نزدیکِ تو اے ز من بریدہ

اے عاشقِ دور ماندہ چونی؟ | وے شمع ز نور ماندہ چونی؟

چونست سرت ببالشِ خاک؟ | خونی از رُخ تو کہ می کند پاک؟

از من بکہ مے بری حکایت؟ | با خود ز چہ مے کنی شکایت؟

روزت دانم کہ شب نشانست | شبہائے فراق بر چسانست؟

گریہ برِ کہ مے کنی ساز؟ | دیدہ برُخِ کہ مے کنی باز؟

در گوش کہ نالہ مے رسانی؟ | در پائے کہ قطرہ مے چکانی؟

بازارِ تو در کدام سوئیست؟ | سیلابِ تو در کدام جوئیست؟

ہمدردِ تو زین غمِ نہان کیست؟ | غمناک تر از تو در جہان کیست؟

جایت بکدام خاکدانست؟ | رویت بکدام آستانست؟
تکیه بدرِ که میکنی خواست؟ | بالین ترا که میکند راست؟
زنجیر[1] بر کدام کوئی | مجنونِ کدام خوب روئی؟
جانت که هزار داغ دارد | تسکین بکدام باغ دارد؟
جسمت که برِوی خاک خفته است | از نوکِ کدام خار سفته است

پشتِ تو به بسترِ ذلیلاں | چون ست بسایهٔ مغیلاں؟
غم را به چه شکل می شماری | شب را به چه روز می گذاری

تا ظن نه بری که من صبورم | نزدیکِ تو ام اگرچه دورم
غمناک مشو کم از تو غم نیست | بر سنگ هنوز شیشه کم نیست

درد تو من ست گرچه حالی | من نیز نیم ز درد خالی
شمعے که بر آتش ست تا روز | پروانه کُش ست و خویشتن سوز
آبے که بغرق می کشد فرق | او هم بمغاک می شود غرق

چون عشق دلم ز دست بربود | دل دادنِ[2] کس کجا کند سود
چون ز آتشِ تیز پرنیاں سوخت | از سوزن و رشته کے توان دوخت
چون در حصار گشت خنداں | پیوند نشد بآب[3] دنداں
بگداخت ز سوزِ دل وجودم | وز اوجِ فلک گذشت دودم

[1] مُراد اسیر و پابند ۱۲ حسرت [2] دل دادن تسلی دادن ۱۲ اشں
[3] لعابِ لب ۱۲ اشں

تمہید

تو گرچه ز عشق تنگ و تاری | باری قدمِ فراخ داری
گر پیش روان شوی و گر پس | دستی نزند بدامنت کس
مسکین منِ مستمندِ بندی | موقوفِ سرای دردمندی
خو کرده بگوشهٔ ندامت | زندانیِ درد تا قیامت
پروردهٔ غم شدست جانم | فرسودهٔ محنت استخوانم
تا بسترِ تو زمین شنیدم | من نیز همان زمین گزیدم
گر حلّه برآری از حریرم | بینی همه نسخهٔ حصیرم
چون سایه رود براه با من | فرقی نه کنی ز سایه تا من
گنجِ تو ز مایه گشت دریاب | خورشیدِ تو سایه گشت دریاب
گر هست ترا یقین مرا نیست | در هستیِ خود که هست یا نیست
گشتم به یگانگی چنان چُست | کین هستیِ من ز هستیِ تست
هر خار که پای تو کند ریش | من از دلِ خود برون کنم نیش
هر تاب که بر تو ز آفتابست | سوزش همه بر منِ خرابست
هر آبله کافتدت برفتار | از دیدهٔ من تراود آزار
هر سنگ که پهلوی تو خستست | اینک تنِ من ازان شکستست
هر کوه که جای تست غارش | بر جانِ دلِ منست بارش
هر باد که از رهِ تو خیزد | در دیدهٔ من غبار بیزد

من بی تو چنین بغم نشسته ‏ ‏ از هر که بجز تو روی بسته

تنهائی و گوشهٔ و دردی ‏ ‏ وز آب دو دیده آبخوردی

مشغول بدین شکنجهٔ درد ‏ ‏ کان گم شده را کجاست ناورد

وان سینهٔ بی فراغ چون ست ‏ ‏ زندانی بی چراغ چون ست

ای خار چو پهلوش کنی ریش ‏ ‏ از آتش آه من بیندیش

ای گرد چو بر تنش نشینی ‏ ‏ باران سرشک ما ببینی

رو ای دم سرد من براهش ‏ ‏ خاشاک بچین ز تکیه گاهش

ایمن نه گمان که یار دلسوز ‏ ‏ شبها بوصال می کند روز

در کوی دگر همی زند گام ‏ ‏ با یار دگر همی کشد جام

گر یار نو آمدت در آغوش ‏ ‏ از یار کهن مکن فراموش

بیگانه مشو چنین بیکبار ‏ ‏ آخر حق صحبتی نگهدار

گر باده و گر خمار بودیم ‏ ‏ روزی من و تو نه یار بودیم

گر لالهٔ و سرو در شمار ست ‏ ‏ آخر خس و خار هم بکار ست

گیرم که تراست لعل در چنگ ‏ ‏ مشکن بدکان شیشه گر سنگ

گر تو خوشی از همای دیدن ‏ ‏ نتوان سر باکیان بریدن

کو آن نفس وفا شمردن ‏ ‏ در کشمکش نیاز مردن

گفتی سخنی ز دوستداری ‏ ‏ پس روی بتافتی ز یاری

دیدی که بمعرض هلاکم ‌ ‌ ‌ چون باد برون شدی ز خاکم

بیگانه صفت خرام کردی ‌ ‌ ‌ بیگانگیِ تمام کردی

بسیار مئے جفا چشیدی ‌ ‌ ‌ بیخوابی و بیدلی کشیدی

اکنون که بوصل خفتهٔ شاد ‌ ‌ ‌ همخوابهٔ تو مبارکت باد

بختِ من اگر ز من شد آزاد ‌ ‌ ‌ آن را که رسید یار او باد

با این همه دوستدار و یارم ‌ ‌ ‌ با یارِ تو نیز دوستدارم

او گرچه که دشمنست بر دوست ‌ ‌ ‌ از دوستیت گرفتمش دوست

ممکن نه بود چو بر عدو زور ‌ ‌ ‌ شوریده بجانم ار کنم شور

چشمے که کند ستیزه با خار ‌ ‌ ‌ بندد رهِ روشنی به مسمار

آن یار که دوست داشت یارم ‌ ‌ ‌ دشمن بوم ار نه دوست دارم

گر تو نه کنی بمهر یادم ‌ ‌ ‌ از تربیتِ غمِ تو شادم

آن کس که زند ز عاشقی دم ‌ ‌ ‌ از خوردنِ غم کجا خورد غم

آتش زدهٔ مرا بجز من ‌ ‌ ‌ ترسم که کنی گله هم از من

سیلے که زند طپانچه بر سنگ ‌ ‌ ‌ خوناله زنان رود بفرسنگ

چون باز کشی ز دوست دامن ‌ ‌ ‌ بازیچه شوی ز گفتِ دشمن

عشق از تو مگر غبارِ خود رفت ‌ ‌ ‌ کآزرده همی شوی ز هر گفت

مرغے که بشاخ دل نه بندد ‌ ‌ ‌ طیره[1] شود ار گلے بخندد

ے طیره بروزنِ خیره - خجل و خجالت و آزردگی [illegible] حسرت

نگشاید این دل ز بوی نم / کز گریه گره شده است خونم

بگذشت چو زهر من ز تریاک / تو دیر بزی که من شدم خاک

درد تو رفیق جان من باد / همخوابهٔ خاک دامن من باد

چون خوانده شد این ورق تمامی / دل سوخته پخته شد ز خامی

غلطید میان خاک لختی / چون باد زده کهن درختی

پس قاصد نامه را بفرمود / کارد قلمی و کاغذی زود

قاصد بسوی قبیله شد راست / و آورد و سپرد آنچه او خواست

دیوانه ز راز پرده برداشت / می ریخت غمی که در جگر داشت

اول بگه قلم گذاری / کرد از سر خستگی و زاری

جواب نوشتن مجنون مرفوع القلم از سیاهی آبناک دیده نامهٔ جراحت لیلی را و ریشهای سربسته از نوک قلم خاریدن و خون سوخته بر ورق چکانیدن

آغاز سخن بنام شاهی / کاراست چو چرخ بارگاهی

خورشید فروز انجم آرای / بنیادکن عقل معرفت زای

سازندهٔ گوهر شب افروز / روزی ده جانور شب و روز

دیباچه کشاے باغ و بستاں | گویا کنِ بلبلاں بدستاں
برتر ز نشانه گاهِ فرهنگ | نزدیک شکستگانِ دل تنگ
در مکتب کن صحیفه پیوند | برکن مکنِ جهاں خداوند
صُنع از کلکِ قضاش طغرے[1] | حم[2] ز حمدِ او دو حرفے
زاں صنع که کائنات چیزیست | ملکِ ازل و ابد پشیزیست
زیں گونه ز نافه پوست کنده | پس بوے جگر بروں فگنده[3]

در صفت شب

کیں قصهٔ محنت از غمینے | بر سیمبرے و نازنینے
یعنی ز منِ خراب و رنجور | نزدیکِ تو اے ز مردمی دور
بگذر ز منِ عتاب[4] روزی | چندم بعتابِ تلخ سوزی[5]
من خود ز زمانه در هلاکم | تو نیز مکش بخون و خاکم
اکنوں که ز دست شد عنانم | از طعنه چه میزنی سنانم
با تو بدلم دگر نگنجد | حقا که خیال در نگنجد
با دارچه گل آردم ز کویت | گل ننگرم از براے رویت
خواهم شبِ تیره با تو شینم[6] | تا سایه برابرت نه بینم

[1] یعنی عالم مصنوعات از قضاے ربانی که محیط همه چیزست جزو قلیل ست ۱۲ حسرت [2] حا میم مراد از حم سورهٔ قرآن ۱۲ حسرت [3] یعنی اول مشک حمد افشاندیم از حالِ دل پر خون نوشت ۱۲ حسرت [4] عتاب وزی آنکه عتاب را روزیِ او کرده باشند پس معنی بیت این شد که از من که عتاب بخش نصیبه‌ام ۱۲ بگذر ۱۲ مر [5] چند بعتاب تلخ خواهی سوخت ۱۲ حمید [6] شینم مخفف نشینم سایه در شب تیره محسوس نمیشود ۱۲ ق

با غیر چه کار تا تو هستی
در قبله خطاست بت پرستی

عشق از دو صنم بود عنان تاب
چون دین ز توجهِ دو محراب

جان رفته ز سینه دیر شد دیر
نبود به یکی میان دو شمشیر

در سینهٔ من که می کند سیر
اندیشهٔ تست نی غمِ غیر

نیلوفرِ ترکه تازه روی ست
از چشمهٔ خور نه ز آبِ جوی ست

یکدل ز تو شد غبارِ هر کو
بهرِ دگری دلِ دگر کو

غیرِ تو دلیں دریں دلِ گم
یک دیده و انگهی دو مردم

تا یکسرِ مو بود بجایت
موئی نه کشم سر از هوایت

تا در سرِ شمع نور باشد
پروانه کجا صبور باشد

نزدیک بمردنم ز دوری
دور از تو و انگهی صبوری

اینجا من و دلستانم آنجاست
آنجاست دلم که جانم آنجاست

من تنگ دلم تو در دلِ تنگ
صحبت دو تن بمنزلِ تنگ

آن را که دو یار در دل آید
تنگ نیست دلِ فراخ باید

گر گردِ سپهرِ بی طریقم
تهمت زدهٔ دگر رفیقم

نی خواهشِ دل مرا بدان داشت
کز قبله به بت نظر توان داشت

بنشاند مرا چنین بر آذر
حکمِ پدر و رضائے مادر

مهرے که بسینه داشت رویم
بر روئے پدر چگونه گویم

آن یار که جز تو در کنار است | سرو است مرا درختِ خار است

گر گل[1] بودم بدیده یا خار | اولیٰ تر ازاں که روئے آں یار

دعواے وفا کنم که یارم | پس از تو بجز تو چشم دارم

چشمت[2] چو کند بروے من ناز | در روئے تو دیده چوں کنم باز

بادام دو مغز در یکے پوست | از غایتِ سخت چشمیِ[3] اوست

زاں مه که چو شب رمیدم ازو | جز یک نظرش ندیدم ازو

هر چند بعقد بود جفتم | نادیده رخش طلاق گفتم

گر بود نظر بدل فروزی | دیدارِ توام مباد روزی

در سر نکنم دوئی همه گاه | گر سر دو کنی به تیغ کیں خواه

مومن بوفا دو روئے نبود | ور هست یگانه[4] گوئے نبود

بر من چه کشی بخشم شمشیر | من خود شده ام ز جان خود سیر

بے قیمت و قدر و خوار و کاهاں | چوں مرکبِ کورِ بادشاهاں

بیدار برائے آخریں خواب | چوں اشترِ عید و گاوِ قصاب

امروز که من بدیں خراشم | تو نیز فرزن بدو[5] رباشم

جاں کز تو رمید زخمِ غم خورد | تن نیز دریں شکنجه خسته خورد

---

[1] گل بمعنی اخگر آتش ۱۲ حسرت [2] یعنی چوں دل بدیگرے دهم وقتے که تو روبرو شوم و چشم تو بروئے من ناز کند در روئے تو دیده چوں باز کنم ۱۲ حسرت [3] سخت چشم شوخ و بیحیا (بهار عجم) ۱۲ حسرت
[4] یگانه گوئی موحد ۱۲ حسرت [5] بائے زائده ۱۲ حسرت

آن دل که کشند ز دست دشمن | ناچار خورد قفائے دشمن

یارے که برد ز صحبتِ یار | منظوم شود بسلک اغیار

در کوئے تو دل که بوئے جان یافت | گم گشت چنانکه کم تواں یافت

گر باز بیابم آن دلِ گم | ندہم بمہ انگہے بمردم

جانے ست ہوئے تو گرفتار | خواہلش بہ بند خواہ بگذار

مرغے که قفس بریخت از تن | بیہودہ بود قفس شکستن

گر جان ز پئے رحیل شد چیست | غم نیست که جانِ من غم تست

جان حیف بود بہائے ایں غم | آخر غمِ تست چون زنم[1] کم

ہر جا که کنم نشست با تست | چون در نگرم غمِ تو آنجاست

شبہا ز غمت بسوزِ من کیست | من دانم و شب که روز من چیست

ہمسایہ نخفت ز آہِ سختم | وز خواب ابد نخاست بختم

خواہم نه اگر ز یادِ ماہے | یا ہم ز خیال تکیہ گاہے

در خواب چو دامنِ تو گیرم | بیدار شوم ولے بمیرم

خفتن چو بجز چنیں ندانم | می ترسم ازاں که خفته مانم

فریاد که دل وبالِ من شد | رسوائی من جمالِ من شد

بر خاکِ درِ تو سنگسارم | در سنگ طلب کنی ندارم

[1] کم زدن حقیر و فرو مایہ شمردن (بہار عجم) ۱۲ حسرت

بیں برتنِ من نشان خاشاک چوں ہندسہ بہ تختۂ[1] خاک

پشتم کہ ز رستم ہزار داز جدول ز خراشِ خار دارد

از خار مرا کبودیِ تن گوئی زدہ اند جملہ سوزن

پہلوئے بنقش من نگر چیست چوں ابروئے وسمہ کردہ است

چوں تن بفراق اسیر باشد خار و خسکش حریر باشد

با رنج خودم چناں خوش افتاد کز راحتِ کس نیایدم یاد

اشتر کہ بخار خوے دارد حلوا دہیش چہ روے آرد

آں مرغ چہ ترسد از بطانہ[2] کو خار خورد بجاے دانہ

من دور ز تو غبار در چشم نے نے غلطم کہ خار در چشم

تو پاے ز خارِ من نگہ دار دامن ز غبارِ من نگہ دار

گر تیغ زنی بر آستانم من بندہ بہ دوستی ہمانم

از من بجہاں چناں رمیدی کز کوے وفا عناں کشیدی

تو فارغ و دل بسے فغاں زد ہر ماہ طپانچہ چوں تواں زد

آسودہ کہ با فراغِ دل زیست او کے داند کہ سوزِ دل چیست

باغے کہ خزاں نہ دیدہ باشد برگ و گلش آرمیدہ باشد

یارے کہ دلش ز مہر پاک است او را ز گزندِ من چہ باک است

[1] منجمان را تختہ حساب می باشد کہ بران خاک انداختہ نقوش حساب طالع درست کنند (غیاث) ۱۲ حسرت

[2] بطانہ اندرون شکم و سینہ (غیاث) ۱۲ حسرت

ترکے کہ بر آہوا فگند تیر
خوشدل شود از ہلاکِ نخچیر

شاہیں کہ دہد کلنگ را خم
از رنجِ دلش کجا خورد غم

برداشتہ ام زخویشتن دل
بسم اللہ اگر کنند بسمل

چوں بر سرِ گنج پاسدارم
از تیغ چرا ہراس دارم

شب رو[۱] کہ برد زبانۂ نور
جلاد بدشنہ ہست معذور

بر کشتنِ من چو کامگاری
مردار شدن چرا گذاری

میشے کہ زجاں فتد بتاپاک
ہم تیغ شباں سرش برد پاک

شد سوختہ جانِ ناشکیبم
تاکے بزباں دہی فریبم

بس ابر کہ تند سر بر آرد
آواز دہد ولے نبارد

دلہا بستیزہ خستہ نتواں
قارورہ[۲] برہ شکستہ نتواں

بر بے گنہ آں کہ شد ستم سنج
آخر بود از ندامتش رنج

آں گرگ بود نہ آدمی زاد
کز خوردنِ خوں دمے شود شاد

دزدے کہ بتابِ رشتہ پیوست[۳]
مالد بفسوس دست بر دست

فریاد کہ خوردیم ہمہ خوں
زیں فتنہ خلاص چوں بود چوں

زنجیر گسستن ست کارم
موئے ز تو بگسلم نیارم

---

۱ شب رو عیار و طرار (مصطلحات وارستہ) ۱۲ حسرت ۲ قارورہ شیشہ ۱۲ ش
۳ اے گرفتار شد ۱۲ حسرت

گیرم ندهی ز وصل بویم | کم زانکه نگه کنی بسویم
بردار ز مطرحِ هلاکم | افتاده رها مکن بخاکم
چون ثبت شد آن چه بود پنهان | وان نامه درو شد به پایان
تاریخِ فراق پادرش کرد | عنوانِ سرشک بسرش کرد
بسپرد بقاصدِ سبک سیر | تا بستد و بر پرید چون طیر
برد آن ورق و بنازنین داد | غنچه بکنارِ یاسمین داد
چون نامه بدید ماهِ بی صبر | از نومیدی گریست چون ابر
بگشاد و بخواندش و بسنجید | در هر ورقی بدرد پیچید
از پوزشِ عذرِ بیکرانش | تسکینِ تمام یافت جانش
از خواندنِ نامه چون بپرداخت | تعویذ گلوی خویشتن ساخت

عزیمت دوستان جانی سوی مجنون و او را از دیولاخ کوه با افسون در حلقهٔ مردمان در آوردن و سایه گرفتن او از درختانِ سایه‌دار و چون باد سوی باغ دویدن و آهنگِ مرغانِ باغ کردن به بلبلِ نالان گل بانگ زدن

چون نافه گشاد بادِ نوروز | بشگفت بهارِ عالم افروز

ے اے کم زان مباش که نگاهے سوئے من کنی ۲ حسرت ۳ اے ۴ پیش کرد و پیش نشست ۵ حسرت

ابر از صدفِ سپہر یکسیر ... در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر

سرو از علمِ بلند پایہ[1] ... بر فرقِ سمن فگند سایہ

از شبنمِ گوہرین شمائل ... آراست گلوئے گُل حمائل

غنچہ بدر آمد از شبستاں ... پُر شیر شدش ز ابرِ پستاں

بید از سرِ خنجرِ گہر دار ... شد بر سرِ یاسمیں گہربار

نازک تنِ لالۂ دل افروز ... لرزندہ شد از نسیم نوروز

با شاہد وے خجستہ ناماں ... گشتند بہر چمن خراماں

ہر کس بعزیمتِ تماشا ... مجنون و دلِ رمیدہ حاشا[2]

ہر کس شدہ در کنار آبے ... مجنونِ خراب در خرابے

ہر کس صنمے چو گل در آغوش ... مجنونِ رمیدہ خار بر دوش

ہر کس بسوئے چمن شتاباں ... مجنونِ رمیدہ در بیاباں

ہر باد کہ از بہارش آمد ... بگریست کہ بوئے یارش آمد

ہر گل کہ شگفتہ دید بر خاک ... کرد از غم دوست پیرہن چاک

یک روز در اینچنیں بہارے ... می گشت بگرد چشمہ سارے

با خود بہزار جاں گدازی ... می گفت نشیدِ عشق بازی

پیرامنِ او ز خویش و پیوند ... حاضر نہ کسے مگر دوے چند

[1] جوہر دار ۱۲ حسرت [2] یعنی حاشا کہ میل تماشا کند ۱۲ حسرت

آں کس کہ بدشت و کوہ خو کرد
زو اُنس نشاید آرزو کرد

آہو کہ خورد بدشت خاشاک
باشد چو خانہ نزد او خاک

مرغے کہ ز سبزہ داشت مفرش
زندانِ قفس کجا کند خوش

مردے کہ گرفت میلِ صحرا
در خانہ بری رود بصحرا

او بود و غمے و بادِ سردے
گرد دور پدید گشت گردے

یارِ دو سہ محرمانِ دردش
خونابہ زدائی روئے زردش

بودند بکوہ و دشت پویاں
واں گم شدہ را بہر جا جویاں

صحرا چو غبار مے نوشتند
تا بر سر خلوتش گذشتند

در کوچ گہش جمازہ راندند
وز دور جمازہ را نشاندند

رفتند پیادہ پیشِ مجنوں
ریزاں ز دو دیدہ دُرِّ مکنوں

دیدند بگوشۂ خرابے
غولے بکنار دو سرابے

زنجیر ز ہمدماں گسستہ
در حلقۂ دام و دو نشستہ

از دامنِ پارہ خاک می بیخت
وز دیدہ دُرِ سرشک می ریخت

گفتند کہ اے رفیق چونی
در خونِ جگر غریق چونی

آخر چہ شدی کہ دامیدی
وز صحبتِ دوستاں بریدی

خو باز گرفتی از ہمہ کس
باشیہ و گور ساختی بس

۱؎ خونابہ زدائے خون صاف کنندہ ۱۲ حسرت ۲؎ اے بہ تفتیش ... حسرت ... عیاں بشد برہان ۱۲ و چند را ہم گفتہ اند کہ در ویرانہ آشیاں کند ... صورت ... بشد حسرت

زنیسان نبرند آشنائی — مردم نه کند چنیں جدائی
ہر جنس ز مردم و دد و دام — در صحبتِ جنس گیرد آرام
قمری کہ نوائے عشق سنجد — با زاغ نشانیش برنجد
بوم آید سوے بومِ منحوس — طاؤس بجلوہ گاہِ طاؤس
تو مردمِ دانشی ز حد بیش — چون ست کہ با ددان شدی خویش
برخیز کہ گل شگوفہ نو کرد — دلہا بہ نشاطِ مے گرو کرد
وقتِ چمن ست و بوستاں ہم — ما منتظریم و دوستاں ہم
امروز اگر دمے چو یاراں — باشی بمراد دوستداراں
گلگشتِ چمن کنیم چوں باد — باشیم بروے یکدگر شاد
بینی رخِ دوستانِ جانی — بے دوست مباد زندگانی
مجنوں ز دو دیدہ آب بکشاد — وانگہ گرہ از جواب بکشاد
گفت ای شب و روزِ تاں (شما ۱۲) ہمہ سور — بادا شبِ تاں ز روزِ من دور
من کز عمل جہاں شدم فرد — بازم بجہاں چہ جائے ناورد[1]
ویرانۂ من اگرچہ زشت ست — چوں خو گرفتہ ام بہشت ست
زاں گونہ ببانگِ بوم شادم — کز بلبلِ مست نیست یادم
در دست چناں خوش ست خارم — کز باغِ کساں خبر ندارم

---

[1] ناورد بمعنی جدال و پیکار (برہان) ۱۲ حسرت

غولے کہ بدشت خو پذیرد — در باغ بریش[1] جا نہ گیرد

آں راکہ خیالِ یار باشد — با سرو و گلش چہ کار باشد

بگذر کہ چمن چو یارِ من نیست — واں گل کہ مراست در چمن نیست

یاراں ز چناں جوابِ دلدوز — راندند بسے سرشک جانسوز

گفتند کہ اے نشانۂ درد — زندانِ دلت خزانۂ درد

شک نیست کہ روئے یار دیدن — خوشتر ز گل و بہار دیدن

لیکن گل[2] تو کہ رشک باغ ست — او نیز در آں چمن چراغ ست

گہ گہ کہ دلش بگیرد[3] از کاخ — جاں تازہ کند بسبزہ و شاخ

ہر جا کہ بنفشۂ بروید — از قامتِ تو فسانہ گوید

ہر خار کہ دید جاں بکاود — و اندوہِ ترا بروں تراود

ہر فاختۂ کہ برکشد آہ — از سوز غمت زند علی اللہ[4]

آید بچمن چو نازنیناں — با ہمنفساں و ہم نشیناں

ایشاں ہمہ با نشاط ہمرنگ — او گوشہ گرفتہ با دل تنگ

برخیز یکے ز بخت روشن — بینی گل تازہ را بگلشن

مجنوں کہ شنید نامِ مقصود — برشد ز دلش آہ چوں دود

با ہمنفساں ز جائے برخاست — بر ناقہ نشست و محمل آراست

۱؎ اگر او را در باغ بری قیام نکند ۱۲ ش ۲؎ مراد از لیلیٰ ۱۲ ش ۳؎ اے دل گرفتہ شود ۱۲ ش

۴؎ فریاد (غیاث) ۱۲ حسرت

رفتند از آن حصار پویان / در جلوه‌گهِ نشاط جویان
یارانِ عزیز در چمن‌گاه / بودند نشسته چشم در راه
دیدند چو روئے عاشقِ مست / گشتند ز رفق بر زمین پست
در خدمتِ آن عزیزِ دلریش / کردند بشاشتے ز حد بیش
گرد از رخِ نازکش فشاندند / در صدرِ تنعمش نشاندند
ہر کس ز دلِ رمیدہ ترساں / می کرد نوازشِ دگرساں
یاران بہ نشاطِ عیش‌سازی / او با دلِ خود بعشق‌بازی
ایشاں بشرابِ دوستگانی[1] / مجنون و سرشکِ ارغوانی
او دل بولایتِ دگر داشت / نے از خود و نے ز کس خبر داشت
نہ رنجہ شد و نہ گشت خشنود / کازار و نوازشش یکے بود
مطرب غزلے کشیدہ دلکش / مجنوں بہ نشید خویشتن خوش
ہر نالہ کہ زد ز جانِ ناشاد / ہر کس کہ شنید کرد فریاد
چوں جوشِ دلش بفرق بر شد / یکبار ز خویش بے‌خبر شد
از حلقۂ دوستاں بدر جست / زنجیر بُرید و بند بگسست
می رفت و لے بتاب گشتہ / ناخوردہ قدح خراب گشتہ
دیوانہ و مست و عاشقِ زار / با ایں سہ حریف چوں بود کار

[1] شرابِ دوستگانی شرابے کہ بہ یادِ دوستاں خورند (برہان) ۱۲ حسرت

یارے کہ گرفت دامنش تفت ۔ داماناش بدست ماند او رفت

آناں کہ رہ وفا نوشتند ۔ رفتند تگے و باز گشتند

او سایہ برید زیں چمنہا ۔ سوئے چمنے کشید تنہا

بنشست بزیر زاد سروے ۔ چوں در بر طوطی تذروے

در لالہ و گل نظارے کرد ۔ جاں را شکیب چارہ مے کرد

دید از سر شاخ بلبل مست ۔ در جستن صوت خویش می جست

دل در غم گل بخار می سفت ۔ بر یاد سمن سرود می گفت

مجنوں ز نشاط آں ترانہ ۔ چرخے بنمود عاشقانہ

مرغ از سر سوز در مقالت ۔ مجنوں بمیان وجد و حالت

چوں دید نشان آشنائی ۔ داد اندہ سینہ را روائی

گفت اے ز شراب عاشقی مست ۔ با غمزدگاں بنالہ ہمدست

سازت کہ نوائے جاں نوازیست ۔ مجو بہ کشائے عشق بازیست

در موسم گل کہ تو کنی ساز ۔ بس عشق کمن کہ نو شود باز

من با تو بعشق ہم شرابم ۔ زیرا کہ تو مست و من خرابم

بوئے کشم و کنم خرابی ۔ فریاد ازیں تنک شرابی

چوں زمزمۂ وفا سگالی ۔ بہر گل بے وفا چہ نالی

---

۱ تفتن یعنی گرم رفتن (برہان) ۱۲ حسرت ۲ زاد بروزن باد مخفف آزاد (برہان) ۱۲ حسرت

چندیں کہ بہر چمن گذشتی — در گرد گل و شگوفہ گشتی

گر چوں گلِ من بہ بوستانے — دیدی سمنے و ارغوانے — ق

گو تا بہ تبرکش ربایم — گہ بر دل و گہ بدیدہ سایم

چوں سروِ من آید اندریں باغ — تا در دلِ لالہ نو کند داغ

گوئی ز زبانِ من دعایش — بوسی بہزار عذر پایش

وانگہ بعبارتے کہ دانی — ایں قصہ بگوش او رسانی

کاے دعویِ مہر کردہ با من — وانگہ ز وفا کشیدہ دامن

دور از تو ز من نماندہ جز پوست — دوری و نعوذ باللہ از دوست

بر بوئے گل آمدم دریں گشت[1] — ورنہ چہ کم ست خار در دشت

گلزار کہ بے رخِ تو بینم — آں بہ کہ بکنجِ غم نشینم

در ہر طرفے بتازہ روئے — پوشیدہ نشانِ من بجوئے

ہر خار کہ خونِ ناب دارد — سیخش ز دلم کباب دارد

لالہ کہ بدل گرہ شدش دود — از آہ منست آتش آلود

نرگس کہ ز قطرہ بست گوہر — از دردِ منست چشمِ او تر

ازرق کہ بنفشہ را بدوش ست — از ماتمِ من کبود پوش ست

رخسارِ سمن کہ زرد سان ست — از گونۂ زردِ من نشان ست

[1] گشت بمعنی سیر (برہان) ۱۲ حسرت

سوسن کہ چناں زباں دراز است — از من بہ تو در بیانِ راز است

واں غنچہ کہ خوں در و بصد پوست — آنہم جگرِ من است در پوست

ہر سبزہ کہ گرد آب رستہ — از اشک منست روئے شستہ

ہر جا کہ ازیں دو چشم بے خواب — در چشمہ نشانِ خوں دہد آب

دامن نہ کشی ز جوئے خونم — رنجہ نہ شوی ز بوئے خونم

زینساں چمنے چو پرِ طاؤس — افسوس کہ بے تو بینم افسوس

چہ سود خرامشِ تو در باغ — چوں جلوۂ کبک بنگرد زاغ

او در سخن از درونہ ریش — بلبل بہ نشاطِ نعرۂ خویش

پیغام رساں بگریہ تر بود — پیغام پذیر بے خبر بود

مجنوں دل از آہ پارہ می کرد — بلبل بچمن نظارہ می کرد

مجنوں ز وفا فسانہ می گفت — او با دلِ خود ترانہ می گفت

مجنوں نفسے ز شوق میزد — او زمزمۂ بہ ذوق میزد

مجنوں غزلِ فراق می خواند — او نیز با تفاق می خواند

مجنوں ز سرشک لالہ می ساخت — او با گل و لالہ عشق می باخت

چوں دید کہ گفتہ نا صواب است — قاصد نہ میانجیٔ جواب است

نالید دمے ز بختِ ناشاد — وز سایۂ سرد جست چوں باد

دامن ز گلِ پیادہ[۱] پرداخت — بر خارِ پیادہ رخش[۲] می تاخت

۱؎ گلِ پیادہ ہر گلے را گویند کہ آنرا درخت و بوتۂ بزرگ نباشد ہمچو نرگس و سوسن (برہان) ۲؎ حسرت ۳؎ تیزی ....

در کوه شد و به تیغ بر شد — پیکان فراق را سپر شد

بازان ددگان[1] که صف شکستند — گردش چو سپهر حلقه بستند

او ز آبِ دو دیده بے مدارا — می داد گہر بسنگِ خارا

بے سنگ ز دوریِ دلِ تنگ — می سود فتاده روئے بر سنگ

می ریخت ز دیده سیلِ اندوه — چوں ابرِ بہار بر سرِ کوه

گوئی که ز رنگِ چہرهٔ زرد — بر سنگ عیارِ زر ہمی کرد

گنجینهٔ دل متاع در دست — پیرایهٔ عشق روئے زر دست

دل دادن مجنوں سگے را که در کوئے دلدار بود و بازوئے خود را طوقِ گردنِ او ساختن و تنِ استخوان شده را گزیدهٔ دہان و مزدِ دندانِ او کردن و بزبانِ چرپش نواختن

یکروز بگاهِ نیم روزاں — کانجم شده ز آفتاب سوزاں

گردوں ز حرارتِ تموزی — در سایهٔ حنزاں بہ پشتِ کوزی

آتش زده گشت کوه و کاں ہم — تفسیده زمین و آسماں ہم

جائے نه که دیده را برد خواب — ابرے نه که تشنه را دہد آب

[1] ددگان جمع دده یعنی جانور درنده (فرہنگ جہانگیری) ۱۲ حسرت [2] بے قدر ۱۲ [3] حسرت

مرغانِ چمن خزیده در شاخ ‌‌ در رفته خزندگان بسوراخ

خورشید چنانچه تیزیِ اوست ‌‌ بکشاد چو مار ز آدمی پوست

در حوضهٔ خشک از آتش و تاب ‌‌ صد پاره شده زمینِ بی آب

در دشت سرابهای کین توز[1] ‌‌ چون معدهٔ سفلگان جگرسوز

مرغابی از آرزوی آبی ‌‌ خون خورده بگردِ هر سرابی

ریگ از لطِ پختن در گرانی ‌‌ چون تابه بروزِ میهمانی

از گرمیِ ریگهای گردان ‌‌ پُر آبله پای ره نوردان

هرکس بچنین هوای ناخوش ‌‌ در حجرهٔ سرد کرده با خوش

مجنون بکنار هر سوادی ‌‌ می گشت بسانِ گردبادی

افروخته روی و تن بخون غرق ‌‌ در آتش و آب مانده چون برق

بالاش ز غم دوتاه گشته ‌‌ رخساره ز تف سیاه گشته

هرجا که رسید کرد زاری ‌‌ بگریست چو ابرِ نوبهاری

ق

هرسو که شنید بانگ رودی ‌‌ یا خاست ز گوشهٔ سرودی

مستانه برقص پای افشرد ‌‌ گه زنده شد و گهی فرو مرد

گاهی ز سلب دریده پیوند ‌‌ گه پوست تنِ[2] فگار بر کند

آمد قدری چو در سرش هوش ‌‌ گشت آن همه حالتش فراموش

لے توختن اندوختن (برہان) ۱۲ حسرت ۲ے توا ۱۲ حسرت

با این صفتِ رمیده خویان / ناگه بقبیله رفت پویان

می گشت چو بیخودان بهر سوئی / خونابه روان ز دیده چون جوئی

دید از طرفی گذر بسوئی / غلطیده سگی بکنج کوئی

خارش زده و خراش خورده / از پهلوی خود تراش کرده

در گردِ سرش چو فرقِ نقاب[1] / وز سلخ تنش چو نیش قصاب

بگذاشته صلح و جنگ را پی / نی خشم و نه عفو مانده در وی

خم یافته در تهی گهش[2] راه / گشته شکمش همه تهی گاه

از دم دهنش فراز مانده / دندانش ز خنده باز مانده

سر تا قدمش جراحت و ریش / شویان بزبان جراحتِ خویش

بی لقمه گلوی لقمه خوارش / لیسیدنِ دست و پای کارش

مجنون چو بحالِ او نظر کرد / در ریشِ وی و دیده تر کرد

پیچید بگردنش بصد ذوق / وافگند ز زر[3] بگردنش طوق

بگرفت برفق در کنارش / می شست بگریه های زارش

جانش ز کلوخ و خار می رفت / وز پای و سرش غبار می رفت

دامن بتنش فگند در خاک / میکرد باستین سرش پاک

گه پیش رخش بگریه نالید / گه در کفِ پاش دیده مالید

---

[1] نقاب نقب کننده (غیاث) ۱۲ حسرت [2] تهی گاه کمر (غیاث) ۱۲ حسرت

[3] ای از دستِ خود که رنگ زر داشت ۱۲ حسرت

گاهیش بمہر گشتہ دایہ / گاہیش بدست کردہ سایہ

بوسیدہ سرش برفق و آزرم / خاریدہ برش بناخنِ نرم

گفت ای گلت از وفا سرشتہ / نقشت فلک از وفا نوشتہ

ہم نانِ کسان حلال خوردہ / ہم خوردۂ خود حلال کردہ

کردہ ز رہِ حلال خواری / با منعم خویش حق گزاری

جانت ز حلال خوارگی مست / و آسودگیست حرام پیوست

میلے نہ بخفتن از شتابت / بیداری عین عینِ خوابت

بیکار پذیر پاسبانان / بیدار کن خراسبانان[1]

ایمن ز تو پاسبان بہر سوئے / معزول ز تو عسس بہر کوئے

از سایۂ تو رمیدہ نقاب / چون سایہ کہ وارمد ز مہتاب

شب رو کہ ز دستِ تست معذور / چون دیو ز حلقۂ فسون دور

دزدے کہ شد از دہانت خستہ / الّا بگزند جان نرستہ

از خاستن شب سیاہت / میمون شدہ خوابِ صبحگاہت

در کہفِ[2] وفا چو راہ بردہ / نغنودہ بچشم اگر شمردہ

در صحبتِ صدق گشتہ تابع / گہ سابع[3] بودہ گاہ رابع

[1] خراس آسیائے بزرگ (برہان) ۱۲ حسرت [2] اشارہ بہ سگ اصحاب کہف ۱۲ حسرت
[3] اشارہ بآیہ "سیقولون ثلاثۃ رابعہم کلبہم" و سابع باین دلیل شدہ ... تحقیق تفسیر
آیہ ویقولون سبعۃ وثامنہم کلبہم فرمودہ اند کہ شمارۂ اصحاب کہف ہفت بودہ ... شش تن ... ذکر ...
... دقیانوس بعد اعلانِ توحید کنارہ گرفتند (از تفسیر کشاف) و یکے راعی کہ بوقت فرار ... دقیانوس ... موافقت کردہ

۱۱ ... ... گلستان ۱۲ حسرت

صد روضهٔ خوش بزیر پایت   در روضه که بهشت جایت

در گشتهٔ شبانِ گوسفندان   از گرگ ربوده مزد دندان

از سرکشیِ تو در جوانی   سگبان تو کرده شیربانی

تو شیر جوان و مست بوده   وز شیر و پلنگ جان ربوده

معشوقهٔ خسروان بنخچیر   وافگنده بدوش زلف زنجیر

بوده همه وقت گردنت پُر   از طوقِ زر و علاقهٔ دُر

از تنگ زدنت بدشت روزے   هر گنبد[1] تو به پشت یوزے

آهو که از و جگر خورد شیر[2]   تو بے جگرش فگنده در زیر

بر تختهٔ پشتِ هر شکارے   تعلیم گرفته روزگارے

عالِم شده در فنِ دد و دام   زان کرد خرد معلّمت[3] نام

صد خون زلبت چکیده در خاک   وز لوثِ جنایتت[4] دهن پاک

امروز که باز ماندی از کار   خواری همه را امرانهٔ خوار

گر تو سگے از سرشت دوران   اینک سگِ تو منم بصد جان

کو سلسلهٔ تو تا ز یاری   در گردنِ خود کشم بزاری

بارے بزنم بمهر و پیوند   با تو هوا افقت دمے چند

---

[1] نوعے از جستن ست چنانچه به چار پا آهو و اسپ و کنایه از سُرین باشد (غیاث) ۱۲ حسرت

[2] اے او را گرفتن نتواند و از غصّه جگر خود خورد ـ بے جگر معنی زار و نزار ۱۲ حسرت

[3] کلب معلّم در فقه سگے را گویند که آداب شکار آموخته باشد ۱۲ حسرت [4] جنایت گناه ۱۲ حسرت

ہر چند شکار کار من نیست — کس در ہوس شکار من نیست

آں کہ از سگ کو شکار جوید — گوئی کہ ز مردہ کار جوید

لنگے کہ بتگ دوانیش تیز — در اوّل تگ بماند از خیز

جولہ[1] چہ برد تنستہ را نام — ایں جملہ تنست زاں ہمہ گام

پائے تو کہ گشت بر در یار — بر چشم منش سزاست رفتار

پشت تو کہ سودش آں کف پاک — حیف است و ہزار حیف بر خاک

چشمت کہ بر آستانہ سودہ است — بر روئے زمیں چرا غنودہ است

از حسرت آں کہ چشم آں ماہ — دیدہ است بجانب تو گہ گاہ

خواہم کہ شگافم ایں دل تنگ — در وے کشمت چو لعل در سنگ

خاکت بمژہ فشانم از پائے — در دیدہ کشم کہ ہست از آں جائے

ہستیم من و تو ہر دو شب گرد — لیکن تو بنالہ و من از درد

دل نیست کہ از رہ صوابے — در خدمت تو کشم کبابے

دارم جسدے گسستہ جانے — گر دل کشدت با ستخوانے

چوں باز گذر کنی در آں کوئے — بر خاک درش نہی ز من روئے

ہر گہ جگریت بخشد آں یار — یادے بکنی ازیں جگر خوار

---

[1] جولہ = عنکبوت تنستہ = بافتۂ عنکبوت را (از برہان، فرہنگ جہانگیری) تنستن = تنیدن، بافتن (منتخب)
معنی شعر آں باشد کہ چوں عنکبوت با آں ہمہ گام زنی ایں جملۂ ناچیز تنستۂ بافتہ است کہ تنستۂ او بہ شد جولہ
پس در صف بافندگان از تنستۂ خود چہ نام بردہ و ذکر بر زبان آرد ۱۲ حسرت

هر خس کہ بر آں کشاد گامے | از من برسانیش سلامے
ہر جا کہ نہاد پائے دشمن | بسیار ببوسی از لبِ من
خواند چو ترا درونِ دہلیز | یادش دہی از سگِ دگر نیز
زنجیر ز زرت نہد چو بر دوش | از گردنِ من مکن فراموش
روزے اگر آں بتِ پری چہر | دستے بسرِ تو ساید از مہر
آگہ کنیش ز مہر جانم | وین قصہ بگوئے از زبانم
کاے آہوئے ناوک افگنِ مست | یک تیرِ تو وز آہوان شست[۱]
از تیرِ تو جانِ آدمی زاد | روزن شدہ ہمچو دامِ صیّاد
آں کز پئے صیدِ تو زند گام | خود را افگند بحلقۂ دام
ہر کاز پئے تو شود کماں گیر | بر سینۂ خویشتن زند تیر
تا طرّہ بخوں دلیر کردی | از غمزہ شکارِ شیر کردی
چشمِ سیہت کہ بے نظیرست | آہوئے سیاہِ شیر گیرست
تو شیر کشی بہر شکارے | مجنوں ز سگانِ کیست بارے
بگزار کہ چوں سگاں نہانی | باشم بدرت بپاسبانی
دُم لابہ کنم بر آستانت | مالم بوسیلۂ سگانت
باآں کہ بود فغانِ من زار | آنجا کہ توئی تراچہ آزار

[۱] شست عدد (۶۰) یعنی یک تیرِ تو برابر شست تیر آہوچشماں ست ش ۱۲ یا یک تیرِ تو شست آہو را شکار میکند ۱۲ حسن

مهتاب که نورِ پاک دارد — از بانگِ سگان چه باک دارد

هرچند که دارم از عدد بیش — داغِ سگیِ تو بر دلِ ریش

هم میطلبم فراغِ دیگر — دل میکشدم به داغِ دیگر

گیرم نه بمردمی سلیمم — آخر بدرت سگ قدیمم

گر نیست چنانم ارجمندی — کز زلف خودم قلاده بندی

کم زان که ز نعمتِ حضورم — سیراب نظر کنی ز دورم

من خود ز حیاتِ خود بگویم — آخر تو چه می زنی بچوبم

در خانه گرم نمی گذاری — بارے ز درم مران بخواری

در لقمه نمی دهی چو سنگم — بارے مزن از کرشمه سنگم

زینسان سخنے بکار میکرد — دیوانگی آشکار میکرد

او بر سرِ این فسانه درد — وانبوه به گردِ او زن و مرد

هرکس به نظاره چنان زار — مانده بتحیّر اندران کار

نادان ز سرِ کرشمه خندان — در گریهٔ زار دردمندان

آن را که بدل نه داغ باشد — داغ دگرانش لاغ باشد

بے غم که دلش گره نه بندد — از گریهٔ پرغمان بخندد

در تیغ چو کس آتشے فروزد — گریه بد از گره نه سوزد

۱؎ ای کم از آن مباش ۱۲ حسرت ۲؎ بگوفت بستم ۱۲ حسرت ۳؎ ا... بیهوده ...

از یخ بتر است سینهٔ سرد / از گریهٔ کس نباشدش درد

آن کو دلِ غیر دیده ناخوش / آتش زنش ار بگیرد آتش

آن گل بود از چراغ خانه / آتش زنیش زند زبانه

گل بهتر ازان دلِ گل اندود / کز شعلهٔ کس نباشدش دود

آن سوخته پیر دوزخ آشام / خوش گفت که سوخته به از خام

حاصل[1] بجهان نظاره گاهے / مجنونِ شکسته می زد آہے

پرسید یکیش زان میانه / کاے کرده ز عافیت کرانه

این سگ سگِ کیست اندرین گرد / وین غمِ غم کیست با چنین درد

چون بهر که می خوری بدینسان / وز بهر که می کنی چنین جان

سگ را چه خبر که کام تو چیست / با نیک و به بد پیامِ تو چیست

او را چو ز عقل نیست تمکین / تعظیم وی‌ات چراست چندین

ق

دیوانه بدرد پاسخش داد / کاے از غمِ من دلِ تو آزاد

طعنم چه زنی به سگ پرستی / من نیز سگم ز روے هستی

مُردم ز غمے که کم ندارد / سگ بهتر ازو که غم ندارد

گر من تهِ پاے سگ نهم بوس / زان پاے بود نه زین لب افسوس

کاین پا که بشهر و کوے گشته است / پیشِ درِ یار من گذشته است

[1] حاصل الحاصل ۱۲ ش

روزیش بکوئے آں پری کیش — دیدم گذراں بدیدۂ خویش

تعظیم و هم نه از پئے اوست — کش دست گرفتم از پئے دوست

مهماں چو سگ آیدم ازاں کو — آهو طلبم بود ز آهو

از یار چو بهره خار باشد — با بوئے گلم چه کار باشد

نالید برایں ترانه لختے — شوریده بسانِ شور بختے

پس گریه کناں زجائے برخاست — میرفت و ندید در چپ و راست

بر کوه شد و نفیر می زد — وز دل بستاره تیر می زد

غنودن نرگس لیلی از بیماری و مجنون بخواب او را در خواب دیدن و بنفسِ تند خویش از جائے جستن و بروں دویدن و کمر کوه گرفتن و مجنون را به تیغ کوه خراشیده و خسته دریافتن و دستِ سلّون بر خستگی او سودن و مرهم راحت رسانیدن

افسانه سرائے شکّریں گفت — زالماسِ زباں گهر چنیں سفت

کاں گوشه نشینِ روئے بسته — بودے همه وقت دل شکسته

۱ یعنی که اورا از پئے دوست دوست ساختم ۱۲ اش ۲ آهو دو معنی دارد جانور معروف و عیب

۱ غیاث ۱۲ حسرت ۳ گفت گفتار ۱۲ اش

چوں غمزدگاں بخاک خفتے — خاشاک زخوابگہ نہ رُفتے

گاہے زجگر نوالہ کردے — گہ جاں بعدم حوالہ کردے

آمیختنی نداشت باکس — مونس غمِ آشنائے خود بس

پرداختہ دل زصبر و آرام — گشتے ہمہ شب چو ماہ بربام

ہنگامِ سحر زبختِ ناشاد — چوں ابر گریستے بفریاد

گفتے چو شبش دراز گشتے — باخود زفراق سرگذشتے

چوں سُرخ گلِ فلک[۱] برستے — ناخفتہ زگریہ روئے شستے

ناگاہ شبے زبعد سالے — بگرفت بر آندہش ملالے

میخورد غمِ دلِ خرابش — در خوردنِ غم بود خوابش

دیدا زنظرِ خیال پرورد — دیوانۂ خویش را بصد درد

کامد بہ نظارۂ جمالش — نالید بسے ز زلف و خالش

گہ شست بخونِ دل سراپش — گہ از مژہ رُفت خاکِ پایش

زالماس سرشک سینہ می سُفت — و افسانۂ روزگار می گفت

می گفت قصیدہ ہائے دلسوز — می کرد گلہ زبختِ بد روز

زاں نالہ کہ زد بخواب از یار — بنیندۂ خواب گشت بیدار

چوں جست زخواب تا نشیند — واں دیدۂ خویش باز بیند

۱؎ سُرخ گلِ فلک - آفتاب ۱۲ ش

نے یار و نہ آن وفا سگالی | بستر تہی و کنار خالی

لختے ز طپانچہ روئے را کوفت | خونابہ ز رخ بآستین روفت

آہے زد و سوخت پردۂ راز | وز پردہ برون فتاد آواز

در خانہ ہمہ مزاج دانان | بر بستہ دہن چو بے زبانان

زان بیم کہ خواست زہرہ سفتن | کس زہرہ نداشت پند گفتن

چون سبزۂ این کبود گلشن | آراستہ شد بصبح روشن

خورشید باوج رفت خندان | چون نورِ دلِ نیازمندان

آن مہد نشین بجہد برخاست | بر پشتِ جمازہ محمل آراست

بکشاد زمام را بہ تندی | کآمد ز نگش صبا بکندی

میراند شتر بدشت پویان | آن گم شدہ را بخاک جویان

چون شیب و فراز را بسے جست | وز ہر خارے چو گلبنے رست

بر نجد رسید و بارگی راند[1] | لختے چپ و راست در طلب ماند

دیدش بہ بنِ شکستہ شاخے | افتادہ میانِ سنگلاخے

بر پشتۂ کوہ پشت دادہ | بر بالشِ خار سر نہادہ

آوردہ صباش بوے لیلے | مژگانش بخواب کردہ میلے

او خفتہ و گرد او ددانش[2] | شیرانِ شکار پاسبانش

۱ عارفون ۲ اشش

از بوئے دوانِ صید فرسائے | از کار بشد جمازہ را پائے
آن تشنہ جگر ز جانِ خود سیر | آمد سبک از جمازہ در زیر
اندیشہ نہ کرد از ان دو دام | در خوابگہِ رفیق زد گام
با عشق چو صدق بود ہمدست | ہر یک ز دو داں بگوشہ جست
او پہلوئے یار خویشتن رفت | جاں جلوہ کناں بسوئے تن رفت
افشاند غبارش از تنِ ریش | بنہادہ سرش بزانوئے خویش
از گریۂ زار دُرِّ مکنوں | میریخت ولے بروے مجنوں
آن چشم کہ راہِ خواب میزد | بر عاشقِ خفتہ آب میزد
یعنی کہ ز گریۂ گہربار | زد بر رخش آب و کرد بیدار
باراں چو فشاند سبزہ را گرد | از خواب در آمد آں گلِ زرد
مجنوں کہ ز خواب دیدہ بکشاد | چشمش بجمالِ لیلی افتاد
از جانش برآمد آتشیں جوش | زد نعرہ و باز گشت بیہوش
چوں سکۂ[۱] میزباں دگرگشت | مہمانِ عزیز نیز دگرگشت
بیمار کہ دارویش بتر کرد | دردش بطبیب نیز اثر کرد
او داشت دلے ولے سپردہ | این یافتہ جاں ولیک مُردہ
او خفتہ میانِ خاک ماندہ | این بر شرفِ ہلاک ماندہ

۱ طرز روش و قاعدہ و قانون (برہان) ۱۲ حسرت

او باخبر از گزند این غم — این بی خبر از خود و ز او هم

او داده ز دل بباد این هوش — این کرده ز یاد خود فراموش

بودند چو سایه خفته بر خاک — تا چشمهٔ خور بجست ز افلاک

آمد چو در آن قصاص[۱] هجران — در هر دو ز بوی یکدگر جان

جستند ز جا فرشته و حور — چون مرده بجنبش از دم صور

بازوی رضا دراز کردند — در آغوش مراد باز کردند

مجنون ز جگر نفیر میزد — لیلی بکرشمه تیر میزد

گشت آن پری از دو چشم غماز — دیوانهٔ خویش را بصد ناز

از ساعد و زلف کرد تسلیم — زنجیر ز مشک و طوقش از سیم

چون بود دو دل یکی بسینه — یعنی که دو دُر بیک خزینه

تن نیز بیک شبی که شد راست — نقش دوئی از میانه برخاست

درساخت بهم دوست با دوست — وامیخت دو مغز در یکی پوست

شد تازه دو چاشنی بیک خوان — شد زنده دو کالبد بیک جان

آسوده دو مُرغ در یکی دام — وامیخت دو باده در یکی جام

آراسته شد دو تن بیک ذوق — وا فروخته شد دو دل بیک شوق

دو صبح بهم رسیده از دور — دو مشعله را یکی شده نور

۱ـ اے واقعۂ قصاص ہجراں اشارہ بآیۂ "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا أُولِي الْأَلْبَابِ" ۲ـ حسرت

بودند بیاری آں دو ہم عہد | آمیختہ ہمچو شیر با شہد

چوں حاجتِ دوستی روا شد | ہر چیز کہ جز غرض وفا شد

از بوس و کنار دل بیاسود | جز مصلحت دگر ہمہ بود

از ہر نمطے سخن شد آغاز | آمد بمیاں جریدۂ راز

مجنوں ز نشاطِ یارِ جانی | بکشاد زباں بدُرفشانی

کاے از خمِ زلفِ عنبریں تاب | بربستہ بچشمِ دوستاں خواب

عمرے درِ تو بدیدہ رُفتم | عمرے دگر از غمت نخفتم

امروز کہ بعد روزگارے | بادے خوشم آمد از بہارے

ز آسایشِ دل ربود خوابم | ناگہ بسر آمد آفتابم

در خواب چناں نمود بختم | کاختر بفلک نہاد تختم

بر تخت من و تو روئے در روئے | چوں موجِ دو چشمہ در یکے جوئے

خوابم چو ز پیش پردہ بر بود | تعبیر نظارۂ رخت بود

تا روز قیامت ار بود تاب | نتواں خفتن بیادِ آں خواب

ایں دم کہ گلِ دگر شگفتہ است | بختم ز ہوس ہنوز خفتہ است

لیلی کہ دو خواب ہمعناں[1] دید | بیداریِ بخت را نشاں دید

اوّل بگزید لب بدنداں[2] | پس باز کشاد لعلِ خنداں

---

[1] ہر دو خواب مطابق دید ۱۲ حسرت [2] از حیرت ۱۲ حسرت

دو شیفتهٔ خیالِ خود کم و بیش — آن آئینه را نهاده در پیش

چون عکس دو آئینه یکے بود — رفت از یگانگی شکے بود

آن هر دو چو بخت خویش بیدار — زانخواب عجب بحیرت کار

افسانهٔ خواب چون بسر شد — بیداری هجر پرده در شد

هر یک ز شبے سیاه بے روز — میکرد شکایتے جگر سوز

چندان غمِ دل شد آشکارا — کآمد بنفیر سنگ خارا

چندان نمِ دیده رفت در خاک — کز تندی سیل شد زمین چاک

هر دو چو دو سروِ ناز پرورد — ز آسیبِ خزان فتاده در گرد

در جیبِ دو غنچهٔ گُل بخندید — بادے بمیانه در نگنجید

مجنون ز خیالِ غیرت اندیش — میخواست مدد ز سایهٔ خویش

زان آه که بے دریغ می زد — بر سایهٔ خویش تیغ میزد

وآن یارِ یگانه و فاجوئے — گشته به یگانگی یکے گوئے

خود را چو نکرد ز آشنا فرق — میکرد بخون دو دیده را غرق

یعنی که چو هست یار در دل — دیده چه شود بشخص[1] مائل

دو سوخته دل بهم رسیده — سیوم نه کسے جز آب دیده

باد از دو طرف عبیر می بیخت — بر دیدهٔ ترّ غبار میریخت

---

[1] شخص وجود ١٢ ش

جوراں زنسیم شوق شاں مست
بکشاد فرشتہ در دعا دست

از عشرتِ آں دو مست بے جام
در رقص درآمدہ دد و دام

ہر خار کشیدہ دور باشے
میکرد بچشم بدخراشے

سلطاں بیزک[1] جنیبہ راندہ
لشکر بہ وثاق[2] باز ماندہ

تیہو بعقاب راز گفتہ
یوسف بکنارِ گرگ خفتہ

جولاں زدہ آہوئے بہ نخچیر
برگردنِ شیر بستہ زنجیر

صیاد کہ تیر بجید انداخت
از صید کشید و بر خود انداخت

بط فربہ بود وجرہ ناہار[3]
طرفہ کہ نداشت چاشنی کار

بے زحمتِ رشتہ دُر شدہ جفت
الماس شکستہ لعل ناسفت

شکر بقمطرہ[4] ماند در بند
طوطی بنظارہ گشتہ خورسند

ساقی و حریف جام در دست
ناخوردہ شراب ہر دو سرمست

صبحے بچنیں امیدواری
نشگفت شگوفۂ بہاری

پالودہ اگرچہ جاں فزا بود
انگشت ز چاشنی جدا بود

برگنج رسیدہ دزد راپائے
خازن شدہ[5] و خزینہ برجائے

چوں نقد خزانہ اشتلم کرد از
دربشکن[6] اگر کلید گم کرد از

---

[1] بیزک بفتح اوّل و ثانی بمعنی جمع قلیل و مردم کم کہ پیش پیش لشکر روند (برہان) ۱۲ حسرت
[2] بضم و کسر بمعنی خانہ (غیاث) ۱۲ حسرت [3] اے گرسنہ ۱۲ حسرت
[4] قمطرہ صندوق (غیاث) ۱۲ حسرت [5] شدہ یعنی برفت ۱۲ ش
[6] در رابشکن ۱۲ ش

افزوں زطلب چو یافت مردم ... شک نیست کہ دست و پا کند گم
مفلس کہ رسد بگنج ناگاہ ... زافزونیِ حرص گم کند راہ
عاشق کہ گرفت مُردہ خوابش ... شربت دہی ار بود عذابش
دارو کہ پس از ہلاک باشد ... بر جائے حریرہ خاک باشد
آب از پسِ مرگِ تشنہ جستن ... ہم کار آید ولے بشستن
چوں مردہ بود ہزار دستاں ... چہ سود زجلوۂ گلستاں
بر خاکِ شہید گُل فشاندن ... ایمن بود از درود خواندن

بازگشتن کبک خراماں از کوہ وشتر پرندہ را پر بر جناح بر بستن و رشتہ دراز دادن وکبوترِ دیوانہ را پر گم داشتن

چوں بر سرِ چرخ لاجوردی ... خورشید نہاد رو بزردی
معشوقۂ آفتاب پایہ ... برداشت زفرقِ دوست سایہ
بر عزم شدن زجائے برخاست ... عذرے بہزار لطف درخواست
او در سخن و رفیق خاموش ... تاپاک[1] دلش ببرد از ہوش
حیرت زدہ مُہر بر دہانش ... تپ لرزہ گرفتہ استخوانش
دانست مسافرِ خردمند ... کو را چہ شکنجہ شد زباں بند

[1] تاپاک یعنی تپاک ۱۲ اشس

اندیشهٔ او خطاب پنداشت — خاموشیٔ او جواب پنداشت

لختے کفِ پائے پُر ز خارش — بوسید و گرفت در کنارش

غلطید بسے چو گنج بر خاک — پیچید بسانِ مارِ ضحّاک

پس محمل ناقه چُست در بست — بکشاد عقال[1] و تنگ بر بست

شد بر شتر و زمام بسپرد — شاهیں بپرید و کبک را برد

میرفت بچشم خونفشاں تر — خونابه بچشم زو رواں تر

چوں ماه ببرجِ خویشتن شد — واں سرو رونده در چمن شد

در گوشهٔ غم نشسته مهجور — تن از دل و دل ز خرمی دُور

میزد شغبے جراحت انگیز — میسوخت جهاں بآتشِ تیز

چوں زلفِ شب از کلالهٔ تر — در دامنِ خاک ریخت عنبر

از پرده عروسِ مه بروں جست — خواب آمد و چشم مردماں بست

بنشست عروسِ خواب رفته — خوں ریخت ز چشم آب رفته

با شب ز رفیق راز میگفت — نامش میگفت و باز میگفت

از سوزشِ سینه آه میکرد — مه را بفغاں سیاه میکرد

میزد شغبے چو غم رسیدے — میخواند چو بلبلاں نشیدے

چوں خسته شد از دلِ سیه روز — گفت ایں غزل از درونِ پرسوز

---

[1] عقال زنجیر و رسن ۱۲ اش

گریستن لیلی در ہوائے آشنا و موجِ درونہ را بدیں غزل[ل] آبدار بر روئے آب آوردن

باز م غمِ عشق در سر اُفتاد — بنیادِ صبوریم در اُفتاد

باز ایں دلِ خستہ دردِ نو کرد — خود را بو بالِ من گرو کرد

باز م ہوسے گرفت دامن — کز عقل نشاں نماند با من

باز ایں شبِ تیرۂ جگر سوز — بر بست بروئے من درِ روز

خوں موجِ درونہ بر سر آورد — طوفاں ز تنور سر بر آورد

دُودِ دلِ نے کہ ز شوق در بر اُفتاد — از سینہ گذشت و بر سر اُفتاد

طاقت برمید چند جوشم — آتش بدرونہ چند پوشم

گویند کہ تا کے از در و بام — گہ نامہ دہی و گاہ پیغام

آلودہ شدی بہر دہانے — افسانہ شدی بہر زبانے

بے درد کہ فارغ ست و خنداں — کے داند حالِ دردمنداں

غافل کہ ہمیشہ بے خبر زیست — اورا چہ خبر کہ بیدلی چیست

با ہر کہ دہم غمے برون من — داند غمِ من ولے نہ چوں من

گیرم کہ بو د بپردہ جایم — وز حجرۂ غم بروں نیایم

ل مراد از غزل بیانِ دردست نہ از غزل متعارف ۱۲ ش

این خانه شگاف نالهٔ زار | پوشیده کجا شود بدیوار

اکنون چه کنم حجاب آزرم | کافتاده ز چهره برقع شرم

آنرا که درونه چاک باشد | از پرده دری چه باک باشد

در مجلسِ عشق جام خوردن | وانگه غمِ ننگ و نام خوردن

دستِ من و آستینِ یارم | گو خلق کنند سنگسارم

شوریده که غرقِ حال باشد | رُسوا شدنش جمال باشد

دیوانه که می گریزد از سنگ | دارد به یقین نشانِ فرهنگ

هرجا که بتی است در قبیله | با محرمِ خویش هم طویله

مسکین من مستمند و دلتنگ | محبوسِ بلا چو لعل در سنگ

هر کبک دری به تیز گامی | بر لاله و گل بخوش خرامی

الّا که من گُسسته پیوند | چون مرغِ قفس بمانده در بند

پیوند ز دوستان کشادم | در طعنهٔ دشمنان فتادم

آنکو ز هلاکِ جان نترسد | از طعنهٔ دشمنان نترسد

کاغذ چو شود نشانهٔ تیر | جز خوردنِ زخم نیست تدبیر

دف هر طرفی که رُخ بتابد | از لطمه کجا خلاص یابد

عاشق که بزیر تیغ شد خم | از زخمِ زبان کجا خورد غم

زین پس من و یارِ مهربانم | گر تیغ کشند و گر زبانم

گر کُشتہ شوم بہ تیغِ پولاد — بارے برہم ز دستِ بیداد

مُرغے کہ بماند از پریدن — راحت بودش گلو بریدن

اُفتادہ چو ریش ناقہ در گِل — دانی کہ دواش چیست بسمل

این سر کہ بر آن قدم نساید — از تن اگرش بُرند شاید

اے دوست کہ بے منی و با من — آتش زدہ یا توئی و یا من

چوں شعلہ بخس منے دہد نور — بیگانہ نظارہ بیند از دُور

اُفتادہ کہ سیل در ربودش — زافسوسِ نظارگی چہ سودش

زارم ز غمت عظیم زارم — دستے کہ ز دست رفت کارم

گر تو دلِ شاخ شاخ[1] داری — بارے قدمِ فراخ داری

با زاغ و زغن چنانکہ دانی — شرحِ غمِ خویش میتوانی

بیچارہ منِ حصار بستہ — در زاویۂ عدم نشستہ

کنجے و غمے بسینہ چوں کوہ — زندانیِ تنگنائے اندوہ

گردم زنم از درونہ تنگ — ترسم کہ خورم ز بام و در سنگ

شبہا کہ مہ از افق برآید — مہتاب ز روزنم در آید

چشمم بستارہ راز گوید — جانم غمِ رفتہ باز گوید

یادِ تو ز من برد چناں ہوش — کز ہستیِ خود کنم فراموش

[1] شاخ شاخ - پارہ پارہ (بہارِ عجم) ۱۲ حسرت

ناگاہ کہ از خود آیدم یاد | باشم بہلاکِ خویشتن شاد

گر گرد زمانہ بیوفائی | بارے تو مکن کہ آشنائی

بر سینہ لگد مزن کہ پستم | عصمت مطلب ز من کہ مستم

خوں نابۂ دیدہ آبِ من ریخت | دل ہم سرِ خود گرفت و بگریخت

جانے ست نشانہ گاہِ صد تیر | خواہش بمان[1] و خواہ برگیر

گفتی کہ صبور باش مخروش | ایں قصّہ دلم نمیکند گوش

اے دوست ز دوست دور بودن | وانگاہ بدل صبور بودن

چوں من بہلاک جاں سپردم | دور از تو ز دوریِ تو مردم

از آہِ تو گر بہ مہ رسد دود | در خاک مرا کجا کند سود

تا جاں ز تنم عناں نتابد | مشمار کہ دل خلاص یابد

خر کے رہد ارچہ گشت نالاں | تا سر ننہد بزیرِ پالاں

ہر چند ز بختِ خود بجانم | ہر جور کہ بینم از تو دانم

دامن کہ ز کہنگی بجنبد | تہمت بزبانِ خار بندد

عشقت ز دلم کہ سر بخوں برد | آزارِ فلک ہمہ بروں برد

سوزن کہ ز پا بروں کشد خار | باہم سرِ خود شود بہ پیکار

ما نطعِ حیات در نوشتیم | تو دیر بزی کہ ما گذشتیم

---

[1] بمان اے بگذار ۱۲ اش

حاضر شدن مجنوں در غیبت لیلی و بحضورِ خیال بحضور آمدن و سرِ حسرت گفتن و دست بر دست زدن

گوینده چنیں فگند بنیاد
کاں لحظہ کز آں غریبِ ناشاد ق

معشوقِ عزیز روئے بنہفت
آں کشتہ بخوابِ بیخودی خفت

از زندگیش نبود اساسے
تا از شبِ تیرہ رفت پاسے

باز آمد چوں رمیدہ راہوش
اُفتاد درونہ باز در جوش

آں سایۂ آفتاب گشتہ
رو شستہ بخونِ آب گشتہ

غلطید بخاک چوں گیائے
میزد بہلاک دست و پائے

میکند بصد شکنجہ جانے
میزد بہزار غم فغانے

کوبے کہ بہولِ جاں خورد مرد
بر بسترِ ایمنی کشد درد

نے مردہ نہ زندہ بود تا روز
چوں نم زدن مشعلِ جگر سوز

چوں مرغِ سحر شد ارغنوں ساز
از موذنِ کو برآمد آواز

شد پردۂ ظلمت از ہوا دور
رُو شست جہاں بہ چشمۂ نور

آں خانہ فروش کیسہ پرداز
آمد قدرے بخویشتن باز

افتاں خیزاں ز جائے برخاست
بکشاد دو دیدہ در چپ و راست

میگشت ولے خراش خوردن
چوں خستہ دور باش خوردن

زاں زخم کہ بر جگر رسیدش — خوں از رہِ دیدہ می دویدش

لختے چو زبیدلی فغاں کرد — آہنگ نشیدِ عاشقاں کرد

از ناوکِ سینہ سنگ می سفت — ویں زمزمۂ فراق می گفت

آہ کردنِ مجنوں از درونۂ پرسوز و غزلِ دود اندود از دودکشِ دہان بیروں دادن

ما ہیچکسانِ کوئے یاریم — ما سوختگانِ خام کاریم

جائے نہ و با خضر ہم آہیم — نورے نہ و یارِ آفتابیم

چوں گل بخوشی بخندہ کوشیم — ہر چند لباسِ ژندہ[1] پوشیم

گر از خز و پرنیاں گدائیم — در زیرِ گلیم بادشائیم

جامہ ز پلاس پارہ دوزیم — خانہ ز پئے نظارہ سوزیم

بے منتِ تاج سرفرازیم — بے زحمتِ دست عشقبازیم

با شیر و گوزن ہمعنانیم — با زاغ و زغن ہم آشیانیم

در سایۂ بوم جائے روبیم — بر نغمۂ چغد پائے کوبیم

بے عبرہ[2] تر از دہِ خرابیم — بے آب تر از بطِ شرابیم

گنجیست غم اندرونِ سینہ — مار است کلیدِ آں خزینہ

---

[1] ژندہ دلق ۱۲ اش [2] محصول (چنگی وغیرہ) ۱۲ اش

دل خستہ وگریہ خونِ ناب ست ہاں گر ہوس مئے وکباب ست

یارب چہ خوش ست نالۂ زار خاصہ ز درونہائے افگار

اے آمدہ وگذشتہ ناگاہ بختم زتو ماند دست کوتاہ

تا در تنِ من نشانِ جاں بود مہرم ز دلِ تو برکراں بود

از حالِ من انکہ آمدت یاد کافگندہ غمم خلل بہ بنیاد

بیمار کہ کوچ کرد جانش چہ سود گلاب و نار[1] دانش از

ناخواندہ رسیدن اینچہ ساز ست ناگفتہ گذشتن اینچہ ناز ست

گیرم نکنی شکر فشانے کم زانکہ ببینمت زمانے

جانم ز فراق برلب آمد می آئی و یا برون خرامد

جز نیم دلے نماند حالی باز آئے کہ خانہ گشت خالی

تنگ آمدہ ام زجان بدخوئے بیگانہ چہ میکند دریں کوئے

گفتی کہ صبور شو بدوری دوری ز تو وانگہے صبوری

بنمائے رُخِ چو یاسمینم بنواز بشربت[2] پسینم

عشقِ تو مفرحِ جہان ست دیں سوختہ را ہلاکِ جان ست

خیزم ز تو من دلم بخیزد کس نیست کہ خونِ من بریزد

گر جور کنی وگر کنی ناز اینک من و دل بہر دو دمساز

---

[1] ناردان انار دانہ ۱۲ اش [2] شربتِ پسیں شربتِ مرگ ۱۲ اش

تیغم بزن آستاں بکن پاک | بگذار کہ بر درت شوم خاک

گر خود بتلطفم وہی دست | یا خود بعقوبتم کنی پست

دل بر نکنم ز آشنائی | عمدا نکنم خلافِ رائی

ہر چند کہ آں رُخِ دل آمیز | بنشاند مرا بر آتشِ تیز

از بندگیٔ چناں جمالے | آزاد نہ ام بہیچ حالے

گنجینۂ عشق شد وجودم | بے عشق مباد تار و پودم

آسودہ مباد جانم آنروز | کز دولتِ غمت نباشدم سوز

دل رفت کہ با غمت برآید | تا زیں دو کدام بر سر آید

گیرم خوش و شادماں تواں زیست | ہیہات کہ بے تو چوں تواں زیست

بینم چو ترا بجانِ پر شوق | خود را بکنار گیرم از ذوق

چوں[1] باشد رغبتِ کنارم | خود طاقتِ دیدنت ندارم

تا نامِ تو بر زباں نیاید | در قالبِ مردہ جاں نیاید

بندے بسرِ زباں ندارم | کیں دل کند و من آں ندارم

پوشیدنِ غم زمن نخیزد | ہر چیز کہ پُر بود بریزد

زیں پس مطلب زمن کفایت | کز دست بروں شد ایں ولایت

پندار چہ صلاحِ کارِ مردست | بر دل شدگانِ عشق دردست

۱؎ چوں یعنی چگونہ ۱۲ حسرت

زاں سینہ کہ عشق مجلس آراست | اندیشۂ نام و ننگ برخاست

اشکے کہ بعشق گرم پوید | از دل رقمِ صلاح شوید

پولاد کہ سنگ را کند خورد | زاں شیشہ درست چوں تواں برد

عشق اولِ کار دلنواز است | چوں تافت عناں سخن دراز است

طوفاں کہ سخن بہ ابر گوید | اوّل کفِ پائے خلق شوید

چرخم زد و دیدہ خوں رواں کرد | با چرخ ستیزہ چوں تواں کرد

فریاد کہ جاں ز غم زبوں شد | وز رخنۂ دیدہ دل بروں شد

ایں تن کہ خمیدہ بود بشکست | واں دل کہ نداشتم شد از دست

سیلابِ بلا برآمد از فرق | کشتیم چہ سود چوں شدم غرق

ایں آہِ سحر کہ می‌زنم نرم | بازار رحیل می‌کنم گرم

بر سوز دلم کہ رستخیز است | انگشت منہ کہ شعلہ تیز است

من بے تو بدیں سیاہ روئی | بے من تو چگونہ نکوئی

اے غنچۂ تنگ خوئے چونی | اے دشمنِ دوست روئے چونی

چشمِ سیہت بناز چون ست | خوابت لبِ شب دراز چون ست

در خونِ کہ می‌شوی سبک خیز | بر جانِ کہ می‌زنی مژہ تیز

از دستِ کہ بادہ می‌ستانی | در بزمِ کہ جرعہ می‌فشانی

گشتم بدرت چو خاک ناچیز | یک جرعہ بریز بر سرم نیز

یارے کہ بمہر دلنواز ست — ناگفتہ بداند آنچہ راز ست

بخشندہ کہ آستیں کشاید — ناخواستہ بخشد آنچہ باید

گُل بر نارسیدہ گستاخ — چوں پختہ شود خود افتد از شاخ

بس وعدہ کہ داد بختِ بد رام[1] — کت از مئے وصل خوش کنم کام

آمد بمن آں شرابِ گلرنگ — لیکن چو فتاد شیشہ بر سنگ

از روئے تو ہر چہ دید جانم — بر روئے تو گفت چوں تو آنم

ہر قطرۂ خوں بریں رخِ زرد — پندار کہ چشمہ الیست از درد

از دیدہ رود چو جوئے خونم — شیراں نکشند بوئے خونم

از شعلۂ آہ در دہانم — پُر آبلہ بیں ہمہ زبانم

مارا باماں گر از تو رہ نیست — تو غمزہ زنی ترا گنہ نیست

سیاف[2] کہ خوں بہ عنف ریزد — رحمت بدلش چگونہ خیزد

شادم بر خست کہ غم کند کم — پیشِ چو توئی وانگہے غم

ور غم رسد از تو نیز شادم — ایں شادی و غم ہمیشہ بادم

مہرِ تو در استخوانِ من باد — دردِ تو و وائے جانِ من باد

مجنوں چو بدیں دمِ دل انگیز — از سینہ بروں زد آتشِ تیز

کوہ از جگرش بخوں درآمد — فریاد ز وحشیاں برآمد

[1] سرکش و آراستہ (برہان) ۱۲ حسرت [2] سیاف جلاد عنف درشتی ۱۲ ش

ہر روز بدیں نیازمندی — میگشت بہ پستی و بلندی

شب تا سحر و ز صبح تا شام — یک لحظہ دلش نکردے آرام

در دل غمِ دوست داشت تا مُرد — واں لحظہ کہ مرد با خودش بُرد

روزے کہ زمانِ عمر درگشت — جاں بر سرِ دل نہاد و بگذشت

خرامش کردن لیلی با سروقدانِ ہمسایہ سوئے بوستان و شناختن آں آزادہ نوبراں را و زبانِ سوسن کشیدن و غزلے جگر اندوز از اندازہائے مجنوں بہ آوازِ نرم رواں کردن و بر دلِ لیلی زدن و کاری آمدن و بازجست کردنِ لیلی طیرگیِ بُلبلِ خارنشینِ خود را و آزمودن آں راوی تعطشِ لیلی را سوئے خونابۂ مجنوں و مرگِ مجنوں غلبہ کردن و سوختہ شدنِ لیلی و بگرمی درخانہ باز آمدن و بہ تپِ اجل گرفتار شدن

گویندۂ ایں حدیثِ زیبا — زیں گونہ نگاشت روئے دیبا

کاں زہرۂ شب نشینِ بے خواب — چوں در غمِ دوست ماند بیتاب

چوں غمزدگاں بدرد می بود / با نالہ و آہِ سرد می بود

ہر گریہ کہ کرد موجِ خوں ریخت / ہر دم کہ زد آتشے بروں ریخت

با سایۂ غمِ دراز می گفت / در پیشِ خیال راز می گفت

ہر چوب زجر ہائے دردش / زرچوبہ[1] شدہ ز رنگِ[2] زردش

ہر روزن و درزِ جلوہ گاہش / تاریک شدہ ز دودِ آہش

ہر غمزہ کہ زد ز چشم بدکیش / خوں ریخت و لے ز دیدۂ خویش

چشمے کہ بگریہ ریش میکرد / زاں بادہ خمار بیش میکرد

بے وسمہ کمانِ ابروانش / بے سرمہ دو چشمِ ناتوانش

از داغ غمش درونہ خستہ / داغ کلفش[3] برخ نشستہ

کلفش کہ سیاہ فام کردہ / نسبت بمہش تمام کردہ

نے کلفہ کہ سایہ بدمہتاب / نے نے غلطم کہ سایہ بر آب

غلطاں ہمہ شب بشبے چو صد سال / پہلو پہلو چو قرعۂ فال

خالی شدہ از جلا جمالش / معزول شدہ ز جلوہ خالش

از کوفتنِ رخِ جمیلش / بر رخ بدلِ[4] سپیدہ نیلش

زاں روئے کہ داد چرخ را نور / با آں ہمہ نیل چشمِ بد دور

مقنع چو درونہ چاک گشتہ / گلگونہ فتادہ خاک گشتہ

[1] زرچوب ہلدی ۱۲ ش [2] اے چشمِ گریاں ۱۲ حسرت
[3] کلف تیرگی یعنی جھائیں ۱۲ ش [4] بدل، بدلہ عوض ۱۲ ش

پیرایۂ زر چو سنگ مانده — آئینۂ چیں بزنگ مانده

گشته خمِ طرۂ چو شمشاد — از زخمِ زبانِ شانہ آزاد

بیخویش ز گفت و گوئے خویشاں — و ز طعنہ چو زلفِ خود پریشاں

غم را بدرونہ بند میکرد — دل بر سرِ غم سپند میکرد

غم گرچہ بگفت دردناک ست — در سینہ گره زدن ہلاک ست

دل دوختنِ غم ارچہ خون ست — لب دوختنِ آفتِ زبون ست

گردد چو تنورِ بستہ سر گرم — پولادِ درشت را کند نرم

دیگے کہ درونہ شد بجوشش — کف (لب) بر دہن آید از خروشش

دشنہ بجگر فرو تواں خورد — سخت ست فرو خوردنِ درد

آنرا کہ بود بسینہ جانے — خیزد ز جراحتش فغانے

مرده است کہ بے خروش باشد — نشتر خورد و خموش باشد

از گوشت تہی کنند خواں را — خوردن کہ تواند استخواں را

بیم ار نبود ز آخریں خواب — در دل چہ سناں چہ قطرۂ آب

دل سوختہ چوں کند نہاں راز — کش می بتراود اشک غماز

آں خم کہ دروں بود زلالش — بیروں گذرد نم از سفالش

گردم نزند لبش ز بیداد — رخسار سخن کند بفریاد

بیروں محکِ درونہ باشد — عنواں ز غرض نمونہ باشد

مشک ار چه بود به پوست خونش | بویش خبر آرد از درونش
کانونِ[1] تو شد چو آتش اندود | همسایهٔ تو بگرید از دود
آں کبکِ قفس نشینِ محبوس | بے جلوه چو پر شکسته طاؤس
از بندِ قفس چو آمدی تنگ | کردے بطوافِ وادی آهنگ
بر پشتِ جمازهٔ سبک خیز | از حجرهٔ غم بروں شدے تیز
با چند پری وشِ بهشتی | راندے بسراب دشت کشتی
گفتے غمے از شکسته حالی | کردے بسخن درونه خالی
لختے ز هراسِ نقش بیناں | در گوشه شدی ز هم نشیناں
با سبزه ز دوست راز گفتے | با سروِ غمِ دراز گفتے
هر مرغ که در هوا پریدے | مقنع ز نواش بر دریدے
شب چوں سوئے خانه باز گشتے | بازش[2] غمِ دل دراز گشتے
چوں شمع ز غم فسرده میبود | شب سوخته روز مرده میبود
روزے ز غم اندراں زبونی | تنگ آمد از اندهِ درونی
از کنج سرائے آتش اندود | سرگشته بروں شتافت چوں دود
خوباں که بدند هم نشینش | گشتند بهمرهی قرینش
رفتند بهم بے جمیله | در نخلستانِ آں قبیله

[1] کانون آتشدان (غیاث)، [2] حسرت

گہ بر رُخِ یاسمیں خمیدند — گہ در تہِ شاخِ گل خزیدند
ہر شاخِ گلے شگوفہ پر درد — لیلی بمیانہ چوں گلِ زرد
ہر غنچہ کشادہ لب بخندہ — لیلی چو بنفشہ سرفگندہ
ہر لالہ ببوئے مشک گشتہ — لیلی چو نہالِ خشک گشتہ
ہر بت رطبے زبار می خورد — لیلی ز زمانہ خار می خورد
ہر سرو زجو بجامہ میرست — لیلی ز سرشک جامہ می شست
ہر کبکِ رواں بنازمائل — لیلی چو تذروِ نیم بسمل
لختے چو درآں بساطِ گلروئے — ق — گشتند میانِ سبزہ و جوئے
از گرمیٔ آفتاب سوزاں — در سایہ شدند نیم روزاں
در انجمنے کہ رشکِ مہ بود — یک سایہ و آفتاب دہ بود
شخصے ز موافقانِ مجنوں — صافی گہرے چو دُرِّ مکنوں
از سوزِ رفیق سینہ پر داغ — میگشت بجلوہ گاہِ آں باغ
بشناخت کہ آں بتاں کدامند — ہر یک بچہ نسبت و چہ نامند
در حلقۂ شاں نمود میلے — شد در پئے آزمونِ[1] لیلے
کاں بادہ کہ کرد قیس را مست — در لیلی ازآں سرائیتے ہست
در گلشنِ آں بہارِ خنداں — برداشت نوائے دردمنداں

[1] آزمون آزمائش ۱۲ ش

سوزاں غزلے زقیں دلکش — میگفت چو شعلہاے آتش

زاں زمزمۂ جراحت انگیز — میزد بجگر زبانۂ تیز

خوباں کہ نواے او شنیدند — در پردۂ جامہ جاں دریدند

زاں نغمہ شدند دور از آرام — چوں آہوے ہند و اشتر شام

معشوقہ چو نام یار بشنید — واں نالۂ جاں فگار بشنید

شوریدہ زجاے خویش برخاست — سترادبش زپیش برخاست

در پیش غزل سراے شد زود — رخسارہ بہ پشتِ پاے او سود

گفت از سرِ گریہ اے نکوروئی — بیگانہ نما و آشنا خوئی

دانم کہ بدیں دمِ شرر زدے — داری خبرے ز دردمندے

زیں نو غزلے کہ کردی آغاز — نوگشت مرا غمِ کہن باز

زاں غمزدہ کیں ترانہ رانی[1] — مارا خبرے دہ ار توانی

کز دستِ دلِ ستم رسیدہ — چونست میانِ خونِ دیدہ

منزل بکدام غار دارد — بستر بکدام خار دارد

ہم خانۂ او کدام مورست — ہمخوابۂ او کدام گورست

سینہ بکدام داغ دادہ است — دیدہ بکدام زاغ دادہ است

بالش بغارِ تنگ چونست — پہلوش بروے سنگ چونست

[1] ترانہ رانی یعنی می سرائی ۱۲ اش

باکیست بروز تیره رازش | چوں میگذرد شب درازش
دارد بدگر خیال میلے | یا هم بخیال روئے لیلے
بشنید چو آں سخن خردمند | بکشاد بآزموں دمے چند
گفت اے ز وفا سرشته جانت | قاصر ز حدیث دل زبانت
آں یار که بهر اوست ایں گفت | دل زانده او بباید رُفت
کز تو شده بود دور و مهجور | دور از تو ز خویش نیز شد دور
دل را بتو داده بود آزاد | جاں نیز به بیدلی ترا داد
تا زیست نظر بسوئے تو داشت | چوں مرد هم آرزوئے تو داشت
زاں ره چو گذشت بے جمالت | همره نشدش مگر خیالت
چوں با تو نگشت دوش با دوش | با خاک سیاه شد هم آغوش
همخانه عشق نازنین ست | همخوابه[1] رائگاں زمین ست
بگرفت بخوابگه قرارے | وز بیخوابی برست بارے
هست از تو بخواب نیز بیتاب | می بیند خوابت[2] اندراں خواب
آنرا که برآمد از غمت هوش | هاں تا نکنی ز دل فراموش
لیلی چو شنید ایں سخن را | در خاک فگند سرو تن را
میزد سر و پائے دوست بر خاک | چوں مرغ بریده سر بتا پاک

[1] یعنی چیزے که بیکار باشد پیوند خاک میشود ۱۲ حسرت
[2] در خفتن هم خواب تو می بیند ۱۲ اش

گویندهٔ نادرست پیمان — از گفتهٔ خویش شد پشیمان

چندان که نموده اُستواری — پیوسته نگشت زخمِ کاری

رخنه که بدل شد و جگر هم — انباشته کے بود و بسر هم

در تن چو رگِ حیات بگسست — از حیله کجا گره توان بست

خوبانِ دگر که حال دیدند — از هر طرفے فرا دویدند

شوریده ز خاک برگرفتند — فریاد و نفیر در گرفتند

بیخویشتنش بخانه بردند — زانگونه بمادرش سپردند

شد پیرزنِ جگر دریده — زان تیره نفس نفس بریده

افتاد برو چو خس بر آبے — یا بر سرِ آتشے کبابے

نتوان ز جگر برید پیوند — دیدن نتوان خراشِ فرزند

صفتِ برگ ریز و دواد[1] و بادِ خزان و از سببِ صدماتِ حوادثِ دوران سر نهادن سرو لیلی در خاک و بے بالش ماندن

آمد چو خزان بغارتِ باغ — بنشست بجائے بلبلان زاغ

رخسارهٔ لاله پر ز چین گشت — آئینهٔ آب آهنین گشت

هر غنچه که جلوه کرد گستاخ — در ریختن آمد از سرِ شاخ

[1] تگ و دو ۱۲ حسرت

پُر برگ شدہ زمینِ گلزار   چوں مجلسِ کرماں[1] ز دینار

ریزاں گل و لالہ شست و شست   مالیدہ چنار دست بر دست

ہر سوئے برہنہ گلستانے   چوں راہ فتادہ[2] کاروانے

ز آسیبِ طپانچہائے صرصر   غلطاں بزمیں شگوفۂ تر

منقارِ کلاغ بر سرِ گل   مقراض شدہ بپرِ بلبل

خفتہ علمِ شگوفہ بر خاک   عباس شدہ درختِ ضحاک[3]

شیرازۂ گل گرہ کشادہ   ہر سو ورقے بروں فتادہ

ماندہ ہمہ غنچہائے خوشبوئے   از خندۂ شکّریں ترش روئے

برگے کہ ز باد شد گریزاں   ہر گوشہ دواں فتان و خیزاں

نرگس کہ بخواب چشم بستہ   از بانگ زغن ز خواب جستہ

سوسن ز غبارِ سینہ پر خار   کآزادۂ و باخساں سروکار

رخسارۂ یاسمیں زمیں سائے   پیمانۂ لالہ باد پیمائے

در زلزلہ سروِ راست خانہ   چوں مردمِ راست در زمانہ

گیسوئے بنفشہ خاک بوساں   چوں زلفِ خمیدۂ عروساں

نسریں بلتِ زمانہ خوردن   وز شاخ بتازیانہ خوردن

درہم شدہ جعد سنبل از باد   شانہ طلب از درختِ شمشاد

---

۱ صاحبان اکرام ۱۲ حسرت ۲ غارت شدہ و راہ زدہ ۱۲ حسرت ۳ یعنی درختے کہ از شگفتن بسیار خندہ زن بود از اثرِ خزاں بسیار عبوس و پژمردہ گشت ۱۲ حسرت

تا گہ بچنیں شگوفہ ریزے — افتادہ گلے بر ستیزے

لیلی کہ بہارِ عالمے بود — از چشمۂ زندگی نمے بود

آتش زدہ گشت نوبہارش — وز آب برفتہ چشمہ سارش

آں ریشِ کہن کہ در جگر داشت — جاں بر دکہ سوئے جاں گذر داشت

آں دل کہ شدش بعشق پامال — جاں نیز رواں شدش بدنبال

آمیخت بسرو نوجوانش — بیماری جسم ناتوانش

شعلہ ز تنش چناں برآمد — کش دود ز استخواں برآمد

پہلو بکنارِ بستر آورد — سرپوشِ اجل بسر درآورد

گشتش تنِ گوہریں سفالیں — وز بسترِ رنج ساخت بالیں

چشمش کہ ہمی بخواب در گشت — در بندِ غنودنِ دگر گشت

در آتشِ تپ فتادہ نعلش — یاقوتِ کبود گشتہ لعلش

گشتش خوئے تپ رواں بتعجیل — ہم وسمہ ز روئے شست و ہم نیل

گیسو ز شکنج ناز ماندش — نرگس ز کرشمہ باز ماندش

شد تیرہ جمالِ صبح تابش — وافتادہ بزردی آفتابش

تپ لرزہ بسوخت روئے چوں باغ — تبخالہ نہاد بر لبش داغ

ہم رنج تن و ہم اندہ یار — یک جاں بدو غم شدہ گرفتار

در تلوسہ[1] چنیں جگر سوز — میدید عقوبتے دو سہ روز

از رنج نشست

[1] تلوسہ بروزنِ وسوسہ مخفف تلواسہ کہ اضطراب وبیقراری واندوہ باشد (برہان) ۱۲ حسرت

چوں شد گہ آنکہ مُرغِ دمساز — از بندِ قفس شود بپرواز

زاں شعلہ کہ زد بجانش آذر — بکشاد جریدہ پیش مادر

کائے دردِ من اندُہ نہانت — واندیشۂ من خراشِ جانت

زیں غم کہ برائے من کشیدی — آزردہ شدی و رنج دیدی

ناچار چو خونم از تنِ تست — بارِ دلِ من بگردنِ تست

رنجے کہ نہند بر نہادم — لابد تو کشی کہ از تو زادم

کارے کہ مرا بود بصورت — آں کار ترا فتد ضرورت

در خوشہ فتد چو آتشِ تیز — از وے تنہ را چہ جائے پرہیز

ہر گہ کہ جگر خراش گیرد — قالب چہ کند کہ گر نمیرد

تیمارِ مرا کہ پے فشردی — زحمت ز قیاس بیش بردی

وقتست کنوں کہ خیزم از پیش — زایل کنم از تو زحمتِ خویش

عذرت بکدام رائے خواہم — مزدت مگر از خدائے خواہم

چشمت پس ازیں نمے مبیناد — بعد از غمِ من غمے مبیناد

بردار ز بسترِ ہلاکم — وز آبِ دو دیدہ شوئے پاکم

از آتشِ سینہ سوز عودم — وز بوئے جگر رساں درودم

خونریز بروئے مشک بویم — تا غازۂ تر شود برویم

گل زن بجبیں بروئے خویشم — کافور فشاں زموئے خویشم

چوں از پئے مرقدم نہانی	ق	پوشی بلباسِ[۱] آں جہانی
از دامنِ چاکِ یارِ دلسوز		یکپاں بیا رو برکفن دوز
تا با خود از آں مصاحبِ پاک		پیوندِ وفا برم تہِ خاک
چوں نوبتِ آں شود کہ از تخت		لیلی بجنازہ برنہد رخت
کم کن قدرے رقیبِ ما را		وآواز دہ آں غریبِ ما را
کاید چو شہاں دریں عروسی		لب ساز کند بفرقِ بوسی
در جلوۂ من کند نظارہ		وز سینہ برآورد حرارہ
از رخ بزمیں شود زرافشاں		وز گریۂ تلخ شکّرافشاں
رنگیں کند از جگر قبا را		خونیں کند از نفس ہوا را
قاری شود از نفیرِ دلدوز		مطرب شود از ترانۂ سوز
از گریہ رواں کند دو رودے		وز نالہ برآورد سرودے
او نغمۂ غم زند بنامم		من رقص کناں بروں خرامم
آید قدرے چو مہربانان		تا حجرۂ خوابگاہِ جاناں
وانگہ بوفا چنانکہ داند		ہمخوابہ شود اگر تواند
در زندگی ار نبود کارے		در خاک بہم بویم بارے
گو آنچہ کہ گفتی ار یقین ست		بشتاب کہ وقتِ آں ہمین ست

۱ لباس آنجہانی کفن باشد ۱۲ حسرت

اینک رخ اگر جمال خواہی — وانیک من اگر وصال خواہی
شورے زدو کالبد برانگیز — تن باتن و جاں بجاں درآمیز
رنج دو جراحت اند کے کن — خونِ دو شہید را یکے کن
گر از دمِ سرد سردم اے دوست — خوں سرد نشد ہنوز در پوست
با گرمئ خونم آر در بر — پیوند بہ خونِ گرم بہتر
در دل نشود کہ بر من آئی — چوں جاں بدریچۂ تن آئی
گیری کمِ[۵] دوست چوں گراناں — جاں دوسترت بود زجاناں
از مردئ تو بر نگردم — زانروئے کہ در وفات[۶] مردم
ہرکس پئے زندگاں گزیند — کس روئے گذشتگاں نہ بیند
یا آنکہ کنند نالہ و شور — نتواں پسِ مردہ رفت در گور
با ایں ہمہ من بمنزلِ خویش — خالی نکنم زتو گِلِ خویش
چوں خاک شود وجودِ پاکم — برباد دہد زمانہ خاکم
با بادِ صبا غبار گردم — گردِ سرِ کوئے یار گردم
گویند کہ گرد باد در دشت — جانے ست زتن رمیدہ در دشت
من نیز بجاں دہم کشادے — گردم بسرت چو گرد بادے
لیکن چو تو آنکسی کہ با دوست — ہمخوابۂ جاں شوی بیک پوست

۵ ترک ونقصان ۱۲ احسرت ۶ اے در وفائے تو ۱۲ احسرت

عمریست که جانِ تو بغم بود / در جُستنِ همرهِ عدم بود

بشتاب که سوئے آں خرابی / همراهِ دگر چو من نیابی

همره چه بود که جانِ چوں نوش / همخوابه و همدم و هم آگوش

آں راهِ دراز گاه و بیگاه / زافسانهٔ غم کنیم کوتاه

چنداں ز تو انتظار بردم / کاندر رهِ انتظار مردم

وامروز که گشت جاں سبکپائے / من مرده و انتظار بر جائے

دوری منمائے بیش ازینم / کز کتمِ عدم رُخِ تو بینم

منشیں که بساط در نوشتم / تو زود بیا که من گذشتم

گفت این سخن و ز حال در گشت / و ز حالتِ خویش بے خبر گشت

جانش که میانِ موجِ خوں رفت / مجنوں گویاں ز تن بروں رفت

او رفت ز دهر عمر فرسائے / واں کیست که خواست ماند بر جائے

هیچ است جهانِ پیچ در پیچ / داننده نظر نکرد در هیچ

رنگیں منگر گیاه این کشت / کاوّل سمن است و آخر انگشت

همسایهٔ مرگ شد حیاتش / همشیرهٔ زهر شد نباتش

هر سرو و گلے که روید از خاک / فردا همه هیزم است و خاشاک

اے آنکه چو غافلاں بخوابی / تا دل ننهی بریں خرابی

هاں تا نخوری فریبِ ایّام / کانگه بَرَدَت که دادت آرام

این برشده گنبدِ مدور — دارد دو در از چه سبب در
هرکز دو درش برون نشسته است — از ششدرهٔ زمانه رسته است
چون لیلی را ز هفت پرکار — در ششدره گشت مهره مردار
جائے که گرفت راه در پیش — جز عشق نبرد توشه با خویش
زین خانه که رخنه گاهِ دزد است — زادے که بری همانت مزد است
چون رفتنی ایم ازین گذرگاه — آن به که بریم توشهٔ راه
یارب چو بری ازین سوادم — زایمانِ درست بخش زادم
زین مرحله نیست همرهم کس — جز بدرقهٔ عطائے تو بس

خبر یافتنِ مجنونِ دردمند از بیماریِ لیلی و از حلقهٔ سگانِ بیابان زنجیر گسستن و بحلقه زدنِ درِ لیلی درآمدن و از پیش جنازهٔ لیلی در جلوِ رحیل دیدن و نثارِ شاهانه از دیده ریختن و بمصاحبتِ محافهٔ عروسِ خود سوئے شبستانِ لحد بر عزمِ خلوتِ صحبت رواں شدن

خوانندهٔ این خطِ کهن سال — زین گونه نمود صورتِ حال
کان بت چو ازین سرائے غم رفت — با همرهِ عشق در عدم رفت
مادر چو بدید حالِ لیلے — برداشت بنوحه وائے ویلے

آہے زجگر چناں برآورد — کاختر ز دمش فغاں برآور

افتاد ز غم چو خاک بر در — وز در دفگند خاک بر سر

از کندن موہائے پرنور — میریخت بجسم مُردہ کافو

پرکالۂ تر ز روئے می کند — وز بہر سرشک تجربے می کن

سر میزد و رُخ خراب میکرد — ناخن بحنا خضاب میکرد

زاں مشغلہ کش بروئے میرفت — خونابہ بہ رُخ بجوئے میرفت

خویشاں بہم آمدند دلتنگ — رخسارہ زخونِ دیدہ گلرنگ

کردند بدرد پیرہن چاک — دستارِ شرف زدند برخاک

مجنوں ز خبر بروفادار — آگہ شدہ بُد ز زحمت یا

آزردہ دل و جگر دریدہ — بر در بعیادتش رسید

کامد ز درونِ در نفیرے — وز خانہ پدید شد سریر

لیلے گویاں برادر و خویش — ایشاں ز پس و جنازہ در پیش

بردند بروں جنازۂ ماہ — برخاست فغاں ز کوچہ و را

یکجا شدہ مرد و زن فراہم — پرویں و بناتِ نعش باہم

عاشق کہ نظارۂ چناں دید — برداشت قدم کہ ہمعناں دید

در پیشِ جنازہ رفت خنداں — نے درد و نہ داغِ دردمندا

از دیدہ رہِ جنازہ میرفت — می گفت سرود و پائے میکوفت

نظم از سرِ وجد و حال میخواند — خوش خوش غزلِ وصال میخواند

کالمنة للّٰہ از چنیں روز — کز ہجر برست جانِ پرسوز

در بزمِ وصال خوش نشستم — وز دردِ فراق باز رستم

در گل نہ ازیں سفال[1] سائیم — بل غالیۂ وصال سائیم

وصلے کہ در روز (ازرز ایند ۱۲) قربِ جانی — نے گنجد جاں نہ زندگانی

بے منتِ خلق چارہ سازیم — بے طعنۂ خلق عشق بازیم

ق سروے کہ کشیدہ داشت بالیں — از صحبتِ ایں تنِ سفالیں

وقتست کہ خانہ سازد اکنوں — ریحانِ وے از سفالِ مجنوں

بے منت دیدہ روئے بینیم — بے زحمتِ لعل بوسہ چینیم

آں دست کہ از جہانش بداریم — در گردنِ یکدگر در آریم

ہمخانہ شویم موئے در موئے — ہمخوابہ شویم روئے بر روئے

زیں خوابِ درازِ بے ملامت — سر بر نکنیم تا قیامت

پویدِ بحظیرہ[2] پاک با پاک — ماند بحظیرہ[3] خاک با خاک

باید لحدے بہ تنگی آراست — تا ہر دو جسد یکے شود راست

گر فرجۂ خاک تنگ مایہ است — بستانِ عدم فراخ سایہ است

بنو دمنِ خستہ را دریں شور — خلوت کدۂ نکوتر از گور

[1] سفال اے جسمِ خاکی ۱۲ حسرت [2] اسے عالمِ برزخ ۱۲ حسرت
[3] حظیرہ بظائے معجمہ مقبرہ ۱۲ ش

نے از شغبِ مزاحماں جوش
نے بانگِ رقیب در بنا گوش

نے عربدۂ فسردہ[1] جاناں
نے سنگِ ملامتِ گراناں

نے بینشِ دیدباں بافسوس
نے دیدہ کشی ز چشمِ جاسوس

افتادہ دو یارِ داغ دیدہ
وز غم باجل فراغ دیدہ

اے کامدۂ بطعنِ مجنوں
مردت خوانم گر آئی اکنوں

وے دشمنِ خندہ زن زحد بیش
میخند کنوں ولیک بر خویش

وے دوست کت اشک در روانی ست
مگری بغمے کہ شادمانی ست

چندانکہ زبہر من زنی وائے
در نوحۂ لیلی اندر افزائے

ہر گریہ کہ بہرِ من کنی ساز
موجِ گہرش بلیلی انداز

موئے کہ کنی بموئیہ[2] من
بر یادِ کمندِ زلفِ او کن

در ماتمِ ار بسر کنی خاک
از شارعِ آں جنازہ کن پاک

بر من چو دعا دمی دریں دم
نے بر سوئے من کہ سوئے او دم

عفوے کہ بخواہیم[3] ز درگاہ
نے از پئے من کہ بہرِ او خواہ

در توشۂ من گہ نمک بیز
از چاشنئ غمش نمک ریز

حلوا کہ فرستیم بپایے
نامِ لبِ او نویس بروے

زاں بوسہ بخاکش از حد افزوں
گوکیں[4] بر ساں بروحِ مجنوں

[1] فسردہ جاناں اے گراں جاناں ۱۲ حسرت [2] مویہ گریہ و نوحہ (برہان) ۱۲ حسرت
[3] اے از درگاہِ الٰہی ۱۲ حسرت [4] اے بخاک بگو ۱۲ حسرت

ره ارچه قیامتے ست سویش ... وردم ز دنے رسم بکویش
زیں پا حدِ راه راینایم ... جاں پائے کنم بروشتابم
اے جانِ عزیز دل میناز ... کانجانِ عزیز یافتم باز
زینساں همه ره ترانه میزد ... رقصِ خوشِ عاشقانه میزد
آنزا که درونه زنده وش بود ... زیں زمزمهٔ فراق خوش بود
وانکس که نداشت لذّتِ درد ... در گریهٔ زار خنده میکرد
خلقے بگماں که مردِ بیهوش ... از بیخودی آمده است در جوش
ویں در دلِ کس نه کو بصد خواست ... افسانه گفته را کند راست
میرفت بداں ترنم و تاب ... تا خوابگهِ نگارِ خوش خواب
چوں شد گهِ آنکه دورِ افلاک ... در خاک نهد ودیعتِ خاک
گریاں جگرِ زمیں کشادند ... واں کانِ نمک درو نهادند
مجنوں ز میانِ انجمن جست ... وافتاد بدخمهٔ[1] لحد پست
بگرفت عروس را در آغوش ... رو داشت بروی و دوش بر دوش
دو اختر سعد را بپاکی ... افتاده قراں به برجِ[2] خاکی
خویشانِ صنم ز شرمِ آں کار ... جستند بغیرت اندراں غار
تا سازکنند خشم و خونریز ... برگشته زنند خنجرِ تیز

[1] دخمه بروزن زخمه سردابهٔ مردگاں باشد (برہان) ۱۲ حسرت

[2] ثور و سنبله و جدی اینجا مراد قبر ۱۲ حسرت

چوں دست بہ پنجہ در زدندش
پیچاکِ[1] غضب بسر زدندش

او را سرِ پنجہ بے خبر بود
پیچش بشکنجۂ دگر بود

باہم شدہ بود پوست با پوست
پرواز نمودہ دوست با دوست

کردند بجنبش آزمونش
از جاں رمقے نداشت خونش

بازو کہ حمایلِ صنم گشت
از ہم نکشاد بس کہ خم گشت

افتاد بمغز شاں غبارے
کز یار جُدا کنند یارے

پیرے دو سہ از بزرگواراں
گفتند بچشمِ سیل باراں

کیں کار نہ شہوتِ ہوائی ست
سِرّے ز خزینۂ خدائی ست

ورنہ بہوس کسے نہ جوید
کز جانِ عزیز دست شوید

خوشوقت کسے کہ از دلِ پاک
در راہِ وفا چنیں شود خاک

وصل ارچہ باہلِ دل وبال ست
وصلے کہ چنیں بود حلال ست

نفسے کہ نباشدش ہوا رام
رامش ز کجا شود دد و دام

گر عاشقی ایں مقام دارد
تقویٰ بجہاں چہ نام دارد

تا ہر دو نہ در مغاک[2] بودند
ز آلایشِ نفس پاک بودند

وامروز کہ شہر بندِ خاک اند
پیدا ست کہ خود چگونہ پاک اند

اولیٰ بود از چنیں نشانے
پاکیزہ تنے بہ پاک جانے

[1] پیچاک اے پیچ وخم (غیاث) ۱۲ حسرت
[2] اے تا زندہ بودند و در مغاک قبر نرفتہ ۱۲ حسرت

از دنیا مگیر

درہم مکنید حالِ ایشاں — در گردنِ ما وبالِ ایشاں
از سوزِ دل آں حکایتِ زار — کرد آں ہمہ را درونِ دل کار
کردند بدر دِ اشک ریزی — بر ہر دو فتادہ خاک بیزی
زاں روضہ کہ دل گداز گشتند — گریاں سوئے خانہ باز گشتند
زافسوس زدند نعرہ چوں کوس — خود حاصلِ عمر چیست افسوس
باآنکہ دہد جہاں بقائے — ہیچ است چو نیستش وفائے
عمر ارچہ بآدمی عزیزیست — عمرے کہ چنیں بود چہ چیزیست
ایں عمر کہ روئے کس نہ بیند — چوں باد رود کہ پس نہ بیند
نقدِ شدہ چوں تواں ستد باز — ما سادہ دل و فلک دغا باز
ہر دم بہ کمانِ کینۂ خویش — تیرے کشد آسمانِ بدکیش
منگر کہ بدیگرے کشاید — گر زوے چو گذشت بر تو آید
از وے کہ[1] جہد بہ گاہِ نخچیر — دوزد ہمہ خلق را بیک تیر
آنرا کہ بود بمرگ بنیاد — از مرگِ کسے کجا شود شاد
در نوبتِ کس مکن خوشی فاش — کیں کار بنوبتست خوش باش
گیر در رہِ تو اجل نہانی — گر رہ ندہی بخود تو دانی
غافل مشو از جوانیِ خویش — می ترس ز خصمِ جانیِ خویش

[1] کہ بمعنی کدام ۱۲ اش

موئے سیہت کہ تیرہ رنگے ست — از عاریتِ[1] زمانہ ننگے ست

ناخوش بود آں عروسِ طنّاز — کز زیورِ عاریت کند ناز

ایں چشمۂ خور کہ آب جوی ست — از موئے سیہ خضاب شوی ست

ایں شب کہ تراست عشرت آموز — تا چشم ہم زنی شود روز

ہر مہ مہِ تو برآسماں ہست — ماہی گیرے بہ نیمہ شست

از نیم و تمام ہر چہ ہستند — از نیمہ شستِ او نرستند

چرخ ست خراسِ آسیا رو — چہ کہنہ چہ نو در آسیا جو

صرصر چو زند بوستاں گام — ہم پختہ فتد ز شاخ و ہم خام

آتش چو بشعلہ برکشد سر — چہ ہیزمِ خشک چہ گلِ تر

بازارِ جہاں مبیں کہ تیز است — کایں جملہ متاعِ رستخیز است

صبحش منگر کہ ہست دلخواہ — باشد دُمِ گرگ و دامِ روباہ

شامش منگر کہ ہست خنداں — کاں تیغ نمایدت نہ دنداں

خندیدنِ آسماں ہلاکی ست — بس خندہ کہ آں ز خشمناکی ست

چوں شد برہِ تو شیر بدخوے — دست از رہِ خود بخونِ خود شوے

انجم کہ رقیبِ[2] جملہ چیز اند — غارت گرِ جملہ چیز نیز اند

دُزدی کہ ز کوتوال باشد — در قلعہ دروں چہ حال باشد

[1] یعنی چوں زمانہ بعاریت ترا موئے سیاہ دادہ است اسباب ننگ ست نہ سامانِ فخر ۱۲ حسرت
[2] نگاہباں ۱۲ حسرت

خازن چو کند خزینہ تاراج — گنجینہ بہ نقب زن چہ محتاج
ایں کہنہ بساطِ عشرت اندوز — راہی است کہ میرود شب و روز
ہردم کہ زنی تو گاہ و بیگاہ — گامے ست کہ میزنی دریں راہ
با تا ختنے بدیں روانی — پیدا است کہ چند زندہ مانی
بس خر صفتاں کہ در اقامت — بستند طویلہ بر قیامت
زیں مرحلہ چوں بروں جہیدند — رفتند چنانکہ پس ندیدند
خامی ست کہ در سرائے پرسوز — جا گرم کنند ہر دہ روز
در سینہ غرور در نہ گنجد — طوفاں بتنور در نگنجد
بگسل ز وفائے مادرِ خاک — کو بچہ خویش را خورد پاک
گفتی کہ مراست ایں زر و مال — نیست گر آیدت بدنبال
گنجے کہ دلِ تو شاد دارد — بیں تا چو تو چند یاد دارد
خوشدل شدنت چو کودک از قند — زیں صرۂ[1] مردہ ریگ تا چند
از لب نفسے رمیدہ گیرت — واں زر بہ کساں رسیدہ گیرت
ہیچ ست دمے کہ پیچ پیچ ست — بر ہیچ مبند دل کہ ہیچ ست
چوں بر گرہ تہی نہی پیچ — گر باز کنی چہ یابیش ہیچ
خاکست خزینہ در مغاکے — چندیں چہ دوی زبہر خاکے

[1] صرہ کیسہ ۱۲ حسرت

این شیشه که میش رنگ دارد	زانکس شکند که سنگ دارد

این موبها پیچیدن بگیسوئے منور مادر مغفورۂ خویش که تاب الشیب[1] نوری داشت و بر پشت افتاد و بدین نالهائے سوزان نفس بر خس و خاکستر کرده شده و گوهر[مرد ۱۲] پاک برادر حسام الدین را که درمیان خواب خورد مورچه گشت روشن گردانیده آمد

تغمدهما الله بغفرانه

ماتم کده شد جهان نهان نیست	ماتم زده کیست کز جهان نیست
زانجمله منم یکے دریں سوز	از روز[2] ئے خویشتن بدیں روز
کامسال دو نور زاخترم رفت	هم مادر و هم برادرم رفت
یکهفته ز بخت تفته ئے من	گم شد دو مه دو هفته من
هجرم زد و سو کشید کینه	دهرم بدو دهره[3] خست سینه
بخت از دو شکنجه داد پیچم	چرخ از دو طپانچه کرد هیچم
ماتم دو شد و غم دو افتاد	فریاد که ماتم دو افتاد

[1] الشیب نوری یعنی پیری نور من ست ۱۲ اش [2] روزی قسمت ۱۲ حسرت
[3] دهره بروزن بهره شمشیر یست کوچک (برهان) ۱۲ حسرت

حیف ست دو داغ چوں منے را — یک شعلہ بس ست خرمنے را

یک سینہ دو بار بر نگیرد — یک سر دو خمار بر نگیرد

از یک لگد آنکہ رخت ریزد — دویم زنیش چگونہ خیزد

آں دل کہ دو سوئے میگراید — گر شد ز میاں دو نیم شاید

خوں شد دلم از دریغ خوردن — وز نالۂ ہمچو تیغ خوردن

چوں مادرِ من بزیر خاک ست — گر خاک بسر کنم چہ باک ست

اے مادرِ من کجائے آخر — رو از چہ نمی نمائے آخر

خنداں ز دلِ زمیں بروں آے — بر گریۂ زارِ من ببخشائے

راندی بہ بہشت کشتیِ خویش — رو تافتی از بہشتیِ[1] خویش

ہر جا کہ ز پائے تو غباری ست — ما را ز بہشت یادگاری ست

شیرازۂ جزوِ من ز تقدیر — آمیختہ خونِ تُست با شیر

مہرے کہ بشیر شد فراہم — تا جاں نرود کجا شود کم

گیرم کہ شدی ز دیدہ مستور — از سینۂ من کجا شوی دور

زانجا کہ نوازشت فزوں بود — گستاخیِ من ز حد بروں بود

آزردہ دلم ز کردۂ خویش — کآزردہ شدی ز من ز حد بیش

با ایں خجلی کہ روسیاہم — عذرت بکدام روئے خواہم

(از زندہ دل)

[1] کنایہ از خوبرو و خوبصورت باشد (برہان) ۲: حسرت

زاں بے ادبی کہ پیش کردم	اینک ز فراق زخم خوردم

بر دل کہ صبور پیش سپر نیست	تیرے ز فراق صعب تر نیست

در زندگیت ز روئے عادت	غافل بُدم از چنیں سعادت

تا خانہ بود ز دولت آباد	قدرش نشناسد آدمی زاد

دولت چو عناں ز دست بر بود	مالیدن دست کے کند سود

من کایت ہجر خواندہ ام باز	میدانم گرچہ ماندہ ام باز

نعمت بحضور سہل چیز ست	ہر گہ کہ ز دست شد عزیز ست

مردم کہ نیوفتد بہ سُستی	کے داند قدر تندرستی

نشناسد مرد قدر خویشاں	تا دور نیوفتد از ایشاں

آنکس شرف حضور داند	کز ذوق حضور دور ماند

آید چو غم عزیز در پیش	آنکس کہ عزیز تر غمش بیش

ہر لقمہ کہ خوشتر ست و دلکش	باشد بقیاس آرزو خوش

نبود بخورش چو میل چنداں	حلوا خشک ست زیر دنداں

ذات تو کہ حُسن جان من بود	پشت من و پشتبان من بود

نام تو ز نقش دولت ابناز	ہم دولت بندہ بود و ہم ناز

با ناز زمانہ دولتم جفت	ناز از چہ کنم چو دولتم خفت

نے نے کہ ترا چو نام زندہ ست	خود دولت من ہماں بندہ است

بیت

نامِ تو پناہِ خویش سازم — تعویذ کلاہِ خویش سازم

نے نام کہ مونسِ غم ست آں — بل نائبِ اسمِ اعظم ست آں

روزے کہ لبِ تو در سخن بود — پندِ تو صلاحِ کارِ من بود

امروز ہم[1] بمہر و پیوند — خاموشیِ تو ہمی دہد پند

لیکن سخنِ تو گر بود ہوش — از ہوش تواں شنید نہ از گوش

غافل چو منے کہ نیست ہوشم — کے پندِ تو رہ برد بگوشم

زانجا کہ بزندگانیِ خوب — بردی رقمے ز غیرِ مغضوب[2]

اکنونت گماں برم کہ ناکام[3] — درخورد عمل بود سر انجام

گر ہیچ رواجِ کار یابی — در پردۂ قدس بار یابی

یاد آر بحضرتِ رفیعم — خوشنودیِ خویش کن شفیعم

دانم کہ تو در بہشت جاوید — رخشندہ تری ز ماہ و خورشید

چون ست برِ تو ہمسرِ من — فرزندِ تو و برادرِ من

قتلغ[4] کہ مر از حق تبارک — بودہ است چو نام خود مبارک

از اوجِ وفا کبوترِ پاک — ہم کاہکِ من ز برجِ افلاک

نے نے غلطم کہ در سواری — شاہینِ دلاورِ شکاری

[1] اے امروز ہم مرا ۱۲ حسرت [2] اشارہ بجانب آیہ غیر المغضوب علیہم ۱۲ حسرت

[3] ناکام بالضرور (غیاث) ۱۲ حسرت

[4] قتلغ اسم ترکی ست ۱۲ حسرت

در معرکہ اژدہا نظیرے / در مستیٔ بادہ[1] شیرگیرے

روا زہمہ سو برزم چوں تیغ / تیغ از ہمہ رو چو برق در میغ

آئینِ غزا تمام کردہ / دولت لقبش حسام کردہ

در حملہ درست چوں پدر شیر / نے ہمچو منِ شکستہ شمشیر

چوں حرفِ پدر بہمہ زبر[2] کرد / ہم عزمِ[3] ولایتِ دگر کرد

شد جانِ پدر زجانِ او شاد / لیکن غمِ او بجانم افتاد

اے مونس و یاور غمِ تو / نہ از دل کہ زجاں خورم غمِ تو

بے مونس و بے رفیق و بے یار / چونی و چہ میکنی دراں غار

بودی زتوانِ بے ترا[4] زو / بازوئے من و توانِ بازو

رفتی و تواں زبازوم رفت / نقدِ شرف از ترازوم رفت

خواہم کہ بجستنت شتابم / جویم و لے از کجات یابم

بسیار شبت بشادمانی / آمد بصبوحِ کامرانی

تاعاقبت آں مئے طرب زائے / یکبارہ درافگندت از پائے

دوراں کہ قدح لبالبت داد / در خوردِ نشستنِ شبت داد

چہ شد کہ تنگ[5] شراب گشتی / پیش از دگراں خراب گشتی

خویشاں کہ زخویش سیر گردند / لختے بہ کششِ دلیر گردند

---

[1] اے بادۂ جوانی ۱۲ حسرت [2] از بر ۱۲ حسرت [3] اے درپے پدر بآخرت شتافت ۱۲ حسرت
[4] اے بے اندازہ ۱۲ حسرت [5] تنگ شراب کمظرف کہ زود مست گردد ۱۲ حسرت

کوشند اگرچه در جدائی / زینسان نه برند آشنائی

بنمائے رخ این چه روے بستیست / بیدار شو این چه دیر خوابیست

گر ننگری این تن خرابم / بارے رخ خود نما بخوابم

از خواب تو در برادران تاب / خوش کرده تو با برادران خواب

دوری همه گرچه نادرست ست / دوری ز برادران درشت ست

فریاد کنم ز جان ناشاد / فریاد که نشنوی تو فریاد

هردم خورم از فسوس خارے / خود نیست چو من فسوس خوارے

هر نیم شبے و صبح گاہے / از حسرت تو برآرم آہے

چون تو نکنی بسوئے من راہ / از آہ چه خیزدم ہماں آہ

دانم که بدین شغب فزائی / زانجا که تو رفتۂ نیائی

لیکن چه کنم چو ناشکیبم / خود را به بہانه می فریبم

اے درد تو ہم طویلۂ من / حال تو برون ز حیلۂ من

در خاک نه زان نمط شدی گم / کائی بنظر بجہد مردم

غربال دل ارچه خاک بیزست / دریافتنت بر ستیزست

نائی چو بکوششم فراچنگ / از بے گہری بدل نہم سنگ

سنگیں کنم این دل پر آتش / کاتش باشد بسنگ در خوش

در سینه نہم ز سوگواری / غمہائے ترا بغمگساری

نامِ تو بصبر کردنِ دل
طومار کُنم بگردنِ دل

نقشِ تو بدل نگار سازم
وز یادِ تو یادگار سازم

آیم بتو چوں شکستہ رائے
خوانم بشکستگی دعائے

دعوت چو در امید گیرد
اُمید پذیر در پذیرد

ہم تو زنصیبِ آنجہانی
بفرست نصیبم آنچہ دانی

روحِ تو کہ باد دور از آذر
باشد چو رفیقِ روحِ مادر

شاید کہ باتفاقِ فرخ
آرید برحمتِ خدا رخ

گوئید بہر سکون و سیرے
ایمانِ مرا دعائے خیرے

تا چوں بسوئے شما کنم راہ
مومن چو شمار روم الی اللّٰہ

یارب کہ برحمتِ گنہ شوئے
از گردِ گنہ بشوئے شاں روئے

آمرزشِ خویش یارِ شاں کن
بخشایشِ خود نثارِ شاں کن

میدار بخلدِ شاں فراہم
نوبت چو بمن رسد مرا ہم

در ختمِ این نامہ مسلسلِ مجنوں کہ ہر رقمش مقرِّ قلب ست فخط کشیدن بر خطے
حرف گیراں کہ صحیفہ مردماں را انگشت پیچ کنند و چوں نامہ ایشاں باز
کشائی بہ پیچند از پیچ پیچ مشتے لیام[1] چہ التفات انشاء اللّٰہ کراماً کاتبین
ایں نامہ سیاہ را برمن نہ پیچانند یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب

چوں گنجِ ہنر کشادہ بختم	تم	نوبادۂ[2] غیب بست رختم

[1] لیئماں دونان ۲ احسنت سنہ نوبادہ ہر چیز نو در آمدہ و ہر چیز را نیز گفتہ اند کہ دیدنش چشم را خوش آید و پسندِ طبیعت باشد در برہان

ارزانیِ گوہرِ گران خیز — کرو از ہمہ سو خرند و راتیز

آمد فلک آستیں کشادہ — نہ بحر در آستیں نہادہ

انجم کہ کشادہ تحفہ دیدند — درّے بستارۂ خریدند

باقی کہ نداشت قیمت ایام — دادم قدرے بمشتری دام

از غلغلِ ایں سرود وایں لحن — پا کوفت فرشتہ بر ہم صحن

میخواست بسے دلِ ہوس باز — کز سحرِ قدیم نو کنم ساز

بیروں دہم از دمِ دروتے — باجادوئے رفتہ ہم فسونے

پے بر پئے او چنانکہ دانم — گفتم قدمے زدن توانم

از شیوۂ خود رمیدہ گشتم — تسلیمِ ہماں جریدہ[1] گشتم

چیدم بقلم نمونۂ پیش — بردم ز میاں تکلفِ خویش

آرایشِ پیکرِ معانی — بستم بسلاستِ روانی

کاں مایہ کہ صنعتے بود خام — از شیوۂ من برون کند نام

چشمے کہ دلے برد بتاراج — دانی کہ بسرمہ نیست محتاج

ور وسمہ کنی برابروئے زشت — چوں سبزۂ تر بود در انگشت

زاں سکہ کہ مردِ پر ہنر داشت — بہ زیں نتواں نمونہ برداشت

گر خود بزلالِ من شدی غرق — ممکن نشدیش درمیاں فرق

[1] جریدہ یکتا ۱۲ حسرت

زین بیش تفاوتے ندانم — کان از دلِ اوست وین زجانم

مردم که بزاد تو امانند — هم هر دو بیکدگر نمانند

دو خط که نویسی از یکے دست — هم نوعِ تفاوتے دران ہست

کلک ارچه کشد دو نقطه برکار — هم بیش و کمی بود بمقدار

نقّاش که پیکرے نشان کرد — دیگر نتواند آنچنان کرد

مانی که قلم زنِ خیال ست — مانند نبشتنش محال ست

مقصودِ من از بیانِ این حرف — طرزِ سخن ست و صرفه صرف

کاقلیم کسان بزهرهٔ شیر — به زین نتوان ستد بشمشیر

هر چند که این خطِ مسلسل — موئے نبود زحرف اوّل

دانم بیقین که حاسدِ خس (مجنوں لیلی ۱۲) — پشمینه رقم کند بر اطلس[1] (لیلی مجنوں ۱۲)

اے آنکه تبه[2] مرا نهی نام — وز غورهٔ خویش خوش کنی کام

از من نظرت بچشمِ سوزن — وندر دفِ تو هزار روزن

غربال سپر کنی چو در جنگ — زخم آوردت ز صد در آهنگ

گر ما ز هنر تهی میانیم — بارے تو بگوی تا بدانیم

از دعوی این خیال سنجی — ناگفته ملاف تا نرنجی

بنود چو فسانهٔ تو نامی — بیهوده چه لافی از نظامی

[1] بر اطلس از پشمینه نقش و نگار کردن غیر موزون ست ۱۲ حسرت [2] به مخفف بهی میوه ۱۲ اشـ

گفتی دمِ اوست مردہ را زیست — آں زانِ ولیست زانِ تو چیست

گر زاں قدح آری آبخوردم — بے گفتِ تو اعتراف کردم

لیکن بتو ار بود متاعے — بکشا ز دو کانِ خود قفاعے[1]

صد رحمتِ ایزدی برآں مرد — کز کیسۂ خود بود جوانمرد

از خوانِ کساں نوالہ دادن — بر نسیہ بود قبالہ دادن

من کردہ ام ایں دغل شماری — تو نیز بیار تا چہ داری

دانم کہ بچاشنیٔ ایں شہد — گوئی صد و پنجہ بصد جہد

لیکن نرود جنیبتِ لنگ — پویاں و دواں ہزار فرسنگ

زاں کردہ ام ایں نوائے خوش ساز — تا گوشِ زمانہ را کنم باز

ذوقے کہ دریں دمِ حیات ست — ہمشیرۂ اولیں نبات ست

زندہ است بمعنی (مجنوں لیلیٰ ۱۲) اوستادم — ورنیست منش حیات (لیلیٰ مجنوں ۱۲) دادم

احسنت زہے سخنورِ چست — کز نکتہ دہانِ عالمے شست

میداد چو نظم نامہ را پیچ — باقی نگذاشت بہرِ ما ہیچ

آں بحر کہ بر لبش خسے نیست — محتاجِ ستایشِ کسے نیست

آنکس کہ قدم چناں سپردہ است — انصاف خود آنچہ بود بردہ است

انصاف مرا سزاست بارے — کز ہیچ کنم چنیں نگارے

---

[1] قفاع نمونہ جنس ناقص ۱۲ ش

اوزآنهمه فکرِ گوهرآمائے / تنها ذزیکے وش بروں پائے

صد طرز ز سخن چو شکّر و شهد / ننمود مگر بمثنوی جهد

او بود بیک فنی نشانه / چوں یک فنه بود شد یگانه

دانا که درِ خرد کشاید / آں کار کند که نیکش آید

گاذر که بکارِ خود تمام ست / بهتر ز حریر بافِ خام ست

لنگے که برقص شد سبک خیز / هنگامۂ خنده را کند تیز

کورے که کند گهر شناسی / بازی کند از دمِ قیاسی

آں گنج نشان و گنجه پرورد / بوده است دریں متاع درخورد

وانکه ز جهاں فراغ جُسته / وز شغلِ زمانه دست شُسته

بارے نه بدل مگر همیں بار / کارے نه دگر مگر همیں کار

کوشش همه در سخن سگالی / خاطر ز هر التفات خالی

کُنجے و دلے ز محنت آزاد / آسودگیِ تمام بنیاد

از هر ملکے و نیک نامے / اسبابِ معاش را نظامے

بے جنبشِ پائے کام در دست / میگوئے سخن چو کامِ دل هست

چندیں سبب مراد باهم / چوں نایدش ایں سخن فراهم

مسکیں منِ مستمندِ بیهوش / از سوختگی چو دیگ در جوش

شب تا سحر از صباح تا شام / در گوشۂ غم نگیرم آرام

باشم ز برائے نفسِ خود رائے — پیشِ چو خوئے ستادہ بر پئے

تا خوئے نرود ز پائے تا سر — دستم نشود ز آبِ کس تر

مزدے[1] کہ دہند منتِ داد — واں رنج کہ من برم ہمہ باد

چوں خر کہ علف کشد بزاری — ریزند جوش وے بخواری

گر از پئے ہفتۂ زمانے — یابم ز فراغِ دل نشانے

سہل ست بفرصتے چناں تنگ — کاوندہ چہ زر برآرد از سنگ

ممدوحِ خجستہ را کنم یاد — یا رغبتِ سینہ را دہم داد

بخت[2] ایں کہ سخن سبک عنان ست — کاں در دل و گنج بر زبان ست

کلکم کہ سرش زبانِ غیب ست — گنجینہ کشائے کانِ غیب ست

آواز دہم چو در روانی — لبیک زناں دود معانی

از جنبشِ نظم گرم رفتار — دلّالۂ فکر ماندہ بے کار

با چنداں شغلِ خاطر آشوب — چندیں برنو دہم بیک چوب

ق گر از تگ و پوئے آب و نانم — بودے قدرے خلاصِ جانم

روشن گشتے کہ از چنیں دُر — آفاق چگونہ کردمے پُر

با اینہمہ ہر کہ بیند ایں گنج — معلوم کند حدِ سخن سنج

---

[1] اے مزدِ رنجِ من دہند و منتِ عطا نہند؛ رنجِ مرا ضائع شناسند ۱۲ حسرت

[2] اے خوبیِ بخت ست ۱۲ حسرت

انصافِ من ار تو ندہی ای دوست   خود نافہ کند حکایت از پوست

ور تو ندہی بجان سپاسم   من قیمتِ لعلِ خود شناسم

ور تو نکنی ز آفرین شاد   من خود کنم آفرینِ خود باد

ہر کس ز برائے نیک و بد را   لیسد بزبانِ خویشِ خود را

گربہ بزبان نہ خار دارد   گو شانہ سینہ خار دارد

مردار چہ بعقل ناتوانا است   در شستنِ عیبِ خویش دانا است

گاوے کہ زبانِ او درشت است   سوہانِ درشتہائے پشت است

سگ نیز برائے راحتِ خویش   شوید بزبان جراحتِ خویش

چون من بسگی نمودم اقرار   تو شیری خویشتن نگہدار

نے نے نہ سگم کہ شیر مردم   خاصہ کہ چنین شکار کردم

این آہو شیر گیرِ من باد [1]   ز آہو گیرانِ عالم آزاد

از شکر خدائے خوش کنم کام   کآغاز صحیفہ شد بانجام

نامش کہ ز غیب شد مسجّل   مجنون لیلی بعکس اوّل

تاریخ ز ہجرت آنکہ بگذشت   سالش نود ست و ششصد و ہشت ۶۹۸

بیتش بشمار راستی ہست   جملہ دو ہزار و ششصد و شست ۲۶۶۰

ہر کو نکند بطبعِ قابل   ق   ما بعدِ نوشتنش مقابل

۱؎ آہو گیر عیب بین ۲؎ حسرت

یا بیتے ازیں عدد کند کم
کم باد ورا خلاصی از غم

اُمید کہ ہر خرد پناہے
از چشمِ رضا کند نگاہے

زانکس کہ نگہ کند بہ تمکیں
انصاف طلب کنم نہ تحسیں

یارب کہ منِ سیاہ نامہ
کار استم ایں ورق بخامہ

ہر چند بد آمد ایں شمارم
چشم از تو بجز بہی ندارم

ق
شعر ارچہ صلاحِ کارِ دیں نیست
بروئے ز شریعت آفریں نیست

ایں نامہ سزائے آفریں باد
ان شاء اللہ ہمچنیں باد